

سراج العوارف

فی

الوصایا والمعارف

مصنف : حضرت سید شاہ ابوالحسن محمد نوری

مترجم : ڈاکٹر سید محمد سدرامین

ایم۔ اے۔ اینی۔ ایچ۔ ڈی (علیگ)

برکاتی پبلشرز

۱۲۳- چھاگلہ اسٹریٹ کھارادر کراچی

شَّارِحُ الْعَوَالِمِ فِي الْوَضَائِعِ وَالْمَعَانِي

صنّفه
حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوریؒ الملقب بـ بیاض حنا
مترجمہ

ڈاکٹر سید محمد امینؒ

ایم اے پنی۔ ایچ۔ ڈی (علیگ)
لیکچرار شعبہ اردو، سینٹ جانس کالج۔ آگرہ

ناشر

برکاتی پبلشرز کھارادر کراچی

marfat.com

Marfat.com

جُمْلَہ حَقُوقِ مَحْفُوطِ ہِیْن

نام کتاب _____ سراج العوارف فی الوضایا المعارف
 مُصَنَّف _____ سید شاہ ابوالحسین نوری
 مترجم _____ ڈاکٹر سید محمد امین ایم اے
 پی ایچ ڈی علیگ۔
 طابع _____ ضیاء الدین پبلی کیشنز۔ کراچی
 ناشر _____ برکاتی پبلی کیشنز۔ کراچی

UU - 515



تقسیم کار

مکتبہ قاسمیہ پراکٹیس حیدرآباد

ضیاء الدین پبلی کیشنز

جی۔ کے۔ ۴/۷ نزد شہید مسجد کراچی

فون نمبر: ۲۰۱۸۲۲

دیباچہ بریں طبع ثانی

از: ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی - مہتمم دارالعلوم
احسن البرکات حیدرآباد

سراج العوارف وہ اہم کتاب ہے جس کا مطالعہ ہر طالبِ حق خصوصاً
سلسلہ قادریہ کے تمام سریدین کے لئے لازمی ہے۔ یہ کتاب اختصار و اجمال
کے باوجود اپنے معاین میں دانی کافی، اور موضع حق و صواب ہے۔

حضرت سیدی مرشد امام العارفین سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس اللہ سرہ
المووف نوری دادار رحمۃ اللہ نے یہ کتاب ایک سو سال قبل ۱۲۰۹ھ، میں فارسی
زبان میں تصنیف فرمائی۔ ۱۳۱۳ھ میں بدایوں سے یہ کتاب پہلی طبع ہوئی۔
کتاب کا تاریخی نام جس سے سن تصنیف نکلتا ہے ”سراج العوارف فی
الوصایا والمعارف“ ہے۔ نام کا معنی و مفہوم یہ ہے ”علوم طریقت اور
وصیتوں کو پہچاننے کے لئے معرفت کا چراغ“

تقریباً نوٹے سال، یعنی سال طباعت ۱۲۱۳ھ سے ۱۴۰۲ھ تک اس
عظیم کتاب سے استفادہ صرف اہل علم تک محدود رہا، مگر عوام کی اکثریت فارسی
زبان سے نا بلد تھی۔ مگر طالبینِ حق اپنے اکابر سے اس کتاب کے فوائد سن کر
تنازعہ کرتے تھے کہ یہ کتاب اردو میں منتقل ہو جائے تاکہ وہ بھی جی بھر کر اس چشمہ

فیض سے جام پ سکیں۔ بالآخر خاتقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے ہی پروردہ ایک عالم باعمل، راقم الحروف کے والد ماجد، علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی قدس سرہ نے اپنے مرشد گرامی شہ کے حکم سے ۱۹۴۶ء میں سراج العوارف کا ترجمہ اردو میں کیا۔ ابھی موصوف اس مرحلہ سے فارغ ہی ہوتے تھے کہ تقسیم ہند ہوا، اور کتاب کے ترجمہ کا مسودہ حالات کی ابتری کا شکار ہو کر مترجم کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ پھر مرشد گرامی کا کرم ہوا اور منشاۃ الہی کے مطابق، حضرت مترجم قدس سرہ نے اس طرف دوبارہ توجہ دی اور دوسری بار اس کتاب کا جواب کے ترجمہ کا آغاز، یکم ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ / ۲۱ اگست ۱۹۸۲ء دوشنبہ مبارک سے کیا۔ اور بتوفیق ایزدی ۸ صفر المنظر ۱۴۰۲ھ / ۱۲ دسمبر ۱۹۸۲ء دوشنبہ مبارک اس شرف خدمت سے فارغ ہوئے۔ اس طرح پہلی بار یہ کتاب مترجم ہو کر، پاکستان میں ۱۹۸۲ء میں نور علی نور کے نام سے منظر عام پر آئی۔ حضرت مترجم مفتی، اعظم سندھ علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی قدس سرہ (المتوفی ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ / ۱۸ جون ۱۹۸۵ء) نے سید السادات حضرت میر عبد الواحد بکرامی کی مقبول بارگاہ رسالت، کتاب "بیع سائل" کے اردو ترجمہ کے علاوہ تقریباً ساٹھ کتب تراجم و تصانیف فرمائیں۔ ان میں سے اکثر طبع ہو چکی ہیں ایک کی آخری کتاب "موت کا سفر" زیر طبع ہے۔

ہندوستان میں سراج العوارف کا ترجمہ "نور علی نور" جب پہنچا تو سلسلہ قادریہ کے متوسلین و سریدین کو مزید چاشنی نیر آئی۔ حضرت مفتی محمد خلیل خان صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ ان اکابر میں سے تھے جو اپنے بزرگوں کی علمی صحبت و فیض کی وجہ سے ان کے طریقہ و ترویج سے ذرہ برابر بھی ہٹنا پسند نہ فرماتے تھے، اور بزرگوں کی اس دوستی سے ہٹ کر چلنا ان

سلسلہ حضرت تاج العلماء اولاد رسول مولانا السید الشادہ سید محمد میاں قادری قدس سرہ رحمہم

کے مزاج کے خلاف تھا۔ راقم الحروف ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا کہ حضور! اگر تحریر میں مزید سلاست
 زبان اور نرمی ہو جائے تو قارئین کیلئے بھی مزید آسانیاں ہو جائیں گی؟ فرمایا: ”بھئی! ہم اپنے ہندوؤں کی درگاہ
 کو کیسے چھوڑیں؟ اسی میں برکت ہے“ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعض تراجم کتب میں کچھ ایسے مقامات
 نظر آتے ہیں جہاں پڑھنے والے کو زیادہ غور و فکر کرنا پڑتا ہے۔

میرے مخدوم و محرم، خانوادہ مارہرہ مطہرہ، فاضل نوجوان، حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں
 مارہروی (علیگ) رُخلف الرشید اکبر حضرت سیدی و سندی مولانا مفتی سید حسن میاں شاہ صاحب قادری
 برکاتی، مدظلہم نے اس مشکل کو محسوس کیا اور اس طرح ہندوستان میں پہلی مرتبہ ان کے قلم سے
 ”سراج العوارف“ کا، سادہ زبان میں ترجمہ ۱۹۸۶ء میں طبع ہوا جس سے مبتدی حضرات کو بھی اس
 کتاب کا مطالعہ آسان ہو گیا۔ زیر نظر ترجمہ ان ہی موصوف کا ہے جو اپنی جگہ جواب ہے۔ محترم
 موصوف نے اپنے اس ترجمہ میں ”نور علی نور“ کو اپنا پیشرو بنایا ہے اور حق ترجمہ خوب ادا کیا ہے۔
 ڈاکٹر سید محمد امین میاں زید لطفہ، اگرچہ عمر کے لحاظ سے فقیر کے برابر ہی ہو گئے لیکن مرتبہ اور بزرگی
 میں فقیر سے کہیں زیادہ بلند ہونے کے باوجود بڑی محبت فرماتے، اور دامن خلق، اس
 فقیر قادری، سب بارگاہ برکاتیت کیلئے وسیع رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ پاکستان تشریف لائے
 اور فقیر کے غریب خانہ پر جلوہ افروز ہوئے، میں نے محبت و عقیدت سے حضرت کی دست بوسی
 کی۔ تو آپ نے بھی فوراً فقیر کے ہاتھوں کو اپنے لبوں سے لگایا، میں نے مؤدبہ عرض کی کہ
 اس خاص فضل و نعمت کا کیا سبب ہے؟ فرمایا: ”احمد بھائی! آپ سے میرے کئی رشتے ہیں،
 ایک قوی رشتہ یہ بھی آپ میرے والد (حضرت سید حسن میاں شاہ صاحب مدظلہ) کے اشارہ زارے ہیں،
 غرضیکہ حضرت ترجمہ صاحبزادہ سید محمد امین میاں زید حبیبہ، اخلاق و محاسن کا ایک گلدستہ ہیں موصوف
 نے حضرت صاحب البرکات سلطان العاشقین، السید الشاہ برکت اللہ، امام سلسلہ برکاتیہ قدس سرہ الغفر
 لکھیاں علمی کا ناموں اور شاعری پر ایک تحقیقی مقالہ لکھا، جو ہندوستان و پاکستان میں ”السید شاہ برکت اللہ“ کے نام

سے طبع ہو چکا ہے۔

الشرب عزوجل موصوف کے قلم میں مزید قوت و طاقت عطا فرمائے آمین، علوم و معارف کا ایک عظیم خزانہ، ابھی خالقہ بکاتیر بارہ شریف کے کتب خانہ میں تلمی صورت میں محفوظ ہے۔ خدا کرے کہ وہ وقت جلد آئے کہ یہ خزانہ بھی زیر طبع سے آراستہ ہو کر منصفہ شیور پر جلو سے بکریں۔

امام العارنین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اس عظیم کتاب کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے ہر حصہ کا نام نمونہ رکھا ہے لمعہ کے معنی لغت میں بزرگی کی چمک اور ”تھوڑا سا گزارہ زندگی“ کے ہیں پہلے معنی میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ نوری کرن اور چمک ہی کی روشنی میں بندہ کامل ہو سکتا ہے۔ دوسرے معنی میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زندگی گزارنے کیلئے جو ضروری کواب ہوتے ہیں، اُن کا عرفان اسی کتاب سے حاصل ہوگا اسی لئے حضرت نے جو لمعہ کے متفرق سائل کو لفظ ”نور“ (روشنی) سے ذکر فرمایا ہے۔ ترتیب یہ ہے کہ پہلا لمعہ وصیتوں کے بیان میں، دوسرا لمعہ عقائد اہلسنت کے بیان میں، تیسرا لمعہ تصوف کے بیان میں، چوتھا لمعہ سلوک کے بیان میں، پانچواں لمعہ چند مسائل فقہ میں، چھٹا لمعہ اخلاق و نعلات کے بیان میں اور ساتواں لمعہ متفرق فائدوں کے بیان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مرید کو ان فائدوں سے بہرہ ور ہونے کا توفیق بخشے (آمین)

سراج العوارف کے نگاری نسخہ میں، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل ربیوی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم و ثر دونوں طرح، نصیب و بلیغ عربی میں تقریظ لکھی ہے۔ جس میں کتاب اور مصنف دونوں کے فضائل بیان فرمائے ہیں؛ دو شعر مع ترجمہ بدیہ قارئین ہیں۔

ولا غتر وان حبار منک سراج فانک نور فی نادى المعارف
بلا شیه اگر چه آپ کی طرف سے یہ چراغ تھخر میں آیا ہے، لیکن بیشک آپ تو نوری ہیں جو معرفتوں کی مجلس ہیں۔

اِنَّا سِرَاجُكَ بِاللَّيْلِ شَمْسًا وَشَمْسٌ بِلَيْلٍ عَجِيبٌ وَطَارِفٌ
 اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کا چراغ، ظلم و ضلالت کی اس راست میں سورج بنا کر دکھایا ہے
 جبکہ تاریک رات میں سورج نکلنا بھی بہت انوکھی اور نادر چیز ہے۔

فقیر قادری سگ درگاہ برکات

۱۲/۹/۸۷ء - ۱۷ ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ

حیدر آباد (سندھ)

اے رضایہ احمد نوری کا فیض نور ہے

ہو گئی میٹھری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

انتساب

خاتم اکابر ہند سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور ان کے لاڈلے خلیفہ

مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی لدھی

کی

ارواحِ طیبات

کی

نذر

فہرست مضامین

صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۴۰	۵	۲۳	۲۴
۴۶	۲۳	۲۴	۲۵
۴۹	۲۵	۲۵	۲۶
۴۹	۲۶	۲۶	۲۸
۵۰	۲۸	۲۹	۳۱
۵۲	۲۹	۳۱	۳۲
۵۳	۳۲	۳۳	۳۴
۵۴	۳۳	۳۴	۳۵
۵۴	۳۴	۳۵	۳۸
۵۵	۳۵	۳۸	۳۸
۵۸	۳۸	۳۹	۴۱
۵۹	۴۱	۴۱	۴۱
۶۰	۴۱	۴۱	۴۱
۶۱	۴۱	۴۱	۴۱
۶۱	۴۱	۴۱	۴۱

صفحہ	صفحہ
۱۴۰	۱۳۶ اجنبی عورت بیعت سے محرم نہیں ہو جاتی
۱۴۱	۱۳۷ اولیا کی نزولت سے فیض پانے کا طریقہ
۱۴۱	۱۳۲ صاحبِ قبر پر عذاب یا ثواب پہنچانے کا طریقہ
۱۴۲	۱۴۵ میاں جو یوں کے درمیان محبت کی تاکید
۱۴۳	۱۳۹ عقبتِ داہ سلوک
۱۴۵	۱۵۳ آدابِ ملک
۱۴۶	۱۵۵ مراتبِ فنا
۱۴۶	۱۵۶ اولادِ شبِ جمعہ و روزِ جمعہ
۱۴۶	۱۵۸ حکمِ خیر و فلاح
۱۸۰	۱۵۹ فاسقِ معلن کو سلام میں ہیں ذکر سے
۱۸۲	۱۵۹ تاکیدِ سواک
۱۸۲	۱۵۹ اپنے گھر میں بھی بے اطلاق داخل ہونا اچھا نہیں
۱۸۲	۱۶۰ ماں باپ مستاد اور مرشد کا ادب
۱۸۲	۱۶۲ کافرِ مشرک اور فاسق کی تعریف سے پرہیز
۱۸۳	۱۶۲ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کی ممانعت
۱۸۳	۱۶۳ پردہ کی قسمیں
۱۸۳	۱۶۴ شعر گوئی میں حفظِ مراتب کا لحاظ لازمی
۱۸۳	۱۶۸ موت پر سوگِ ممنوع ہے
۱۸۳	۱۶۹ محافلِ میلادِ برکت کی موجب ہیں
۱۸۳	
۱۴۰	۱۳۶ بیعت پر نوح کرنا حرام ہے
۱۴۱	۱۳۷ نکاحِ بیوہ
۱۴۱	۱۳۲ رافضی اور دہابی سے نکاح بہتر نہیں ہے
۱۴۲	۱۴۵ صحتِ تعذیب
۱۴۳	۱۳۹ ذمی و روح کی تصویر کھینچنا مطلقاً حرام
۱۴۵	۱۵۳ میت کی مقامی قبرستان میں تدفین بہتر
۱۴۶	۱۵۵ قبر کی وصیت واجب التعمیل نہیں
۱۴۶	۱۵۶ قبر کچی رکھنا مسنت ہے
۱۴۶	۱۵۸ اجتماعِ مجالسِ بیاہ عزمِ الحرام رافضیوں کا شعار ہے
۱۸۰	۱۵۹ اللہ کے نزدیک حلاق نا پسندیدہ فعل ہے
۱۸۲	۱۵۹ اپنا راز کسی سے نہ کہنا
۱۸۲	۱۵۹ عالم کے فعل کو نہ دیکھو بلکہ قول پر دھیان
۱۸۲	۱۶۰ بزرگوں کی عبادت کی پیروی کرو نہ کہ قاد کی
۱۸۲	۱۶۲ گالی گوبچ سے پرہیز
۱۸۳	۱۶۲ پالتوں جانوروں پر رحم اور جبر گیری
۱۸۳	۱۶۳ آدابِ مسجد
۱۸۳	۱۶۴ منافقانہ میل جول سے پرہیز
۱۸۳	۱۶۸ مدرسے کا خط نہ پڑھو
۱۸۳	۱۶۹ دشمن سے بدلہ نہ لو

صفحہ		صفحہ	
۱۸۶	بہتر دوست کی پہچان	۱۸۴	مسدوم
۱۸۷	نیا چاند دیکھ کر دھانا نگو	۱۸۵	چھوٹوں کے ساتھ سلوک
۱۸۷	ہر زمانہ کے بعد دعا	۱۸۵	پڑوسی کے ساتھ سلوک
۱۸۷	تسخیرِ جہالت و دفعِ اکیسبت پر میر	۱۸۶	غصہ سے بچو
۱۹۰	آدابِ تلاوتِ کلام مجید	۱۸۶	خوفِ خدا

مقدمہ

سید آل رسول حسین میٹھاں برکاتی ٹوٹی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله نور النور، العزيز الغفور، الصلاة والسلام على
السيد محمد النور وعلى آله وصحبه وأوليائه إلى يوم النشور۔ اللهم
صل على الرسول وآل الرسول وبارك وسلم ابداً۔

نور حق نور نبی نور علی نوری لقب بادشاہ و سید و سردار یاد آمد مرا
شاہ شاہان جہاں یاسیدی یا بوالحسن حق ناسخ جوی و حق گو پروردہ و حق گزین
سرور سینہ اسلاف احمد نوری ملک خدم شہ ذی اقتدار بار بار ہرہ
مری جاں پر قبضہ ہے اچھے میاں کا مرے دل کے بہان نوری میاں میں
اہل تسلیم کا کہنا ہے کہ تاریخ نگاری اور کسی کی سیرت اور حالات زندگی پر قلم اٹھانا
ہمایت و شہاد کام ہے اور اس صورت میں تو یہ کام دشوار تر ہو جاتا ہے جب مؤرخ صاحب
حالات سے وابستہ ہوئے عقیدت و محبت میں اپنا سب کچھ سمجھتا ہو۔

آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیرہ قدیریہ کا خادم ہونے کے ناطے میرے لئے یہ بڑی آزمائش کی
گھڑی ہے کہ میں اپنے مرشد اعلیٰ و مخدوم والا حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نورانی قدس سرہ
الغزینہ کے حالات و برکات پر قلم اٹھاؤں۔ زیادہ لکھوں تو اسلاف پرستی کا الزام لگے، کم لکھوں
تو حق ارادت کی ادائیگی سے محروم ٹھہروں۔ مگر چونکہ پروردگار عالم کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہر بندہ

خدا پر واجب و لازم ہے اس لئے یہ چہند سطور قلم بند کرتا ہوں۔

حضرت جلیل البرکت نور العارفین سلالۃ الواصلین عبدنا الامجد حضور پر نور مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عننا خاندان برکات یہودیہ کے لئے رب تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھے۔ استفنا میں حضور صاحب البرکات سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ کا رنگ، تربیت و سلوک میں استاد المحققین سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ کی شان، معلومات و سعت نظر میں حضرت اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ کا پرتو، ایشاد و عطا اور حاجت روائی مطلق میں حضرت برکات ثانی سیدنا شاہ حقانی قدس سرہ کا انداز، تصرف و حکومت میں حضور شمس العارفین سیدنا شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کی یادگاہ، مہمان نوازی و اور سخاوت میں حضور سید شاہ آل برکات سحرے میاں صاحب قدس سرہ کا نمونہ، ستر حال و اختار کمال و اتباع سنت و اجتناب بدعت میں حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ کے خلف المصدق، ممرض ذات والا عجیب مجموعہ کمالات تھی۔

لکب کون مکان، نویہار بوتال، صاحب دوزماں، وارث پیغمبران، افتخار دوزماں، شاہباز لامکان، قبلہ گاہ قدسیاں، مالک گنج نہاں، صاحب بخت جوان حضرت نوری میاں قدس سرہ کی ولادت باسعادت بمقام مارہرہ مطہرہ (ضلع ایٹہ، یوپی) ۱۹ شوال المکرم ۱۲۵۵ھ (۲۶ دسمبر ۱۸۳۹ء) بروز پنجشنبہ ہوئی۔ تاریخ نام مطہر علی ہے۔ والد ماجد کا اسم شریف سیدنا شاہ قہور حسن رحمۃ اللہ علیہ تھا جو حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے خلف اکبر تھے۔ والد ماجدہ اکرام فاطمہ بنت سید ولدہ حمید رابن سید منتخب حمین قدس سرہ ہم۔

سرکار ندر کا سن شریف ڈھائی سال کا تھا کہ حضور کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا اور آپ کی پرورش و کفالت مادی حضور بی بی صاحبہ نثار فاطمہ اور دادا حضرت شاہ آل رسول قدس سرہ نے اپنے ذمے لے لی۔ صرف ایک ہی ذات نوری تھی جن کی تربیت و تکمیل کا اہتمام خاتم الاکابر قدس سرہ نے خود برداشت فرمایا تھا۔ جگر کے جکڑے کو ہر وقت پیش نظر رکھتے۔ شب و روز

باتوں میں تسلیم و تعین فرماتے۔

میاں صاحب کا گیارہواں سال تھا کہ والد ماجد شاہ محمود حسن سنہ ۱۲۶۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۶۶ء کو دھاری (کاشیپور) میں انتقال فرمایا اس وقت جد مکرم حضور خاتم الاکابر قدس سرہ نے بجاہات سلوک و ریاضات طریقہ شریعہ کرادیں حضور خاتم الاکابر فرماتے۔ جن کو ہمیشہ اکرام سے کیا کام، یہ کچھ اور ہیں اور ان کو کچھ اور ہوتا ہے یہ سات اقطاب میں سے ایک قطب ہیں جن کی بشارت حضرت ابو علی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ بدیع الدین قطب ملکہ رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہے اسی اس سلسلہ بشارت کے خاتم ہیں خود سرکار قدس سرہ کی فطری قابلیت قابل ستائش تھی کہ ہر بات سے ایک کلمہ نیک اخذ فرماتے خصوصاً اپنے جد اکرم و پیر و مرشد قدس سرہ کے کلمات و اقوال میں نہایت کلام فرماتے اور اشارات میں ہدایات کا سبق حاصل فرماتے۔ نہ سرکار قدس سرہ کے سوال و جواب میں کمی ہوتی تھی نہ خاتم الاکابر تسلیم و تربیت میں توقف فرماتے تھے۔

اور جب حضور خاتم الاکابر نے حضرت خدی میاں صاحب کو اپنے جیسا بنادیا تو اجازت عام و خلافت تمام عطا فرمائی۔

نقل سند خلافت و اجازت

اللہ ولا سواہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین

محمد وآلہ اجمعین۔ اما بعد

میگوید فقیر حقیر آل رسول احمدی کہ چوں قد دیدہ و سرور و سینقرہ عینی و فواہ قلبی
نید ابو الحسین احمد نوری ملقب بہ میاں صاحب طول عمر و زید قدس سرہ را اجازت سلاسل فقرہ
چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ و مداریہ قدیمہ و جدیدہ و قادریہ مذاہبہ و علویہ منامیہ و ہمہ اجازت

marfat.com

Marfat.com

جلد اول اور اشغال و اوراد معمولہ خاندان برکاتی بہ بیچکہ فقیر را از جناب مولوی و مرشدی و مولائی حضرت
سید شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے صاحب اند اللہ تعالیٰ برہانہ ہوا ہم از جناب ابوی و قبلہ گاہی حضرت
سید آل برکت عرف شہرے صاحب اند اللہ تعالیٰ مرقدہ اجاڈ رسیدہ است یادم و مجاہدہ سازدن گردانیم
ہر کسیکہ ارادہ بیعت نماید و مرید شود اولاً داخل سلسلہ عالیہ نمایند و مرید کنند و موافق استعداد او از
ذکر و شغل و در د خاندانی مامور سازند۔ والمسولہ من اللہ سبحانہ الاستقامۃ علی
جلدہ اکابر تلك الطریقة واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

تحریر تاریخ دو اندیم۔ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آل رسول
علاوہ اس سند کے جو خاص خلافت سے متعلق ہے بروز جشن ولادت حضور سرور عالم صلی
اللہ علیہ وسلم خلافت ہوئی تھی حضور خاتم الاکابر قدس سرہ نے سرکار نور کو اجازت قرآن کریم و
صحاح ستہ و مصنفات شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حصن حصین و دلائل الخیرات و اسماء
اربعین و حزب الہم و حدیث سلسل بالاولیہ و حدیث سلسل بالاضافہ و مصنفات اربعہ و مصنفہ
و مشاہیر اور تمام علوم کی سندیں جو آپ کو اپنے اساتذہ سے پہنچی تھیں مرحمت فرمائیں جن میں سے اکثر
آنور و البھا میں طبع ہو کر مشہور ہو چکی ہیں۔
بیاض سرکار نور دستخطی میں لکھا ہے۔

” در ۱۲۹۶ھ ہجری دو اندیم ماہ ربیع الاول میں فقیر کسی سید ابوالحسین احمد نوری

عرف میاں صاحب بدست حضرت پیر و مرشد جدی سید شاہ آل رسول احمدی
مذللہ تعالیٰ مرید شد و بامر خلافت مامور شد و شب دو اندیم ماہ مذکور سے مذکور
پیر و مرشد برحق بر مسند سجادہ نمایندہ از دست مبارک خود روپہ نذر گزانیند
و جائے نشین خود نمودند ہما نروز فیض باطنی بلا پیر و مرشد تعلیم رسید۔“

حضرت فندی میاں صاحب قبلہ نے قرآن کریم، صرف و نحو، فقہ و اصول، منطق، حدیث،
تفسیر نیک استاد اول اور علامہ عالمی سے پڑھی۔ علوم ظاہری مولوی شاہ قراب علی صاحب

لکھنوی و مولوی فضل اللہ صاحب جلیسری و مولوی نورا احمد صاحب بدایونی و مولوی محمد سعید صاحب بدایونی و مولوی عبد القادر صاحب بدایونی و مولوی فضل رسول صاحب بدایونی و مولوی احمد حسن صاحب صوفی مراد آبادی و مولوی حسین شاہ صاحب بخاری سے پڑھے۔ علوم باطنیہ کے اساتذہ میں سرخزانہ ہم پاک حضور خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ زینت افروز ہے چھوٹے دادا حضرت سید شاہ غلام محی الدین عرف امیر عالم صاحب قدس سرہ سے اوراد و اشغال خانہ دینی کی اجازت پائی قواعد فن تکبیر بھی سیکھے۔ حضرت شاہ شمس الحق عرف تنکا شاہ رحمۃ اللہ علیہ مرید و خلیفہ حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہ سے بعض فوائد تکبیر و اعلیٰ احضار و دفع جنات اور فن کل کے حقائق حاصل فرمائے۔ مفتی سید عین الحسن صاحب بلگرامی اور مولوی احمد حسن صاحب مراد آبادی سے بعض فوائد علم تصوف حاصل فرمائے۔ حضرت حافظ شاہ علی حسین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ حضور خاتم الاکابر سے اجازت کل حرزیمانی اور سلسلہ قادریہ منور یا اور سند تسبیح ملی۔

سرکار نور قدس سرہ کی ریاضت کا یہ حال تھا کہ ابھی عمر شریف سات برس سے زیادہ نہ تھی کہ حضور خاتم الاکابر کے حکم کے مطابق آپ صوم و خلوت و ذکر و اشغال میں مصروف رہتے۔ اٹھارہ سال تک ذکر جلالی و جمالی و خلوت میں رہے اور سلوک باقاعدہ ختم فرما کر فائز معنوی سے بقائے حقیقی تک فائز ہوئے۔ دربار نوری کی وہ شان کہ فواید عظیمہ دینیہ بیان ہو رہے ہیں اور ہر مسئلہ شرعی کو اس اسلوب اور وضاحت سے اور شاد فرمایا جا رہا ہے کہ ہر عامی کے ذہن نشین ہو رہا ہے۔ بعض مسائل کی تحقیق میں سوالات ردائے فرمائے ہیں کہیں خود بھی سفر فرما رہے ہیں۔ کتب تصوف و سلوک و عقاید مطالعے میں ہیں کہیں ان میں سے مختلف فوائد انتخاب فرما رہے ہیں۔

سرکار نور کے دربار میں ہمیشہ غریب و فقرا کا مجمع رہتا۔ غریبوں کی جماعت ہر وقت باریاب غنیمت ہو کر عرض احوال کر سکتی اور کامیاب اٹھتی۔ اکثر غریب غلام کے مکانوں پر قیام فرماتے قبولِ خلوت میں ہمیشہ امر پر غریب کو ترجیح دیتے۔ امر جو خاندان کے مرید تھے ہمیشہ کوشش کرتے کہ حضور ان کے مکان پر رونق افروز ہوں لیکن بہت کم ایسا اتفاق ہوتا۔ جن امر کو بیعت نہ ہوتی ان کے یہاں ہرگز تشریف

نہ لے جاتے۔

مریدین و متوسلین کو ہمیشہ صبر و ضبط کی تلقین فرماتی جاتی۔
مولوی غلام شبیر صاحب بدایونی کو ایک کرامت نامہ میں یوں فرمایا۔
”پریشان نہ ہونا سب شکلیں آسان ہو جائیں گی۔ شیخ کا دامن ہمارے ہاتھ میں اور
شیخ کا ہاتھ حضور غوثیت رضی اللہ عنہ و ارعناہ عنک کے ہاتھ میں ہے انشاء اللہ
تعالیٰ انجام بخیر ہے۔ یہ چند رودہ تکالیف ہیں۔“

اس کے بعد حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہ کا یہ شعر تحریر فرمایا۔
۵۔ غلام غوث اعظم بحسب مضطر بنی ماند
اگر ماند شے ماند شے دیگر بنی ماند۔“

سخاوت و عطا کا یہ عالم کہ ساہلی اپنی ضرورت و سوال سے زیادہ لے کر جاتا۔ بعض مجلس
غلام کی ضرورت کی خراب و خستہ چیزیں پسند فرمالتے اور ان کو نئی عمدہ چیزیں عطا کر دیتے کہ اس
نوسنہ کی ہم کو مدت سے تلاش تھی یہ ہم کو بہت پسند ہے۔ ارشاد عالی تھا کہ بخیل کی صحبت سے بچنا
چاہئے اور ان سے بچنے کی عمدہ تدبیر یہ ہے کہ ان سے کوئی مالی فرائش کر دی جائے وہ خود دوبارہ
قریب نہ پھٹکیں گے۔

امور بالمعروف و نہی عن المنکر میں سرکار نور کبھی کسی مخلوق کا پاس نہ فرماتے۔
احکام شرع کی تاکید فرماتے۔ ہر مسئلہ میں تحقیق حنفیہ کا مسلک اختیار فرماتے۔

سرکار نور قدس سرہ کا توحید میں مشرب و وحدت وجود تھا اور یہی تمام خانوادہ عالیہ
کا مشرب ہے لیکن فرماتے کہ یہ مسئلہ عالی ہے قالی نہیں۔ ارشاد فرمایا۔

۵۔ سو وحد ہے نور اتحادی ہے محمد ﷺ نہ سب تو ہی تو ہے کہ بس تو ہی تو ہے

سرکار نور خانی الشیخ تھے۔ شیخ کا اتباع، شیخ کی حضوری، شیخ کے دہ بار کی معیت، شیخ میں
فائیت مطلقہ حاصل تھی۔ وحدت میں رہی شان، سیرت کا وہی حال، رفتار میں وہی چلن، گفتار میں

وہی لہجہ لباس میں وہی وضع، معاملات میں وہی ڈھنگ، عبادت میں وہی رنگ، ریاضات و مجاہدات میں وہی مسلک۔ ہزاروں بار گادیکھا ہوا واقعہ ہے کہ طبیعت پر گرائی ہے مرض کی شدت ہے، ضعف غالب ہے لیکن حاضرین میں سے کسی نے حضور خاتم الاکابر کا ذکر پھیر دیا ہے کہ بس ایک نئی طاقت و توانائی جسم اظہر میں آگئی ہے۔ نہایت خوش اور بشاش ہو گئے ہیں۔

اکثر اشد فرماتے تھے حضور سرکارِ حقیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اودا کابر خانہ دین، مادرہ مقصد، جسے غیور ہیں ان کا توسل جب کہیں جاتے گا پریشان نہ ہوگا حضور شیخ اکبر امام الطریقہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) ایک دولت دو دشوہروں کی جو رد ہو سکتی ہے اور نہ ایک طالب دو دشمنوں کا مرید۔

بعد تحصیل علوم ظاہری و تکمیل باطنی سرکارِ حق میساں قدس سرہ کی عادت کریں تھی کہ پہلے نماز کرنا، تہجد ادا فرماتے اور اوداد و اشتغال معمول خانہ دین میں مشغول ہو جاتے نماز فجر کے لئے وضوئے تازہ فرما کر گھڑیں سنتیں پڑھ کر سجد تشریف لے جاتے۔ اگر کوئی شخص جو قرآن کریم اچھا پڑھتا اور کم از کم مسایل طہارت و نماز و جماعت جانتا ہوتا اسے حاضر ملتے اقتدا فرماتے و نہ خود امامت کرتے بعد نماز ابتدا کر ذکر پھر اور آخر عہد میں ذکر خفی فرماتے پھر بعد دعا و ظائف معمول پڑھ کر صلوٰۃ اشراق و چاشت سے فارغ ہو کر کچھ ہلکا ناشتہ تناول فرماتے۔ اب غلام کی عاضری اور عرض معروضات کا وقت آتا۔ نقوش و ادغیہ مرحمت ہوتے۔ اگر کہیں دعوت ہوتی تو زوال کے قریب تشریف لے جاتے کھانے میں سے کچھ تناول فرماتے۔ فارغ ہو کر پان کھاتے اور فریاد پان تھوک کر لگی اور غرارہ سے منہ صاف فرماتے۔ اب جماعت عام رخصت اور خواص حاضر رہتے وہ اپنے اپنے معروضات پیش کرتے سب کے جواب مرحمت ہوتے۔ کبھی کوئی کتاب ملاحظہ فرماتے اور کبھی سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ کی روش

کے مطابق کتاب سرہانے رکھ کر آرام فرماتے اب صرف دو ایک مخصوص غلام بیٹے جو گرمیوں میں پنکھا بھینتے اور دھیرے دھیرے پاؤں دیتے۔ ایک ٹھنڈے جالے میں اور کچھ زیادہ گرمیوں میں آرام فرما کر اٹھ بیٹھتے اور طہارت فرما کر نماز اظہر یا جماعت ادا فرماتے۔ بعد نماز قرآن کریم کی منزل

پر دلائل الخیرات حصن حصین اور بعض اداغیہ پڑھ کر دوبارہ عام آراستہ ہو جاتا۔ ٹاک کے خطوط کے جواب بھی اکثر اسی وقت رقم فرماتے۔ پھر تازہ وضو سے نماز عصر ادا فرماتے اور ادھر مخصوص پڑھتے خاص جملہ ہوتے اور پھر وہی دیدیائے رحمت و کرم کی طغیانی ہوتی۔ بہت قلیل کھانا لاش فرما کر نماز عشا ادا فرماتے بعد نماز اخضر الخواص کچھ واردات عرض کرتے بعض ہدایات پاتے اور رخصت ہوتے جاتے یہاں تک کہ جمع بر غامت ہو جاتا اور غلام خاص سے ذکر حضور خاتم الکابر قدس سرہا سکتے ہوتے استراحت کرنا ایک زمانہ میں پانچ پارہ قرآن کریم کے، حزب دلائل الخیرات، حزب حصن حصین، جملہ اسماء، کامل حرمینانی، معاد علیہ طمقہ، سی و سر آیات، دوائے یشمع، حزب البحر ربی و واقعہ قرنیہ بابت الغلط نو و دہام کبریت، امر حرم قادسی، صلوٰۃ الختام حیدری، سورہ واقعہ سورہ منزل، سورہ السین اسماء احواء کھف بیت اللہ لطیف بعبادہ، اسم مبروح سادہ و باہوکل، اہیہ کریمانہ ولی، الا جانہ، اسم یا بدیع العجائب، اسم اعظم علامہ اشغال و اوراد معمولہ و رد تھا۔ کل چار شنبہ، کل شجرہ، کل یا مقلب القلوب خاص خاص اوقات کے وظائف تھے۔ در روزانہ اس قدر تھا کہ اچھا تیز پڑھنے والا اس کو پورے دن پوری رات میں پورا نہ کر سکتا تھا یہ سب سرکار نقیہ بہت تھوڑے وقت میں پڑھ لیتے۔ الشاکر! حضور کے وقت میں کسی وسعت و برکت تھی کہ نماز و وظائف اوراد اشغال کے سوا غلام و مائنین کی پرکش حملات، خطوط کے جواب، مریضوں کی عیادت، نقوش و تعویذات کی تحریر، قبولہ و اہام، تصنیف و ملاحظہ کتب، اہل حقوق کی یا سدادی حضور خاتم الکابر کے دربار میں حاضری معاملات کا پیش کرنا اور ہدایات لینا وغیرہ اوقات روزانہ طے ہوتے تھے۔

تصنیف اور اس کی شہرت سے سرکار نقیہ میاں قدس سرہا کو خاص دل چسپی تھی بعض تحریرات بطور رسالہ بھی خدام کے التماس پر مرتب ہوتے۔

والعسل المصطفیٰ فی عقاید ارباب سنتہ المصطفیٰ

اسان اردو زبان میں عقائد حقہ اہل سنت کے بیان میں نہایت مختصر اور مفید پکوں کی تعلیم کے لئے مناسب بلکہ ضروری رسالہ ہے۔

۲۔ سوال وجواب :- یہ بھی اردو زبان میں مختصر سند تفصیل کا فیصلہ ہے آج تک حضرت
تفصیل سے اس کا جواب دین پڑا۔

۳۔ اشتہار دوسری :- یہ ایک مفید مختصر تحریر ہے جس وقت بعض علمائے اہل سنت
مکاید اہل ندوہ سے دھوکا کھا کر شامل ندوہ ہو گئے تھے ان کی تنبیہ اور اکثر فوائد جلیلہ پر
شکل ہے۔

۴۔ تحقیق التراویح :- یہ مفت نہ بعض غیر مقلدین میں میں رکعت تراویح کے اثبات
میں تحریر فرمایا۔

۵۔ دلیل الیقین من کلمات العارفین :- تفصیل کلی حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کا
اثبات حضرت تفصیلیہ کے شبہات کا ازالہ نہایت ضروری و مباحث سے فرمایا۔ لاجواب تھا ہذا
لاجواب ہے۔

۶۔ عقیدہ اہل سنت نسبت معاصرین جمل وصفین و نھراوان۔
یہ رسالہ بزبان اردو ہے اور حسب الحکم صدر قائم الا کا بر تحریر فرمایا۔

۷۔ لطائف طریقت کشف القلوب :- یہ رسالہ بیان کتب ابتدائی سلوک میں بڑی
اردو ہے۔

۸۔ النور والیہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الارلیاء
اس رسالے میں سلاسل و اسناد احادیث صحاح و سلسل بالادلیہ و حسن حصین و دلائل الخیرات
اسامہ اربعین مصنفات بلوچہ مشاہیر حدیث سلسل بالاصناف و اسناد حرزیمانی و قرآن کریم و تسبیح و سلسلہ
عالی قدر قدیرہ و احادیث و کاپویرہ جدیدہ و مذاہرہ و منویرہ و چشتیہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و سلسلہ قدیرہ
جو منظر بقول سے پہنچے ہیں درج ہیں۔ بزبان عربی نہایت مفید رسالہ ہے

۹۔ سراج العوارف فی الوصایا و المعارف :- یہ وہ پُر نور تصنیف ہے جس کا اردو
ترجمہ ناظرین کے ہاتھوں میں ہے جو فوائد اس میں مندرج ہیں ان کا مجموعہ کسی ایک جگہ نہیں ملے گا۔

خانوادہ برکاتیہ کے جلد مریدین و متوسلین کو اس کا دیکھنا پڑھنا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔
 (۱۱) الجعفریہ :- ایک مختصر رسالہ بزبان اردو ہے جس میں جفر کا ایک خاص قاعدہ مفصلاً
 مذکور ہے۔

(۱۲) النجوم :- ایک نہایت مختصر رسالہ نجوم ہے وہ چینیوں جن کا جانتا ایک عامل اور جفار کو
 ضروری ہے اس میں درج ہیں۔

(۱۳) تخیل دوسری :- مجموعہ اشعار عربی و فارسی وارد و جو گاہ گاہ اتفاقاً نظم فرماتے گئے۔
 تخلص سرکار نود کا پہلے سعید تھا پھر نودی فرماتے تھے۔

ان کے علاوہ سرکار نود نے صلوٰۃ الخشب، صلوٰۃ معینہ، مجموعہ صلوٰۃ نقش بندہ، صلوٰۃ صابریہ
 صلوٰۃ ابی العسلانیہ، صلوٰۃ مدار، صلوٰۃ اللہ، صلوٰۃ المریض، صلوٰۃ الفقراء، صلوٰۃ الدہر، وغیرہ شجرے مرتب
 فرمائے۔ آخری تصنیف حضور کی اسرار اکابر برکاتیہ ہے جو صد ہا نکات و اسرار عجیب پر مشتمل ہے۔ مجموعہ
 ہائے اعمال و اشغال کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔

سرکار نودی میاں صاحب قدس سرہ کو دعوت و تکبیر اور تعبیر خواب میں بددعائے اتم کمال
 حاصل تھا۔ قلب مارہرہ سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نودی میاں صاحب قدس سرہ کے خلفاء میں آپ
 کے حقیقی چچا زاد بھائی سید شاہ مہدی حسن صاحب قدس سرہ (جن کے دمی و جانشین سید والد
 ماجد سید العلام مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں قدس سرہ تھے)، سرکار نود کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی
 سید شاہ ظہور حمید صاحب قدس سرہ، سید شاہ حامد حسن صاحب قدس سرہ، سید ابن حسن صاحب
 قدس سرہ، حضرت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب قدس سرہ، سید شاہ ارفضی حسین عرف سید
 میاں صاحب قدس سرہ (جن کے دمی و جانشین سید والد ماجد قدس سرہ تھے)، سید
 محمد ایوب حسن صاحب قدس سرہ، سید اسحاق حسن صاحب قدس سرہ، سید اقبال حسن صاحب
 قدس سرہ، سید فضل حسین صاحب قدس سرہ، حکیم سید آل حسن صاحب قدس سرہ شامل ہیں۔
 علاوہ صاحبزادگان خانوادہ برکاتیہ کے سرکار نود کے خلفاء میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا

خان صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ، اللہ کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب
 مفتی اعظم ہند قدس سرہ، مولوی محمد عطاء اللہ خان صاحب راجپوتی قدس سرہ، مولوی محمد عیسیٰ
 صاحب خطیب عباسی بدایونی قدس سرہ، مولوی حکیم محمد عبدالقیوم صاحب عثمانی بدایونی قدس سرہ،
 مولوی قاضی محمد بشیر اسلام عباسی بدایونی قدس سرہ، مولوی غلام حسنین صدیقی بدایونی قدس سرہ،
 محمد جعفر خان صاحب عرف عارف شاہ صاحب قدس سرہ، مولوی محمد طاہر الدین صاحب صدیقی
 فرخودی قدس سرہ، مولوی مشتاق احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ، سکند شاہ خان صاحب
 قدس سرہ، حکیم عیسیٰ اللہ صاحب بریلوی قدس سرہ، سید محمد ابراہیم حیاں صاحب قدس سرہ، شاہ
 حسام الحق عرف فیض محمد شاہ قدس سرہ، قاضی حسن شاہ صاحب پنجابی قدس سرہ، میاں محمد رضی
 شاہ صاحب پنجابی، مولوی بکدی صاحب، سلاطین محمد صاحب، حاجی سید محمد علی نقوی قبائلی بدایونی،
 حاجی مولوی عطاء محمد صاحب صدیقی بدایونی، حافظ محمد سراج الدین صاحب بدایونی، شاہ طہقین شاہ
 صاحب بدایونی، مولوی سید محمد زید عرف نوشہرہ ندی، محمد عبدالغنی خان صاحب، مفتی عزیز الحسن صاحب
 عثمانی، میاں سید شاہ فرخ عالم شاہ بھہاں پوری، ملا سید احمد شاہ صاحب، انوار سید یحییٰ حسن خان صاحب
 مولانا حافظ شاہ محمد صاحب بھوی، شیخ انور علی صاحب، مولانا محمد فاضل صاحب ندوی، شاہ
 عبدالعزیز صاحب، شیخ کرامت حسین صاحب، سجادہ پالن پور سید احمد حسین صاحب قدس اسلام شاہلیں
 سال رحلت میں نہایت ضعف و شدت مرض میں رونق افروز بدایوں ہوئے اللہ تعالیٰ
 خدام نوازی خاص مریدوں کو طلب فرما کر ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو فاضل سلسلہ فرمایا۔
 قریب زمانے میں یہ حالت علالت حضور پر نور قدس سرہ سکندہ داد تشریف لے گئے وہاں
 تمام مریدوں کو رخصت فرمایا۔ سکندہ میں علالت بڑھی اور ایسی حالت میں پالکی کے ذریعے مارہرہ رولانہ
 ہوئے کہ طاقت کلام کافی نہ تھی۔ صرف ہونٹوں کی حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ دوح مبارک جسم میں ہے۔
 حویلی میں پہنچ کر چند ساعت بعد انتقال فرمایا۔
 شنبہ ۱۱ رجب ۱۳۳۴ھ (۳۱ اگست ۱۹۱۶ء) تارخ وصال ہے۔ سال وفات

”خاتم اکابر ہند“ سے نکلتا ہے۔

سرکار نور قدس سرہ کا مقداول اپنے چچا سید شاہ ظہور حسین صاحب کی دختر ترقیہ بیگم سے ہوا اور
دوسرا مقداہنی چھوٹی پھوپھی کی لڑکی الطاف فاطمہ بنت سید محمد حیدر صاحب سے ہوا۔ سرکار نور کے ایک
صاحبزادے ہوتے جن کا نام سید محمد الدین حبیب اللہ تھا صغیر سن میں انتقال فرما گئے۔ آخر عمر تک کبھی شکر و
افسوس سنا ہی نہیں۔ بعض خدام کی دعا پر کہ اللہ تعالیٰ ہم کو وارث سجادہ عطا فرمائے ارشاد فرمایا کہ خانوادہ
برکات میں اکثر بعد سجادہ نشینی اولاد نہیں ہوتی اگر اتفاقیہ ہو زندہ نہیں رہتی اور یہ سنت اضطراری ہے
دعا کرو کہ خدائے تعالیٰ فیضان غاندان برکاتہ قائم رکھے اور وارث فیوض روحانی ہوتے رہیں۔ ہمارے
بہت بیٹے ہیں۔

سرکار نور کا شجرہ آبائی اس طرح ہے۔

سید ابوالحسن احمد لدی بن سید ظہور حسن بڑسکے بن سید شاہ آل رسول بن سید شاہ آل برکات
شکرے میاں صاحب بن سید شاہ حمزہ بن سید شاہ آل محمد بن سید شاہ برکت بن سید شاہ ادیس بن سید شاہ
عبد الجلیل بن سید میر عبد الواحد بگرامی بن سید شاہ ابراہیم بن سید شاہ قطب الدین بن سید شاہ ماہر بن
سید شاہ بڑہ بن سید شاہ کمال بن سید شاہ قاسم بن سید شاہ حسن بن سید شاہ نصیر بن سید شاہ حسین بن
سید شاہ عمر بن سید شاہ محمد صغریٰ جد قبائل سادات بگرام بن سید شاہ علی بن سید شاہ حسین بن سید ابوالفرح
ثانی بن سید شاہ ابو فراس بن حضرت سید ابوالفرح واسطی جد اعلیٰ جماعت سادات زیدیہ بگرام و بارہا
و غیر ہما بن حضرت سید داؤد بن حضرت سید حسین بن حضرت سید یحییٰ بن حضرت سید زید سوم بن
حضرت سید عمر بن حضرت سید زید دوم بن حضرت سید علی عراقی بن حضرت سید حسین بن حضرت سید
علی بن حضرت سید محمد بن حضرت سید عیسیٰ المعروف بموتم الاشبال بن حضرت سید زید شہید رضوان
اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بن امام ہمام سید السادات زین العابدین الملقب بسجاد بن سید الشہداء امام حسین
بن حضرت امیر المومنین مولیٰ مرتضیٰ علی زوج سیدۃ النساء فاطمہ زہرا بنت حضرت سید الانبیاء احمد
مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

والدہ ماجدہ کی طرف سے سرکار نور کا شجرہ لیل ہے۔

سید شاہ ابوالحسن احمد نوری ابن سیدہ اکرام فاطمہ دختر سید شاہ دلدلہ حیدر ابن سید منتخب حسین
ابن سید ناظم علی ابن سید حیات البنی تا تو میاں ابن سید حسین ابن سید ابوالقاسم ابن سید جان محمد ابن سید علم
ابن سید بدر الدین عرف بدے ابن سید ابراہیم ابن سید پیالے ابن سید حسن ابن سید محمود عرف مدھن ابن
ابن سید بڑے ابن سید جمال الدین ابن سید ابراہیم ابن سید ناصر ابن سید مسعود ابن سید سالار ابن
سید محمد صغریٰ جدا علی جماعت سادات واسطی بگرام الی آخر سلسلہ۔

سرکار نور قدس سرہ کے وصال کے بعد حضور کے برادر علم ناد سید شاہ مہدی حسن قدس سرہ
سجادہ و متولی خانقاہ و درگاہ معلیٰ ہوئے۔ سرکار مہدی میاں صاحب کو بیعت و خلافت اپنے جد ماجد
حضور فاطمہ الاکابر قدس سرہ اور خلافت اپنے والد ماجد حضور سید شاہ ظہور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور سرکار نور سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ حضرت مہدی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی
حیات ظاہری ہی میں میرے والد ماجد مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو
اپنا وصی و جانشین مقرر کر کے کھلے بندوں ہزاروں کے مجمع میں اس کا اعلان فرمایا تھا۔ جس مقدس
گڈی پر بیٹھ کر حضور فاطمہ الاکابر نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کو داخل سلسلہ عالیہ
برکاتیہ کیا اور جس تخت کو حضور نوری میاں صاحب قدس سرہ نے زینت بخشی، وہ گڈی اور تخت
بحمد اللہ تعالیٰ اس فقیر برکاتی فودی کے پاس ہے ساتھ ہی حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہ کا
مکان سجادگی بھی۔

خانوادہ برکاتیہ کے اکابرین عظام قدس اسراہم کی تصانیف و تحاریر کے ترجمے اور ترتیب و
اشاعت کا سلسلہ مجددہ تبارک و تعالیٰ شروع ہو چکا ہے۔ میرے علم زاد ڈاکٹر سید محمد امین برکاتی
سلمانہ تعالیٰ نے سرکار نور قدس سرہ کی تصنیف لطیف "سراج العوارف" کا یہ ترجمہ پیش کر کے
ہم نوریوں پر احسان عظیم کیا ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ امین میاں کے علم و عمر اور ایمان میں برکت
عطا فرمائے۔ آمین۔

میں اس قابل تو نہ تھا کہ سرکارِ نور کے سوانحِ حیات پر قلم اٹھانے کی جسارت کرتا یہ جو کچھ لکھا وہ اُسی دربارِ کا فیضِ روحانی سمجھئے۔ رب تبارک تعالیٰ اپنے حبیبِ الکریم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اور جلد مرشدانِ عظام کے مدد و طہنیل میں ہمیں صراطِ مستقیم پر چلائے رکھے اور قیامِ قیامت تک اولیائے کرام کا شیدائی بتائے رکھے۔

اللہم ھب لی فی بصری نوراً و فی سمعی نوراً و فی قلبی نوراً و
اجعلنی نوراً۔

فقیرِ بکاتی سیدِ آلِ رسولِ حسینِ مہاں بکاتی نوری

سجادہ نشین، آستانہ عالیہ قادریہ بکاتریہ نوریہ امیریہ مارہرہ مطہرہ۔

حالِ مقیم سانٹا کروز بمبئی۔

۱۹ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ روزِ دہایت سوز و دوشنبہ مبارکہ بمطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۶ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے معرفتوں کا چرلغ اہل عرفان کے دلوں میں روشن فرمایا اور جن کی آنکھیں دلیل یقین سے روشن ہیں ان کے لئے دین کی راہیں کھولیں اور شریعت کو ہدایت پانے والوں کے لئے راستہ بنایا کہ محدودوں کی فریب کاریاں اس کے قریب نہ پہنچ سکیں۔ اور حقیقت حقہ کو ظاہر و باطن کیا۔ شریعت کے چشتے کو گھاٹ اور پاٹ بنایا تو شریعت کے خلاف سارے راستے بند ہیں۔ اور وہ حقیقت جسے شریعت رد کر دے زندقہ مردودہ ہے۔ اس نے اپنے فضل سے سلوک کا راستہ ظاہر فرمایا جو غلام کو بادشاہوں کی مجلس تک پہنچا دے اور نقیصوں کو اتبارغ سے زینت دی اور اس کی سرمد کی بد مذہبیوں سے حفاظت کی۔ پھر نعمت قرب و ولایت سے اہل سنت اور ارباب فقہ و ہدایت کو مخصوص فرمایا۔ تو صرف انہیں ہی کی سروی کی جائے اور انہیں کی روشنی میں راہ چلی جائے کہ جو ان کے نشان قدم پر چلے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔ اللہ عزوجل اپنی بارگاہ میں ان کی وجاہتوں کے طفیل

ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو عرفان و یقین کی پر نعمت جنتوں میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے افضل ترین درود اور اس کے اکمل ترین سلام پاکیزہ ترین جنتیں اور بڑھتی ہوئی برکتیں ان پر جو خدا کی بہترین مخلوق ہیں۔ افتح الہی کے چراغ ہیں اور اس کی رحمتوں کے خزانے ہیں۔ وہ جن سے خلق کی ابتدا ہوئی اور انہیں پرانتہا۔ انہیں کے حوالے سے خلق پہچانی گئی اور انہیں کی طرف وہ منسوب بلکہ انہیں سے ظاہر ہوئی انہیں میں پوشیدہ۔ انہیں کے جلوے ہیں اور انہیں میں گم۔ تو وہی سب کے سب ہیں، انہیں میں سب ہیں، انہیں سے سب ہیں، انہیں کے سب ہیں۔ انہیں کی طرف سب ہیں اور وہی سب کے سب ہیں۔ انہیں سے جو نے فیض پایا۔ انہیں سے وجود مستفیض ہوا تو ان کی بخشش نے شریعت اور طریقت کے پھل اگائے اور انہیں کے وجود سے معرفت اور حقیقت کے درختوں میں پتے آئے۔ اور درود و سلام ان کے اہل بیت کرام اور صحابہ نظام پر اور ان کی امت کے اولیاء مقتدایان کا ملین پر۔ ان کی ملت کے علماء رہنمایان عاملین پر خصوصاً دائرہ ولایت کے مرکز، عرفان و ہدایت کے مدار کے قطب، اس کی دونوں طرف کا احاطہ فرمانے والے، اس کے دونوں کناروں پر قابو رکھنے والے، وہ جن سے ولایت کا افتتاح ہوا اور انہیں پر اختتام، انہیں کی طرف ان کا رجوع اور انہیں سے انقسام، تو عالم میں کوئی ولی ایسا نہیں جو ان کا محتاج نہ ہو اور ان کے سامنے دل سے ان کا ادب نہ کرے۔ ایسے قدم دانے جس نے تمکین میں بلندی پائی۔ اور گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں۔ ہمارے سید و مولانا غوث الثقلین غنیث الکونین غیاث الدارین مغیث الملون۔ اولیاء کے ولی، فرد الاصفیاء قطب ربانی ابو محمد سید شیخ امام عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مولیٰ تعالیٰ ہمارا حشران کے خادموں میں فرماتے جبکہ وہ ان کے سایہ اور حمایت میں نعمتیں پائیں۔

اور خدایا ان کے ساتھ ان کے طفیل ان کے لئے ہم پر بھی اپنی سلامتیاں نازل فرما جب تک اسرار کی قدیمیں، دلوں کے مطلعوں پر جلوہ ریز رہیں اور غیب کے مشرقوں سے انوار کی تجلیاں روشن رہیں۔ آمین، آمین، یا ارحم الراحمین۔

محمد اور نعت کے بعد فقیر سید ابوالحسین احمد فوری عرف میاں صاحب مارہروی قادری برکاتی حشمتی نظامی، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے بزرگوں کے طریقے پر قائم رکھے اور ان سے اور اس سے ان کے وسیلے سے قیامت تک راضی رہے، کہتا ہے کہ دنیا چھوٹنے والی اور چھوڑ دینے کی چیز ہے اور کام حی و قیوم سے رکھنا ہے جس کسی نے زندگی کا خوش گوار شربت پیا ہے یقیناً ایک دن اسے موت کا کڑوا پیالہ بھی چکھنا پڑے گا۔ خواہ وہ اسے دوست رکھے یا ناگوار جانے پس اگر وہ دوست رکھے گا تو اللہ عزوجل اس کی لقا کو دوست رکھے گا اور اگر وہ اسے ناگوار جانے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی لقا کو ناگوار رکھے گا اور اس کا ظہور غرغزہ کے وقت ہو گا۔ یہ خبر اللہ تعالیٰ کے سچے اور تصدیق کئے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں دی پس ہر شخص پر اس چیز کی تلاش واجب ہے کہ وہ اس کڑواہٹ کو اس پر میٹھے سے زیادہ میٹھا کرے اور غرغزہ (نزع) کے وقت مولیٰ تبارک و تعالیٰ کے دیدار کا سخت آرزو مند فرمائے اس طرح جیسے کہ تین روز کا پیاسا سخت گرمی، ریت کے تینے اور لو کے چلتے وقت ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا آرزو مند ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کہ جب ایسا ہو گا تو حدیث کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ بھی اس بندہ کی لقا کو دوست رکھے گا اور جس کی لقا خداوند عزوجل کی محبوب اور پسندیدہ ہو تو ضرور جنت کے مکان اور رحمت کے فرشتے بلکہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی لقا سے خوش اور شادماں ہوں گے۔ اس معنی کے نہایت سے اس

حدیث کا بھید ظاہر ہوتا ہے کہ جنت چار شخصوں کی مشاق ہے اور اس حدیث کا بھی کہ کاش میں دیکھتا اپنے بھائیوں کو اور یہ بات ہرگز میسر نہ ہوگی جب تک کہ دل گندے عقائد سے پاک اور صاف نہ ہوں اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ بدعتی بدترین مخلوق اور جالوزوں سے بدتر ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ بدعتی دوزخیوں کے کتے ہیں۔ (تو پھر) یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ اور اس کے محبوب اور اس کی بیش قیمت نعمت جنت النعیم کسی دنیا بھر سے بے یاد دوزخیوں کے کتوں میں سے کسی کتے کی لقا کو دوست رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

چہ سلا واجب اہل سنت و جماعت کے مہذب مذہب کے مطابق اپنے عقائد کو صحیح کرنا ہے کہ حق انہیں میں منحصر ہے اور سب اولیاء کرام اکمل الاولیاء حضرت سیدنا صدیق اکبر اور امام الاہلیا سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اب تک اور اب سے حضرت امام مہدی کے مبارک زمانہ تک اور اس کے بعد بھی اکی مذہب پر ہوتے ہیں اور اسی پر ہوں گے اور کیوں نہ ہو کہ جس نے جماعت سے ایک بالشت جدائی کی بلا شبہ اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا۔ غیر سعادت مند اپنی خواہش نفس سے جماعت اہل سنت کی مخالفت کرتے ہیں اور پھر بے عقلی سے سنت کا دم بھرتے ہیں اور مزایہ ہے کہ اپنے کچھ لگوں اور دم پھٹوں سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جس راستے پر ہم چل رہے ہیں وہی مشائخ عظام اور اولیاء کرام کا طریقہ ہے اور جو کچھ کتابیں اور اقوال علماء اہل سنت کی موافقت میں ان سے منقول ہیں وہ تقیہ اور زمانہ سادی کی وجہ سے ہیں۔ مشائخ عظام اور اولیاء کرام کی تعلیم اپنی خلوتوں میں اس کے خلاف تھی۔ یہ لوگ خود ایسے ہیں جیسے اسلام میں منافق۔ اللہ عزوجل کی عزت و جلال کی قسم کہ ہم اور ہمارے مشائخ عظام اور جملہ اولیاء کرام ظاہر و

باطن میں ہاتھ پائی اور مجلس میں مذہب اہل سنت و جماعت ہی پر چڑھتے ہیں اور میں اور ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی مذہب پر جیتیں، اسی پر مریں اور اسی پر ہم اٹھاتے جائیں۔ جو کوئی ان سے اس کے سوا کچھ اور نقل کرے وہ بہت بڑا بھوٹا اور الزام لگانے والا ہے۔ ہم اور ہمارے مشائخ اور سارے اولیاء دنیا و آخرت میں ایسے شخص ایسے اس جھوٹے الزام سے بیزار بیزار ہزار ہا ہزار بار بیزار ہیں۔ سن رکھو جو یہ سن رہے ہیں وہ اسے ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔

دوسرا واجب اعضا کونیک کاموں میں لگانا اور شریعت پر عمل کرنا اور سنت کی پیروی ہے۔ اس لئے کہ جو راہ اس راہ کے

اٹ اور اس سے الگ ہے، خدا کی قسم وہ خدا کی طرف نہیں بلکہ شیطان کی طرف جاتی ہے۔ (تجربہ شعر) اسے اعرابی میں ڈرتا ہوں کہ تو کب تک نہ پہنچ پائے گا اس لئے کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ تو ترکستان کو جاتی ہے۔ (تجربہ) اے سعدی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر پاکیزگی کا راستہ چلنا ناممکن ہے۔ خدا سے نہ ڈرنے والے، شیطان کے بہکانے سے بھاکیاں کرتے ہیں اور شریعت کو فضول اور بے ضرورت سمجھتے ہیں۔ (اور یہ گمان کرتے ہیں) کہ حقیقت شریعت کی خلاف ہے یا یہ کہ شریعت تو پہنچنے کا ذریعہ ہے اور جو پہنچا ہوا ہو اسکو شریعت کی کیا حاجت؟ ان ناپاکوں کا جواب اس سے بہتر نہیں دیا جاسکتا جو ہمارے سردار حضرت سید الطائفہ خدینہ علیہ السلام نے فرمایا۔ جب ان سے کہا گیا کہ یہاں ایک قوم ہے جو یہ کہتی ہے شریعت تو صرف پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ ہم تو پہنچے پہنچاتے ہیں ہمیں شریعت سے کیا کام۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ جو ان لوگوں نے پہنچنا کہا تو سچ کہا مگر یہ بھی سن لو کہ یہ کہاں تک پہنچے۔ جہنم تک پہنچے اور جہنم سے الٹاپاک و برتر کی پناہ۔

تفسیر واجب سب باطن کو بری عادتوں سے پاک کرنا اور جمال باطن کی اخلاق جمیلہ سے آرائش۔ کم عقل یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم نے نماز روزہ ادا کر لیا تو شریعت کے سب احکام پورے ہو گئے۔ یہ نہیں جانتے کہ شریعت مطہرہ نے جیسے نماز روزہ فرض کیا اور ریا و زنا کو حرام فرمایا ہے ایسے ہی اخلاص، تواضع، وفا اور صفا وغیرہ کو فرض اور ریا، تکبر، بد عہدگی اور کھوٹے پن وغیرہ کو حرام ٹھہرایا ہے۔ ان باتوں کا جاننا اور ان پر عمل کرنا شریعت کا جزو اعظم اور شریعت کی ہی پیروی ہے۔ وہ پہلے ظاہری اعضا سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ دوسرے باطنی بھیدوں سے متعلق ہیں۔ جب تک ظاہر و باطن کو شریعت کے کوڑے سے نہیں مارے گا اخیر دار شریعت کی پیروی کا دعویٰ نہ کرنا۔

چوتھا واجب غیر خدا سے دل کو صاف کرنا ہے کہ یہ مرادوں کی حد اور نہایتوں کی انتہا ہے۔ اس بات کو حاصل کرنے کے لئے ایک راہ مقرر کی گئی ہے جسے سلوک کہتے ہیں۔ اور یہ راہ ایک مقام تک پہنچاتی ہے جسے تصوف کہا جاتا ہے۔ اس علم کا مغز اور اس کے دائرہ کا مرکز وہی ایک بات ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا ہے یعنی شریعت کی باتوں کی رعایت اور شرک خفی کی بقایا سے قلب کو خالی کرنا کہ حدیث میں اس کو چینی کی چال سے بھی زیادہ مخفی فرمایا ہے۔ سلوک کے سارے علوم اپنے طریقوں کے تفاوت اور شریعت کے وضعوں کے الگ الگ ہونے کے باوجود یہی ایک کلمہ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شرک چونی کی چال سے بھی زیادہ مخفی چیز ہے۔ لہذا جاننا چاہیے کہ شریعت مطہرہ سارے علوم پر حاوی ہے جو کچھ اس سے باہر ہے وہ غلط اور ناپسندیدہ ہے۔ نفس اور

شیطان کی قید میں پھنسے گمراہوں نے ڈینگیں مارنے، اچھل کود کرنے، سرسے بال کمر تک پہنچانے، وارڈھی کتر دانے، ریشم پہننے، بلبے گلاب سننے اور طوائفوں کے تہج دیکھنے کو سلوک کا نام دے رکھا ہے اور شریعت سے ٹھٹھا کرنے، علمائے شریعت سے دشمنی پالنے، انہیں حقیر جاننے اور حلول و انحاد کے اعتقاد اور انی انا اللہ کے نعرہ کو تصوف کا کمال سمجھ رکھا ہے۔ صبح کو معلوم ہو گا کہ تو نے اندھیری رات میں کس سے عشق کی بازی لگائی۔ اس لئے فقیر (سید ابوالہیٰ بن احمد نوری) نے اس وقت جبکہ رنج و فکر کا ہجوم ہے اور طرح طرح کی پریشانیاں ہیں، اپنی یادگار اور اپنے بعد والوں اور خاندان کے متوسلین کی نصیحت کے لئے بطور نمونہ یہ کتاب مختصر مرتب کی ہے جس میں وصایا و عقائد تصوف و سلوک و فقہیات و اخلاق اور فوائد کی روشنیوں پر مشتمل سات باب ہیں اور اس کا تاریخی نام سراج العوارف فی الوصایا والمعارف رکھا۔ اللہ تعالیٰ سے التجاہ ہے کہ وہ اس کتاب کو خالص اپنے وجہ کریم کے لئے قبول فرمائے اور مجھے اس کے پڑھنے والے، لکھنے والے اور دیکھنے والے کو نفع دے۔ اس دن جبکہ مال و اولاد کسی سے فائدہ نہیں ہو گا مگر اسے فائدہ پہنچے گا جو اپنے رب کریم کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب سب پر قیامت تک درود بھیجے۔ اور ساری تعریفیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔

بہلا موعہ وصیتوں کے بیان میں

اے بھائیو! آگاہ ہو جاؤ کہ فقیر کو سفر آخرت درپیش ہے بلکہ قریب
اچکا ہے۔ اس لئے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اور اپنے
بزرگوں، باپ داداؤں کی پیروی کرتے ہوئے میں وصیتوں کی طرف متوجہ
ہوا اور ناچیز دنیا سے دل ہٹایا اور سب گناہوں اور برائیوں سے توبہ کی
اور آئندہ زندگی بھر کے لئے پرہیز اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی توبہ قبول
فرمائے اور بخشنے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے مرشدان کرام کے طفیل مجھے اور
میرے دوستوں کو بخشے اور اعلیٰ مرتبے تک افاضائے اور اولیائے کرام کے
درجوں پر پہنچائے اور انبیاء و صدیقین اور شہداء اور صالحین کے پاک
سایہ میں رہنے کی جگہ عطا فرمائے اور وہ بہترین ساتھی ہیں۔ آمین یا رب العالمین۔

نصیحت و وصیت
اول یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کے قبول کے
بعد اہل سنت و جماعت کے مذہب پر

مضبوطی سے قائم رہیں۔ مسلک خفیہ اور مشرب قادریہ پر اپنے ظاہر اور باطن
کو آراستہ اور پیراستہ رکھیں یعنی ظاہر کو شریعت غرا اور باطن کو طریقت
علماء کے موافق رکھیں۔ شریعت میں امام اعظم ابو حنیفہ کوئی اور طریقت میں حضرت

غوث الاعظم جیلی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کریں۔ اسلام کے سارے احکام کی پابندی اور فرماں برداری اپنے اوپر لازم کر لیں۔ علماء دین اور فقہاء کے مخلصین کا ادب کرنے کی کوشش کریں درگاہ و خانقاہ کی خدمت بجالائیں اور نماز باجماعت کے لئے مسجدوں میں حاضر ہوں۔ والدین امر شریعت و علوم دین کے اساتذہ اور ان کی اولاد کا ہدایت ادب کریں۔ اپنے پیر کو اپنے حق میں زمانے کے سارے شیوخ طریقت سے بڑھ کر جانیں اور اپنے آپ کو تمام مخلوق خدا میں سب سے زیادہ کمتر اور حقیر سمجھیں اور ہمیشہ خاکساری اور انکسار کے ساتھ رہیں۔

دوسرے یہ کہ قول اور فعل میں شریعتِ محمدیہ کی پیروی اور طریقت کے احکام پر قائم رہنے کے بعد ایسے پیر کے ہاتھ پر مرید ہوں جس میں یہ تین شرطیں دیکھ لیں پہلی یہ کہ وہ مسلمان اور سنی مذہب کا پیرو ہو، دوسرے شریعت کی پوری پابندی کرتا ہو، تیسری اس کا مسلک صحیح ہو یعنی اسلام میں اہل سنت و جماعت کا مذہب رکھتا ہو اور شریعت کا پابند ہو اور طریقت میں کسی صحیح السلسلہ پیر کا مرید اور خلیفہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی شیخ سے ارادت و بیعت اور خلافت کے بغیر خود بخود بلا اجازت ہی مرید کرنے لگے اور لوگوں کو دھوکے سے مرید بناتا ہو۔ اللہ ہمیں اعمال کی برائیوں سے محفوظ رکھے۔ پس واضح ہو کہ جس پیر میں یہ صفات ہوں بیعت کر لے اور اس کی خدمت میں کچھ عرصہ حاضر رہ کر باطنی مجاہدہ میں توجہ دے اور اس راہ کی نسبت حاصل ہونے کے بعد منصب خلافت حاصل کرے اور ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہے۔ اور خدا سے خدا کو طلب کرے۔ جب خدا کو لیا تو سب چیزوں کو حاصل کر لیا اس لئے کہ اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے اور جو کچھ ہے سب وہی ہے یعنی موجود تنہا وہی ہے۔ اچھی طرح سنو کہ اللہ کے سوا سب باطل

ہے لہذا دوسرے کی طلب بے فائدہ ہے۔ ایک لمحہ، ایک آن بھی یاد خدا سے غافل نہ رہیں۔ اور اپنے آپ کو (یاد الہی سے) فرصت نہ دیں تاکہ بے کار نہ بیٹھیں۔ قیسی کے یہ کہ بیعت اپنے خاندان میں کریں یا اپنے خاندانی شیخ کی اولاد سے اجبت کو اپنے باپ دادا سے خلافت ہو، یا اپنے خاندانی شیخ کے خلفائے بیعت ہوں۔ بہر حال اپنے شیخ خاندانی کی غلامی اپنی وسعت اور امکان بھرنہ چھوڑیں۔ اپنے پیر کے سوا دوسرے پیروں سے اس کام میں سروکار نہ رکھیں۔ ہمارے بارگاہ کو کیا حاجت سرود و صنوبر ہے وہ جو شمشاد ہے پروردہ اپنا کس سے گھٹ کر ہے

اے بیٹے جب تجھے مریدی کا شرف حاصل ہو گیا تو دوسرے پیر سے رجوع نہ ہو تاکہ ہر جانی نہ کہلائے۔ الا ماشاء اللہ۔ اس لئے کہ مجبوریاں ممنوع چیزوں کو بھی مباح کر دیتی ہیں۔ یہ وصیت اگرچہ اپنے (ظاہری) معنوم کے لحاظ سے عاہدے مگر (اصل مقصد کے لحاظ سے) خاندان برکاتیر مارہرویہ کی اولاد سے خصوصیت رکھتی ہے۔

چوتھے یہ کہ کتاب و سنت سے اپنی ضرورت بھر علم دین حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں اور اس کام کو سب کاموں پر مقدم رکھیں اس کے بعد ہی طریقہ باطنی میں قدم رکھیں کیونکہ جاہل صوفی اور بے علم عابد شیطان کا مسخرہ اور بالکل نکمّا اور ناتاہل قبول ہے۔ اس کے علاوہ درجوں میں ترقی، عروج کی بندی اور باریکوں کی بکھ جو عالم کو اس راہ میں حاصل ہوتی ہے، جاہل کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں۔ وہ تجلیاں اور گہری باتوں کی سمجھ جو علم رکھنے والے سالک کو آسانی سے حاصل ہوتی ہیں، بے علم کا ان میں کیا حصہ ہے! ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازے اور اونچے مرتبے پر پہنچائے اور علم والے سے

بھی مرتبہ بڑھا دے۔ یہ ناممکن تو نہیں لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے بلکہ شاذ و نادر
 اے اللہ مجھے فائدہ دینے والا علم اور پوری کجھ اور عرفان تمام عطا فرما۔ اور جہالت و
 غفلت کی ہلاکت سے بچا۔ بے شک تورب ہے آگاہ اور میں بندہ غافل و جاہل
 ہوں۔ سب رحم والوں سے زیادہ رحم فرمانے والے اپنی رحمت سے میری یہ دعا
 قبول فرما۔ یہاں مجھے ایک حکایت یاد آئی جس کا لکھنا فائدہ مند معلوم
 ہوتا ہے۔ اپنے دادا اور مرشد حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز
 کی زبان فیض ترجمان سے میں نے سنا تھا کہ ایک دن حضرت مودود چشتی
 رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں ایک درویش آئے جن کی نسبت قوی تھی اور حال اچھا
 تھا۔ شہر والوں کا ایک بڑا گروہ ان کے کمالات کا معتقد ہو کر ان کی طرف رجوع
 ہو گیا۔ آخر شہر کے کچھ لوگوں نے حضرت مودود چشتی کے صاحبزادے کو ابھارا
 کہ یہ درویش ہمارے شہر میں کیوں آیا اور ہمارے شہر کے لوگوں کو اپنے کمال پر
 کس لئے رجوع کرتا ہے اب اسے اپنے شہر سے نکال دینا مناسب ہے۔ یہ
 مشورہ کر کے صاحبزادے کو آمادہ کیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ لیکن ان درویش
 کے کمال کی وجہ سے ان کو تکلیف دینے پر قادر نہ ہو سکے۔ صاحبزادے اس وقت
 کم سن تھے اور محض شہر والوں کے ابھارنے سے ان درویش کی مخالفت پر آمادہ
 ہوئے تھے اس لئے ان درویش نے صاحبزادے کو اپنے پاس بلا کر ان پر
 مہربانیاں اور عنایتیں کیں اور نصیحت کی بابا پہلے علم حاصل کرو اس کے بعد
 فقیری کا دعویٰ کرنا اس لئے کہ جاہل عبادت گزار شیطان کا چیلہ ہوتا ہے۔
 چونکہ ایک زمانے کی رہنمائی صاحبزادے کی تقدیر میں لکھی تھی اس لئے انہوں نے
 اس بزرگ کی نصیحت پر عمل کیا اور اپنے درجوں پر پہنچے۔

بیانچویں یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے کوئی نظر پڑے

تو تمہارا ہاتھ ہو اور اس کا دامن۔ اس سے نیاز مندی سے پیش آئیں اور اس کی خدمت کو دونوں جہاں کی سعادت جانیں لیکن اس معاملے میں پوری ہوشیاری اور جانکاری ضروری ہے کیونکہ اس زمانہ میں بہت سے رنگے پیار بھی پھرتے ہیں۔ کسی کی چکنی چٹری زبان اور مسٹھی مسٹھی باتوں سے دھوکہ نہ کھاتیں کیونکہ خدا کے خاص بندوں کا گروہ ہر زمانہ میں سرخ گندھک سے زیادہ کم یاب رہا ہے لہذا ضروری ہے کہ کسی کے مکر و فریب میں نہ آئیں اور گوشہ عافیت میں عبادت الہی کریں۔ آنے والے مہمانوں کی اپنی استطاعت کے مطابق خدمت و تواضع کریں اور اگر کوئی شخص کچھ مانگے تو اپنی وسعت بھر محروم نہ پھیریں۔ اپنے ذاتی کام کے لئے کسی دنیا دار کی چا پلوسی اور خوشامد نہ کریں کہ کاموں کا بنانا والا اللہ تعالیٰ ہے مگر دوسروں خاص طور سے اپنے دینی بھائیوں کے کام کے سلسلے میں ہر شخص کی لجاجت اور چا پلوسی کریں، اپنے اسکان بھر اس میں کوشش کریں اگرچہ اپنے آپ کو اس کام میں کوئی تکلیف اور نقصان بھی پہنچے تاہم اس سے درگزر نہ کریں کہ حکم ایسا ہی ہے اور تم بھائیوں پر اس چا پلوسی کی وجہ سے کوئی وبال نہیں۔

چھٹے یہ کہ آئیہ شریفہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (اللہ کی فرماں برداری کرو اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو) کے مضمون پر مطلع ہونے کے بعد عمل کرنا ضروری ہے یہی آیت ہمارے شیخ (خاتم الکابرین) شاہ آل رسول قدس سرہ کی وصیت تھی جھگڑوں کو ختم کرنے اور لڑائیوں سے دور ہونے کے لئے موجودہ دور کے محکموں میں ہتھمات نہ کریں بلکہ قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت و شریعت یعنی حدیث، فقہ، اصول اور تفسیر سے رجوع کریں اور ان کی روشنی میں معاملات طے کریں بیساکہ آیہ مذکورہ کے بعد دوسری آیت میں فرمایا گیا فذوقوا فی اللہ (پس لوٹاؤ تم اسے اللہ کی طرف)

پس شریعت مصطفویہ کی طرف رجوع کرنا اور لوٹنا واجب العمل اور عین ایمان ہے۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ میرے دل نے مجھ پر عتاب کیا اور جان نے پیچ و تاب کھایا کہ اپنے آپ کو نصیحت اور دوسروں کو نصیحت کی مشہور مثال کے مطابق اسے رو سیاہ کرنے کو نہ کیجی کی کی ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے بیٹھا اور اپنے آپ کو نصیحت کرنے کے قابل مجھ کو دوسروں کو سمجھانے بھانے کا دعویٰ کرنے لگا۔ یہ سب میرا سر شیطانی دوسرے جس نے تیرے دل میں جگہ کر لی ہے اور تجھے دوسروں کو نصیحت دینے پر ابھار رہا ہے۔ تجھے شیطانی پھندوں کی آگاہی نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تو نقصان اٹھائے۔ آئید شریعتہ یحبون ان یحمدو ابعاد یفعلوا (وہ دوست رکھتے ہیں اُسے کہ جو انہوں نے کیا نہیں اس پر ایسی سراہا جائے) اور آئید لم تقولون ما لا تفعلون (وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود کرتے نہیں) کا مضمون اپنے ذہن میں رکھو اور شیطان کے شر سے دور ہو جو تم کرتے ہو وہی کج رہو جو تم کہتے ہو وہی خود بھی کرو تا کہ لوگ تمہاری اس عادت کی تعریف کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غلط باتوں کو سراہا جائے اور تم اس بے ہودگی سے خوش ہو جاؤ۔ یہ بات اچھی نہیں۔ اسے عزیز تو ہمارا کام نہ دیکھ کہ ہم گنہگار ہیں۔ ہمارا کہنا سن کہ ہم شر مسار تو ہیں۔ بھلے ہی کوئی باب خراب اور آوارہ ہو پھر بھی وہ یہ نہیں چاہتا کہ بیٹا بھی خراب ہو جائے۔

اگرچہ میں نے حق کی اطاعت کے موتی نہیں پروئے اور گناہوں کی گرد اپنے چہرے سے نہیں جھاڑ سکا پھر بھی اسے کرم کرنے والے میں تیرے کرم سے ناامید نہیں ہوں کیونکہ میں نے ایک کو دو ہرگز نہیں کہا (یعنی کبھی شرک نہیں کیا)

ساقویں یہ کہ اپنے بچے دین پر اتنے سخت اور مضبوط ہوں کہ دوسرے

متعصب جانیں اس لئے کہ دین حق میں مضبوطی پسندیدہ بات ہے اور دین باطل پر مضبوطی حماقت اور بری چیز ہے۔ فقیروں، مسکینوں اور غریبوں سے محبت اور ہمدردی کریں۔ امیروں اور دنیا داروں سے دور بھاگیں۔ فاسق، قاجر، بدکردار، کافر اور مشرک سے اپنے آپ کو دور رکھیں خاص طور سے دین اسلام میں کھلم کھلا فاسق، کافر اور مشرک کی صحبت اور ان سے محبت کرنے سے دور رہیں کیونکہ بری صحبت مقناطیس اور لوہے کی مثل ہے یعنی بری صحبت بری عادت کی طرف ایسے کھینچتی ہے جیسے لوہے کو مقناطیس۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ۔

(مسلمان مسلمانوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں)۔

اس آیہ شریفہ پر عمل کریں تاکہ ہلاکت کے اندھے راستے سے نجات پائیں۔ دنیا داروں، امیروں، بادشاہوں اور سلاطین کی ملاقات سے، اگرچہ وہ نیک اور عادل بھی ہوں اور بھاگیں اس لئے کہ فقیروں کے لئے مالداروں کی صحبت زہر قاتل کا حکم رکھتی ہے کہ گھونٹ اترتے ہی ہلاک اور تباہ۔ اور عارف کے دل کو سیاہ کر دیتی ہے بلکہ دنیا داروں کے قلب کا سایہ بھی عارف کے قلب کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جبھی تو کہا گیا کہ لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں۔ کیا انہیں حضرت قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے منسوب قضا پر مقرر ہو جانے کا واقعہ نہیں معلوم! جب امام نے بغداد کے قاضی کا عہدہ قبول کر لیا تو ان کے دوست اور ہم مکتب ساتھی حضرت معروف کرخی قدس سرہ نے ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور فرمایا کہ میرے سامنے آیا کرو جس دن سے تم نے قاضی کا منصب قبول کیا ہے، میں ڈرتا ہوں کہ تمہارے دیدار سے میرا دل سیاہ نہ ہو جائے۔ اللہ اللہ یہ کیا مقام ہے اور کیا باتیں ہیں۔ امام ابو یوسف کا عہدہ قضا جو عدل و انصاف

کا نمونہ تھا، اس پر غور کرو اور حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر نظر کرو۔ جس دن سے امام ابو یوسف قاضی ہو گئے، شیخ معروف کرخی نے ان سے ملاقات کا یہ طریقہ طے کیا کہ جس وقت قاضی صاحب آتے، حضرت شیخ اپنے رہنے کی جگہ پر اندھیرا کر لیتے اور قاضی صاحب شیخ معروف کرخی کی بیٹھک کے پیچھے بیٹھتے ایک روز اس زمانہ کے بادشاہ نے قاضی ابو یوسف سے گزارش کی کہ میں آپ کے وسیلے سے شیخ معروف کرخی کے سلام کو حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ مجھے امید نہیں کیونکہ جب مجھ سے وہ اس طرح ملتے ہیں تو تمہارے بارے میں کیا کہوں بہر حال میں شیخ سے عرض کروں گا اور اگر وہ راضی ہو گئے تو تمہیں لے جاؤں گا ورنہ مجبوری ہے۔ ایک روز حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے باتوں باتوں میں بادشاہ کی گزارش بیان کی حضرت معروف کرخی نے ناگواری کے ساتھ فرمایا کہ اسے بھائی مجھے کیوں تکلیف پہنچانا چاہتے ہو۔ بادشاہ کی ملاقات سے ایمان ضائع ہو جائے گا ڈر ہے۔ غرض یہ کہ امام ابو یوسف نے بہت زیادہ اصرار کیا اور اونچ نیچ سمجھائی تو ان کی خاطر سے شیخ معروف نے اس شرط پر اجازت دی کہ بادشاہ حاضر خدمت ہو کر تمہاری (امام ابو یوسف) بیٹھک کے پیچھے بیٹھے اور تمہارے ذریعہ سے آہستہ آہستہ گفتگو کیے اور زیادہ دیر نہ بیٹھے۔ صرف سلام کر کے اور ضروری عرض کر کے چلا جائے۔ بادشاہ نے ان شرائط کو غنیمت جانا اور حاضر خدمت ہوا۔ سلام کے بعد عرض کیا کہ حضرت شیخ میری دعوت قبول فرمائیں۔ شیخ نے انکار فرما دیا اور کہا کہ میرے نزدیک میرے والد ماجد کے ترکہ کے علاوہ کوئی مال ایسا نہیں ہے جس کی زکات ادا کر دی گئی ہو اور جو حلال ہو۔ میرے والد کا حلال مال ہے اسی سے کھا رہا ہوں وہ مجھے زندگی بھر کو کافی ہے۔ اگر اس مال کے ختم ہو جانے کے بعد بھی میں زندہ رہا تو اس صورت میں اپنے استاد امام اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال سے قرض لے کر گزراوقات کرونگا کیونکہ میں اس مال کو بھی اپنے والد ماجد کے ترکے کی طرح حلال جانتا ہوں۔ صرف اتنا ہی کھایا کروں گا جو زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ کہہ کر ملاقات ختم کر دی اور بادشاہ کو رخصت کی اجازت دیدی اور خود عبادت میں مشغول ہو گئے۔

اے بھائی خدا تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا۔ مخلوق کو لازم ہے کہ دنیا

کی طرف (لاپنج کی) نظر نہ کرے۔ اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ دنیا داروں سے میل جول نہ بڑھائیں اور نہ ان سے محبت رکھیں ہاں اگر حق تعالیٰ کیلئے محبت ہو اور شریعت مطہرہ اس کی چھوڑے البتہ حاجت کے وقت بقدر حاجت معاملہ روا رکھے کہ اسے دنیا نہیں کہتے اور حقیقت میں یہ دنیا نہیں ہوتی جیسے مسکینوں اور غریبوں کی مدد کرنے، مسفر حج کے خرچ اور اللہ کے حقوق مثلاً زکات وغیرہ کے ادا کرنے اور بندوں کے حقوق جیسے اپنے بیوی بچوں ارشتہ داروں اور یتیموں کے خرچ پورے کرنے اور جس سے زندگی قائم رہ سکے اتنا مال اپنے لئے جمع کرنا کہ کہیں فرض ہے اور کہیں واجب اور کہیں مستحب اور کہیں سنت اور یہ دنیا نہیں اور نہ اس کا نام دنیا رکھتے ہیں۔ مولانا رومی قدس سرہ نے دنیا کی تعریف اس طرح سے کی ہے کہ دنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل نہ ہونا، کپڑے لٹے، چاندی اور بیوی بچوں سے پرہیز نہ کرنا پس حق تعالیٰ کے معاملے میں غفلت نہ برتی جائے کہ یہی دنیا ہے اور دنیا کی محبت خطاؤں کی جڑ ہے۔ ضروری ہے کہ اس سے نفرت کرے۔

آٹھویں یہ کہ خدا کی مخلوق کو نہ متائیں تاکہ خود بھی تکلیف نہ پائیں۔

حدیث شریف کے مطابق رحم کرنے والوں پر رحمان تبارک و تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔ رحم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والوں پر رحم کرے گا۔ رحم کرو تاکہ تم پر بھی رحم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، بیوی بچوں، مومنوں،

مومن، مسلمہ اور مسلم کے حقوق ادا کرنے کے بارے میں جو حکم دیئے ہیں ان پر عمل کرو اور ان سے نرمی اور مہربانی کا برتناؤ کرو اور اپنے اندر اچھی باتیں مثلاً محبت، خلوص، دوستی، مہم دردی اور احسان وغیرہ پیدا کریں اور بری باتوں مثلاً لڑائی، جھگڑا، نفاق، خود پسندی، غرور، جھوٹ، زنا، لواطت وغیرہ سے پاک صاف رہیں تاکہ صفت ملکوتی پیدا ہو اور حیوانی، شیطانی صفت دور ہو۔ بڑے اور چھوٹے گناہوں سے دور رہیں۔ بار بار چھوٹا گناہ کیا جاتا ہے تو وہ بڑا گناہ بن جاتا ہے۔ شریعت کے خلاف چلنے والا بدترین آدمی ہے۔ خدا کی پناہ ایسے آدمی کا خاتمہ برا ہونے کا ڈر ہے۔ اسے اللہ ہمیں برے فالتے سے محفوظ رکھے، بری بدعتوں اور دین میں اپنی طرف سے نئی نئی باتیں گڑھنے سے باز رہیں اس لئے کہ بدعتی، کھلے ہوئے فاسق سے زیادہ برا ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

ذویں یہ کہ فقیر کا سالانہ فاتحہ حاجے عرس بھی کہتے ہیں، ہر گز ہر گز تکلف سے نہ کریں اس لئے کہ تکلف شریعت میں منع ہے اور فقیر تکلف سے دور رہتا ہے جو کچھ میسر آئے اس میں تھوڑا سا اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کریں اور قرض میں پھنسیں اور فکر و تشویش کی بلا سے بچے رہیں اور عرس میں قرآن شریف، حدیث شریف، درود شریف اور کلمہ طیبہ کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کے علاوہ اور کوئی نیا کام نہ ہو جیسا کہ اس زمانہ میں رواج ہے روشنی کی کثرت، آتش بازی، پتھر پھینکیا جائے اور نا اہلوں کے سنوانے کے لئے قوالی ہر گز ہر گز نہ کریں اور اسی طرح بے ضرورت خرچ سے پرہیز کریں جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔ کلووا و اشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین (کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو و پس بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا) جس چیز کو شریعت منع کرے اسے چھوڑ دیں۔ اگرچہ فقیر سماع کا جوس

طرح سے کہ چشمہ سلسلے کے پرانے بزرگوں نے سنا ہے، منکر نہیں ہے اور کبھی کبھی مزارات اولیائے کرام کی مجالس میں حاضر ہو کر سماع سنا بھی ہے مگر چونکہ اس زمانہ میں عموماً سماع جواز کی شرائط کے ساتھ نہیں ہوتا، اس لئے مجبوراً چھوڑ دینے کے علاوہ کوئی اور علاج نہیں۔ سماع سنتے کی اہلیت اس پر آشوب دور میں مفقود ہے اور بقیہ شرائط بھی نہیں پائی جاتیں اس لئے مجبور ہو کر ترک سماع واجب اور ضروری ہے ورنہ ضرورت کے وقت اہلیت والوں کو رخصت بھی ہوتی ہے۔

دسویں یہ کہ خاتقاہ اور درگاہ کے اوراد و وظائف، قرآن مجید کی تلاوت، درود شریف خصوصاً دلائل النجرات، حصن حصین، حرز یمانی، حزب البحر، اسمائے اربعین، دعائے شمع، ریضہ خاندان برکاتیہ کے معمول کے مطابق ہمیشہ پڑھتے رہیں اور مسجد کی حاضری نہ چھوڑیں اور پانچوں وقت کی نماز یا جماعت ادا کریں اور ذکر و شغل اور مراقبہ کرتے رہیں اور خاندان برکاتیہ کے اس طریقہ کی ذرا سی بھی خلاف ورزی نہ کریں۔ اپنے ظاہر کو شرعاً شریف کے موافق اور باطن کو صوفیہ صافیہ کے موافق رکھیں، باجماعت نماز اور ماہ رمضان کے روزے بھی نہ چھوڑیں اور بغیر عذر شرعی ہرگز ہرگز ناغہ نہ کریں۔ اپنے مرشد بلکہ ان کی سب اولاد، بھائیوں اور رشتہ داروں اور غلاموں اور ہم وطنوں کی تعظیم و تکریم اپنے اوپر لازم جانیں اور اسی طرح کا برتاؤ اپنے والدین اور استادوں کے ساتھ رکھیں اور ان کے ساتھ حتی الامکان نیکی اور مہربانی کا برتاؤ کریں اور اپنے لئے ان سے دعائیں لیں۔ اپنے سے عمر میں بڑے اور بزرگ سے بات کرنے اور چلنے میں سبقت نہ کریں ہاں ضرورت اور مجبوری ہو، جیسے جماعت کی پہلی بجیر چھوٹ جانے کا ڈر، تو آگے بڑھ کر شامل ہو جائیں۔ اگر کوئی یزید یا اگر اپنا حال سنائے تو اسے پوری توجہ سے سنیں اور اس کے ساتھ ہمدردی اور نرمی رہیں

اس سے نفرت نہ کریں اور نہ ملے پر بل ڈالیں۔ غرض یہ کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری سے نزدیک اور نافرمانی سے دور رہیں۔ غیبت سب گناہوں میں بہت بری ہے اس سے پرہیز کریں۔

گیارہویں یہ کہ یتیموں، غریبوں، مسافروں، لونڈیوں، مغللوں، ضعیفوں اور معذوروں وغیرہ سے محبت سے پیش آئیں اور ان سے یہ کی اور احسان کریں کہ یہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت ہے۔ انہیں حقارت سے نہ دیکھیں اور ان سے سخت کام نہ لیں اور اگر (مجبوراً) لیں تو خود بھی ان کے شریک رہیں جو خود کھاتیں وہی انہیں بھی کھلائیں اور ہمیشہ اپنے خاندان کا لباس پہنیں اور وہ یہ کہ سر کے تمام بال منڈائیں کہ یہی بزرگانِ مادہ کی ہمیشہ عادت رہی اور اب بھی ہے اور دوپٹی ٹوپی یا گول ٹوپی جس کے دونوں کنارے یعنی گوشے لاکھ شکل تھوڑے کھلے ہوئے ہوں، سر پر اوڑھیں اور بدن پر خرقہ قادریہ پہنیں اور کمر میں سیلی اور سر پر عمامہ باندھیں۔ ستر گورت یا جامہ یا تہ بند سے کہ ٹخنے کھلے رہیں، چھپائیں اور دو گز لمبا دوپٹہ لاکھ کی صورت گلے میں ڈالیں۔ یا جامہ کے علاوہ یہ سارا لباس گیر دایا ٹاگیری خوشبو یا سیاہ یا دوسرے رنگ کا ہو تو بہتر ہے۔ کسم اور زعفران کے رنگ کا ہو حرام ہے، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، تصوف، سلوک اور دیگر شرعی کتابوں کے مطالعہ کی عادت ڈالیں اور ان کتابوں سے مناسبت پیدا کریں۔ دن رات کا اکثر وقت ان کاموں میں صرف کریں۔ شریعت اور طریقت میں اپنے آپ کو صرف مقلد سمجھیں۔ ان دونوں پسندیدہ طریقوں میں سے کسی میں بھی ہرگز ہرگز اجتہاد کا دعویٰ نہ کریں۔ شریعت میں حنفی اور طریقت میں قادری رہیں اور اپنے آپ کو انہیں حضرات کا مقلد جانیں ورنہ انجام خراب ہوگا اس لئے کہ اس زمانہ میں تقلید چھوڑنے کا انجام الحاد و زندقہ ہی ہے۔ شریعت میں امام اعظم اور طریقت میں حضور

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تعلق رکھیں حضرت پیر و متکبر کی غلامی ہرگز نہ چھوڑیں کہ سات پشت سے خاندان برکاتیہ مارہرویہ خالص غلامی خاندان غوثیہ سے نسبت رکھتا ہے اور ہم حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موروثی غلام اور نمک پروردہ ہیں۔ حضور غوثیت مآب کو جملہ اولیاء اللہ کا سرگروہ جانیں جیسے انبیاء میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ہے ویسے ہی اولیاء میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن کی شان جانیں مگر حضرت غوث اعظم خاتم ولایت نہیں ہیں۔ جیسا کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم نبوت و رسالت بھی تھے اور یہ اعتقاد رکھیں کہ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جملہ اولیائے کرام خواہ حضرت سے پہلے کے ہوں خواہ حضرت کے زمانے کے حاضر ہوں یا غائب سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔ غوث اعظم کا ارشاد ہے کہ میرا قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔ یہ کلمات حق حضرت نے اللہ کے حکم سے بحالت ہوش ارشاد فرمائے۔ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنی یہ بلند و بالا شان علانیہ ظاہر فرمائیں۔ یہ حکم تھا کہ جو اسے نہ مانے اس سے ولایت چھین لی جائے اور یہ جو آج کل کے بعض بنے ہوئے صوفی کہ ظاہر میں صوفی اور باطن میں باغی ہیں جنہوں نے صوفیوں کا لباس محض دکھاوے کے لئے پہن لیا ہے اور حقیقت میں صوفیائے کرام سے کوئی نسبت نہیں رکھتے یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ مقولہ ہمارے سردار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے ہوشی کی حالت میں آدا ہوا تھا پس معاذ اللہ اس قول کا کوئی بھروسہ نہیں اور ناقابل توجہ ہے اور بالفرض اگر اس قول کا اعتراف کیا بھی جائے تو اس مقولہ میں لفظ ولی اللہ سے اس زمانہ کے اولیاء بلکہ اس مجلس اور اس وقت کے اولیاء مراد ہوں گے جو اولیاء اس جلسے سے غائب تھے وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ یہ لوگ (بنے ہوئے صوفی) بغیر کسی ضرورت کے حضور غوث اعظم کے قول

کو تمام اولیاء پر لاگو کرنے کے بجائے کچھ خاص اولیاء پر لاگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ مقولہ تمام اولیاء پر نافذ کیا جائے تو حضور غوث اعظم کی افضلیت ان سے بڑھے ہوؤں پر لازم آتی ہے اور وہ اس طرح کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو چھوڑ کر کہ وہ حضرات تو تمام مخلوق فرشتوں، جن، انسانوں سے افضل ہیں، حضور غوث اعظم کی افضلیت اپنے سے پہلے والوں میں جملہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اور ائمہ اطہار پر ثابت ہوتی ہے اور اپنے سے بعد والوں میں سے بھی حضرت امام ہمدانی علی جدہ وعلیہ السلام پر جو روایات کے اعتبار سے افضل ہیں، ان پر بھی حضور غوث اعظم کی افضلیت نافذ ہوتی ہے لہذا لازم یہ ہے کہ اس زمانے کے اولیاء یا اس وقت کے اولیاء یا اس مجلس کے اولیاء مراد لئے جائیں کہ اس خدشے سے بچ سکا ہو۔ میں (حضرت ابوالحسن احمد نوری) کہتا ہوں کہ ان لوگوں (بناوٹی صوفیاء) کے مذکورہ بالا اقوال مردود ہیں اور ان کی بنیاد حماقت، گمراہی، مگستناخی اور بے ادبی پر ہے۔ ان لوگوں کا ولایت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر ان کو دلی مان بھی لیا جائے تو ایسے چھوٹے عقیدہ کی حالت میں ان کی ولایت شیخ صنعا وغیرہ کی طرح سلب ہو جائے گی۔ اگر کسی کو شبہ ہو اور کوئی یہ کہے کہ ایسے کلمات دوسرے بزرگوں نے بھی کہے ہیں اس میں غوث اعظم کی خصوصیت نہیں رہی۔ میں کہتا ہوں کہ اولاً یہ مقولہ کسی بھی بزرگ سے بحکم خدا حالت ہوش میں نرزد نہیں ہوا اور نہ ہوگا اس لئے کہ یہ صرف حضور غوث اعظم سے مخصوص ہے اور متقلین میں سے کسی نے بھی ان کلمات کی تصریح نہیں کی اور متاخرین زمانہ کے عدل و انصاف کا حال متقدمین کے مقابلے میں معلوم ہے کہ ذرہ اور آفتاب کی نسبت بھی نہیں بھتے لہذا ہم کس طرح ان کے مقولوں کی سچائی کا یقین کر سکتے ہیں؛ اور اگر ہم فرض بھی کریں تو بھی کسی اور سے یہ مقولہ تو متواتر نقل ہوا ہے اور نہ اولیاء جمہور نے اس کو

قبولیت کا درجہ دیا ہے لہذا اس پر نہ حجت کی جاسکتی ہے نہ اسے دلیل بنا سکتے ہیں اور نہ اس پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہمارے شیخ (حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مقولہ تمہور اولیاء اللہ کی تصانیف سے ہم تک پہنچا ہے۔ خصوصاً خواجہ بزرگ سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بالاتفاق سارے اولیاء ہند سے زیادہ شرف و بزرگی رکھتے ہیں اور فضیلت میں سب سے ممتاز ہیں، انہوں نے جب حضور (سرکار غوث اعظم) کا یہ مقولہ سنا تو اسی وقت خواجہ بزرگ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور اس حال میں ہی ارشاد فرمایا کہ حضور کا قدم میرے سر آنکھوں پر اور مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام اولیاء اللہ نے اس مقولے کو قبول کیا اور غوث پاک کی عظمت کا اعتراف کیا اور اطاعت کی گردنیں جھکا دیں اور اس قول کے خلاف نہیں گئے پس اللہ تعالیٰ کے تمام ولیوں بخصوص سلطان الہند کی تصدیق سے سرکار غوث اعظم کی فضیلت سب اولیاء کرام پر درجہ یقین تک سب پہنچ گئی۔

فائدہ حضرت سلطان الہند رضی اللہ عنہ کی اس بات کی سند میں کتاب تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر ہے جس کے مصنف عبدالقادر بن محی الدین اربلی ہیں جو انہوں نے اپنے مرشد و شیخ سید عبدالقادر غریب اللہ بن سید عبدالجلیل حسنی حسینی احمد آبادی کے حکم سے لکھی۔ اس کتاب کا گیارہواں باب حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا حضور غوث اعظم سے فیض پانے کے بارے میں ہے۔ قطب خلائق اور قدوة المشائخ امیر محمد حسنی نے لطائف الغرائب "میں قطب العالم نصیر الدین محمود (ان کی قبر کو اللہ تعالیٰ نورانی کرے) کی زبانی ذکر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور غوث اعظم نے فرمایا کہ میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کے گردن پر ہے تو سارے اولیاء اللہ نے اپنی گردنیں حضور غوثیت ماب کے قدم کے نیچے رکھ دیں

اور خواجہ معین الدین نے، جو اس وقت نوجوان تھے اور خراساں کے کسی پہاڑی غار میں دیانت اور مجاہدہ فرما رہے تھے، اس حکم الہی پر اطلاع پاتے ہی تمام اولیائے کرام سے پہلے پناہ سر جھکانے کی جلدی کی اور سر مبارک زمین پر رکھ کر فرمایا کہ "بلکہ حضور کے قدم میرے سر پر۔"

اللہ عزوجل نے یہ حال حضور غوث اعظم پر ظاہر کر دیا تو حضور غوث پاک نے خواجہ بزرگ کے بآئے میں اولیائے کرام کے مجمع میں ارشاد فرمایا کہ "ہاں قدم مبارک کے نیچے اللہ کے ولیوں اور دوستوں کے گردن رکھنے میں غیاث الدین کے بیٹھے یعنی (خواجہ بزرگ) بصفت کی لہذا وہ اپنی انکساری اور حسن ادب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہو گیا اور قریب ہے کہ ملک ہندوستان کی حکومت کی راگیں اس کے ہاتھ میں دے دی جائیں اور جیسا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ویسا ہی ہوا اور مولانا شیخ محمد جمال الدین سہروردی نے "سیر العارفین" میں لکھا کہ پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اکٹھا ہوئے اور حضور کی خدمت میں ستاون دن اور رات حاضر رہے اور حضور سے طرح طرح کے فیوض باطنی اور کمالات حاصل فرمائے۔ سید آدم نقش بندی نے "لکات الاسرار" میں ذکر کیا کہ حضرت شیخ نسیر الدین گنج شکر قدس سرہ کی مجلس مبارک میں اولیاء کرام کی گردنوں پر حضور غوثیت مآب کے قدم مبارک کے رکھے جانے کا ذکر چلا تو حضرت شیخ نسیر الدین نے فرمایا کہ اگر میں اس نہ مانے میں ہوتا تو حضور غوثیت مآب کا قدم اپنی گردن پر رکھتا اور منہ کے ساتھ یہ عرض کرتا کہ حضور کا قدم مبارک میری آنکھوں کی پتلی پر اور شیخ حسن قطنی کے پوتے شیخ نور اللہ نے "لطائف قادریہ" میں لکھا کہ خواجہ معین الدین نے سرکار غوث اعظم سے عراق طلب کیا تو حضرت غوث نے فرمایا کہ عراق تو ہم نے (حضرت شیخ) شہاب الدین عمر سہروردی کو دے دیا اور تم کو ہم ہند دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

خاندان صابری حشمتی کے عزیزوں میں سے ایک عزیز نے اس ارشادِ غوثیہ کے متعلق ایک روز مجھ فقیر سے کہا کہ کلیہ کے اپنے سب جنایات کو یعنی جملہ اولیاء اللہ، حضورِ غوثِ اعظم سے اگلے ماحضور کے زمانے والے اور حضور کے بعد والوں سب کے لئے (ان کے سوا جو مستثنیٰ ہیں) اس ارشادِ گرامی کے یہ معنی لینا اچھا ہے کہ جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معہ حضرت علی علیہ السلام کے کہ وہ پھر دوبارہ تشریف لائیں گے اور یہ سارے انبیاء بالاتفاق جملہ مخلوقات سے افضل ہیں ان کے استثناء کے بعد اگلوں پر حضورِ غوثِ اعظم کا قدم (صحابہ کرام اہل بیت وائمہ کرام) پر ایسے ہے جیسے بیٹے کا قدم باپ پر اور جو حضورِ غوثیت مآب کے ہم عصر ہیں ان سے لیکر سب پچھلوں پر ایسے ہے جیسے باپ کا قدم بیٹے پر یعنی پہلی صورت میں قدم کو ایسے جانے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو شفقت سے اس کی سعادت مندی اور نیک بختی کی وجہ سے اپنے کندھے پر بٹھالے اس صورت میں باپ پر بیٹے کی فضیلت لازم نہیں آتی جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بت توڑنے کے لئے اپنے مبارک کندھے پر بٹھایا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے مبارک کندھوں پر سوار کرتے تھے وہی مثل یہاں ہے اور دوسری صورت میں قدم کو ایسے جانے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے قدم کو اس کے بلند مرتبہ اور رتبہ کی زیادتی یا اس کی تعظیم اور بزرگی کے لئے اپنے سر پر رکھ لے اس صورت میں البتہ باپ کی فضیلت بیٹے پر ہے اور یہی فضیلت یہاں مقصود ہے پس اس تاویل کے لحاظ سے اس ارشادِ غوثیہ کو عام کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ یہاں پر ان عزیز کا قول ختم ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ تاویل بھی ممکن ہے مگر اس کی کوئی حاجت نہیں ہے کیونکہ غوثِ اعظم کا ارشاد ہے قدمی هذا علی قبۃ کل ولی اللہ۔ اور سارے پیغمبر مع علی علیہم السلام لفظ انبیاء اور رسول

سے مشہور ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین لفظ صحابہ سے معروف اور اہل بیت عظام لفظ اہل بیت سے موسوم اور ائمہ اہل بیت علیٰ جدہم وعلیہم السلام لفظ امام سے معروف ہیں اور کلمہ ولی اللہ ان سب بزرگان دین پر لاگو ہوتا ہے جو ان کے بعد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کہے جاتے ہیں پھر جب ایک جماعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صحبت سے مشرف ہوئی تو انہیں تابعین کہنے لگے، جو ان کے بھی بعد تھے انکو تبع تابعین اور ان کے بعد والے خواص امت کو زاہد عابد کہنے لگے اور خواص قوم صوفیہ اور تصوف کے نام سے مخصوص ہوئے۔

ادریہ نام دوسری صدی ہجری کے بعد رائج ہوا۔ حضرت ابوباکشم سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں مونی کہا گیا لہذا ولی اللہ کے لفظ سے بغیر کسی تاویل کے یہ سب یعنی انبیاء و صحابہ و اہل بیت و ائمہ سب کے سب خود بخود مستثنیٰ ہیں۔ تنبیہ بعض احمق حضرت محبوب الہی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کو حضور پر نور محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں کہ اس جگہ ذات سے نسبت ہے اور یہاں صفات سے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب پاک روح اللہ ہے اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب مبارک روح الحق ہے یہاں کیا کہیں گے اور تحقیق یہ ہے کہ محبوبیت ذاتیہ کا یہ مقام تمام محبوبوں کے سرور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے کسی دوسرے کو اس اعلیٰ مقام سے کوئی حصہ ملا ہے وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محوِ نیت کا عکس اور سایہ ہے حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب حبیب اللہ ہے جو نفس ذات کی طرف نسبت ہے جب اس عکس ہمارے آقا سیدنا خوث اعظم پر جگمگایا تو آپ نے اپنا لقب محبوب سبحانی رکھا جس کا بھید جاننے والوں سے چھپا ہوا نہیں ہے حضور خوث اعظم کے بعد جب حضرت محبوب الہی کو بھی اس نعمت کے دریا سے حصہ ملا تو آپ نے صفات کی

طرف نسبت کو پسند نہ کیا کہ حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے برابری کا خیال پیدا نہ ہو بلکہ ذات کی جانب نسبت کی کہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برابری کی تو ہرگز ہرگز کوئی صورت میسر نہیں جیسا کہ منبر اقدس کی میٹھیوں کے لئے وارد ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی میٹھی پر قیام فرماتے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوسری میٹھی اختیار کی اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تیسری میٹھی پسند کی اور جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو آپ پہلی ہی میٹھی پر تشریف لے گئے صحابہ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ کوئی اور میٹھی نیچے تھی نہیں اگر آخری میٹھی پر کھڑا ہوتا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے برابری کا خیال پیدا ہوتا اور دوسری میٹھی پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ اب چونکہ میں پہلی میٹھی پر چلا گیا تو کسی کو بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کا خیال پیدا نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ یہ کہ جب صوفیہ کے نزدیک تمام صفات عین ذات ہیں تو دونوں نسبتوں کا حاصل ایک ہی ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس قسم کی باریکیوں کی وجہ سے حضرت محبوب الہی کو حضور پر نور محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ پر فضیلت کلی دینا بڑی نادانی ہے کہ تمام اولیائے کرام سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کی فضیلت جلیا پر متفق ہیں تو اجماعی مسئلوں کو اس طرح نہیں توڑا جاسکتا جس طرح کہ ان مبارک لقبوں کی وجہ سے ہر دو محبوبوں کو صحابہ کرام اور اہلبیت عظام پر فضیلت نہیں دی جاسکتی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دوسرا حصہ

اہل سنت کے عقیدوں میں

اے عزیز۔ اللہ تعالیٰ تیری اصلاح فرماتے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ عقیدہ کی درستگی ہر کام کی جڑ ہے۔ عقیدہ کی خرابی خدا سے جہاد کے غضب کا سبب اور دوزخ میں جانے کا راستہ ہے۔ اللہ پناہ دے کہ وہ عزت و مغفرت والا ہے خراب عقیدہ رکھنے والا کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرے مامنزل کو نہ پہنچ سکے گا اور وہ اس شخص کی طرح ہے کہ کعبہ کا ارادہ کرے اور پیٹھ کعبہ کی طرف کرے کہ جتنا بھاگے گا کعبہ سے دور ہی ہوتا جائے گا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر کسب سے پہلے انسان اپنے تمام عقیدے مذہب اہلسنت کے مطابق درست کرے اور سچا سنی بن جائے پھر اس کے بعد باطن کی طرف توجہ دے کہ اس راہ میں قدم ڈالے کیونکہ خدا تعالیٰ تک رسائی اہلسنت کے عقائد اختیار کئے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اس فقیر (ابو الحسن احمد نوری) نے اس سلسلے میں ایک مختصر سہ لکھا ہے جو فائدہ پہنچانے کے اعتبار سے مکمل ہے۔ اس رسالہ کا نام "العسل المصنوع فی عقائد ارباب سنت المصطفیٰ" ہے۔ ہم اس جگہ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے متن "تکمیل الایمان" سے کچھ اخذ کر کے تحریر کریں گے تاکہ ہماری کتاب اس اہم ترین ذکر سے خالی نہ رہے۔ اللہ

تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

پہلا نور تمام چیزوں کی حقیقتیں ثابت ہیں۔ عالم نوپید ہے اور فانی ہے۔ اس کا ایک بنانے والا ہے جو قدیم۔ واجب الوجود حی۔ قدرت والا۔ عالم ارادہ فرمانے والا۔ تکلم فرمانے والا۔ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اس کی صفات قدیم ہیں۔ اس کی ذات کے ساتھ کسی حادث کا قیام نہیں۔ وہ نہ جسم ہے جو ہر نہ صورت والا ہے نہ ترکیب والا۔ نہ شمار میں آسکے۔ نہ حد میں ہے نہ مکان میں ہے نہ زمان میں ہے۔ نہ اس کی مثل ہے نہ مشابہ۔ اس جیسا کوئی نہیں۔ اس کے برابر کوئی نہیں اس کا کوئی مددگار ہے نہ ناصر اور نہ وہ کسی غیر سے تمام صفات کمال سے متصف اور عیب و زوال کی ہر صورت سے پاک و صاف ہے۔ قیامت میں انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کا دیدار ہوگا۔ وہ تمام چیزوں کا پیدا فرمانے والا اور ان کا انتظام فرمانے والا ہے۔ اس پر کوئی چیز واجب نہیں۔ اس کے سوا کوئی حاکم نہیں اور نہ اس کے کام کی کوئی غرض۔ وہ چیز اچھی ہے جسے شرع اچھا کہے اور وہ چیز بری ہے جسے شرع برا کہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فرشتے بھی ہیں جن کے دو دین تین اور چار چار ہیں انہیں میں سے جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقام معلوم ہے۔ وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جس کا انہیں حکم دیا ہے۔ وہی کرتے ہیں جس کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کی بہت سی کتابیں ہیں جو اس نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں انہیں میں سے تورات، انجیل، زبور اور قرآن ہیں۔ وہی بندے کے تمام افعال کا خالق ہے تو کفر اور گناہ اسی کے ارادے اور تقدیر سے ہے (مگر) بندوں کے کفر کو پسند نہیں فرماتا۔ وہی جسکو چاہتا ہے راہ راست پر چلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ فرما دیتا ہے۔ قبر کا عذاب کافر اور فاسق کے لئے

ہے اور اطاعت کرنے والوں کے لئے عیش ہے جس کو اللہ جانتا ہے اور جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ منکر نکیر کا سوال برحق ہے۔ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا برحق ہے اعمال کا تولد جانا برحق ہے۔ کتاب برحق ہے حساب برحق ہے۔ سوال برحق ہے جواب برحق ہے۔ صراط برحق ہے۔ شفاعت برحق ہے۔ جنت و دوزخ برحق ہے (الغرض) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں اور آخرت کے حالوں میں سے جس چیز کی خبر دی، برحق ہے۔ عذاب دیکھ کر ایمان لانا مقبول نہیں۔ گناہ کبیرہ مسلمان کو ایمان سے نہیں نکالتا اس کے مرتکب مسلمان ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے اگرچہ بغیر توبہ مریں۔ اللہ تعالیٰ شرک کو نہ بخشتے گا اس کے علاوہ جو چاہے اور جسے چاہے بخشتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو رسول بنا کر انسانوں کی طرف بھیجا جو انہیں خوش خبری دیتے اور ڈر سناتے ہیں۔ سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ سارے نبی (بہتر یہ ہے کہ ان کی تعداد مقرر نہ کرے۔) حق کے احکام پہنچانے والے اور سچی بات کہنے والے تھے۔ انبیاء معصوم ہیں۔ سب نبیوں سے افضل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ ساری مخلوق کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے کامل اور آپ کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہے آپ کی امت تمام امتوں سے افضل امت ہے۔ آپ کو بیداری کی حالت میں آسمانوں پر اور پھر جہاں تک اللہ نے چاہا معراج حق ہوئی۔ آپ کے اصحاب تمام امت سے افضل ہیں۔ ان کا فضل خلافت کی ترتیب پر ہے۔ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے ان کے بعد عشرہ مبشرہ میں سے جو باقی رہے (یعنی) ابو عبیدہ بن الجراح، ۲۔ سعید بن زید، ۳۔ سعد بن ابی وقاص، ۴۔ عبدالرحمن بن عوف، ۵۔ زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ پھر اہل بدر پھر اہل احد پھر اہل

بیعتہ الرضوان۔ حضرت فاطمہ تمام عورتوں کی سردار ہیں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تمام عینی جوانوں کے سردار ہیں بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سال تک خلافت رہی پھر سلطنت اور امارت ہو گئی۔ ہم صحابہ کرام کا ذکر بھلائی کے ساتھ کریں گے۔ مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے اور وہ ٹھیک بھی رہتا ہے انسانوں میں جو رسول ہیں، فرشتوں کے رسولوں سے افضل ہیں اور فرشتوں کے رسول عام مسلمانوں سے افضل ہیں۔ اولیاء اللہ کی کرامتیں برحق ہیں مگر وہ کسی نبی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ بندہ ایسے کسی مقام پہنچ سکتا کہ امر وہی اٹھ جائے مردوں کے لئے دندل کا دعا کرنا اور ان کے لئے صدق بنانا نہیں فائدہ پہنچاتا ہے۔ جان جاؤ کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول کرنے والا اور عاجزوں کو پورا فرمانے والا ہے۔ کسی گناہ کو حلال جاننا خواہ صغیر ہو یا کبیرہ اور اسے ہلکا جاننا کفر ہے۔ شریعت کا مذاق اڑانا اور اس کی توہین کفر ہے۔ غیب کی خبر دینے والے بخومی کی تصدیق کرنا کفر ہے! اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔ اس کے عذاب سے بے خوف رہنا کفر ہے۔ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب فرمانے والا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بخشتا لا رحیم ہے

دوسرا نور ہم نبیوں کا اعتقاد ہے کہ علم غیب بالاستقلال ذات باری عز وجل کے ساتھ فاص ہے اور جو کچھ علم غیب نبیوں اور ولیوں کو حاصل ہے وہ ذاتی نہیں بلکہ خدا سے برتر کا عطا کیا ہوا ہے۔ ہر عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے مگر اس کا سننا اور دیکھنا کان آنکھ کا محتاج نہیں۔

تیسرا نور ہمارا عقیدہ ہے کہ سوائے نبیوں کے کوئی دلی بھی معصوم نہیں اگرچہ وہ قطبیت یا غوثیت کا درجہ رکھتا ہو چاہے صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم بھی معصوم نہیں ہیں مگر یہ حضرات اور اللہ کے تمام ولی غیظ کھلاستے جلتے ہیں۔

چوتھا نور نبی کی خبر اللہ تعالیٰ کی خبروں کی طرح یقیناً یقین پیدا کرتی ہے

اور اسی کی تصدیق کا نام ایمان ہے۔ جو شخص ان میں سے کسی خبر کا انکار کرے وہ کافر ہے مگر یہ کہ اس خبر کا ثبوت نبی سے ظاہر بھی ہو البتہ دل کی خبر ایسی نہیں اگرچہ اس کا انکار بھی ثبوت کے بعد نہ ہر قائل ہے مگر کفر اور تدا نہیں۔ نبی کی خبر قطعاً حق ہے کہ اس میں غلط بیانی کا اندیشہ بھی نہیں۔

پانچواں نور سالک کو جو چیز خواب میں یا کوئی واقعہ یا مراقبہ میں بطور کشف حاصل ہو اس کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر جانچے۔ اگر مطابقت پائے تو اس پر یقین لے ورنہ اس سے باز رہے اور اس کی جانب توجہ نہ کرے۔ اسے خواب و خیال اور شیطانی وسوسہ جانے۔

چھٹا نور کسی شخص پر لعن نہ کرو اگرچہ وہ کافر و مشرک ہو اس لئے کہ خاتمہ کا حال معلوم نہیں یا اگر موت کے بعد وہ عند اللہ لعنت کا مستحق ہو تو ٹھیک ورنہ تیری لعنت تیری ہی جانب لوٹے گی ہاں کافر اور مشرک پر لعنت کدنا مہلک ہے۔

یہ جان لو کہ لعنت کے معنی یہ ہیں کہ اے خدا فلاں کو اپنی رحمت سے دور رکھو اور اے اپنی رحمت سے محروم رکھ کہ آخرت میں اسے تیری رحمت کا کوئی حصہ نہ ملے۔ رحمت سے اس قسم کی دوری تو کافروں اور مشرکوں کے ہی لئے ہے لہذا خاتمہ کا حال جانے بغیر کہ ایمان پر مرایا کھر پر لعنت کرنے میں کیسے جرأت کی جاسکتی ہے۔

ساتواں نور اسلام کے ارکان پر پابندی سے عمل کرو۔ روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ ادا کرو اور جماعت اہل سنت کے عقیدوں پر مضبوطی سے جمے رہو کہ ہر فرقوں میں سے یہی فرقہ نجات پائے گا باقی سب دوزخی ہیں۔

امام ابو حنیفہ کوئی سے دریافت کیا کہ اہل سنت و جماعت کی کیا علامت ہے، فرمایا تم ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو افضل جانو اور حضرت

عثمان غنی اور حضرت مولیٰ رضی اللہ عنہما سے محبت رکھو اور موزوں پر مسیح کو جائز جانو۔
یعنی ختین (پہر دو آخر) کا فضل بخین (پہر دو اول) کے فضل سے کم ہے مگر محبت
چاروں سے دکھنا ضروری ہے۔ فقیر کے جد اعلیٰ سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ
نے "بیع سابل" میں یہی تحقیق فرمائی ہے۔

اٹھواں نور اس پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے کہ تمام بنی اور رسول علیہم الصلوٰۃ
السلام نبوت سے پہلے بھی کفر، شرک، جھوٹ، الزام دہی سے
پاک رہے ہیں اور نبوت کے بعد قصداً ہر گناہ سے اگرچہ صغیرہ ہو اور شریعت کے
احکام پہنچانے میں بھول اور غلطی سے پاک ہیں۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتیاں اور
رحمتیں ہوں۔

نواں نور کوئی دلی کسی بنی کے مرتبے کو نہ پہنچا نہ پہنچے گا اور نہ وہ پہنچ سکتا
ہے چاہے وہ قطب الاقطاب یا ثنوت و صدیق ہی کیوں نہ
ہو۔ کوئی مکلف موت سے پہلے تکالیف شرعیہ سے آزاد نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ بنی،
دلی یا مرسل ہو جیسا کہ آیت کریمہ "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" سے
ظاہر ہے اس لئے کہ علمائے دین نے اس جگہ یقین سے مراد موت لی ہے کہ موت
کے بعد ہی وہ یقین حاصل ہو سکتا ہے جو آزادی کا باعث ہو اور انسان کو تکالیف شرعیہ
سے نجات دے۔ صوفیہ صافیہ بھی عقیدوں میں علمائے ظاہر کے خلاف نہیں جوتے
بلکہ انہوں نے تصوف کی پہلی شرط اہل سنت کے تمام عقیدوں پر اعتقاد لانا قرار
دی ہے اور وہ جو بعض نام نہاد جاہل صوفی کہتے ہیں کہ یہ مقام یقین اولیاء اللہ کو
زندگی میں بھی حاصل ہو جاتا ہے اور انہیں تکالیف شرعیہ سے آزاد کر دیتا ہے۔
یہ شیطانی دوسرہ ہے جو صرف گمراہی، بیوقوفی، جہالت، خود نمائی اور خود رانی سے
پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ائمہ سلف کے اقوال کو چھوڑ شیطان کے مشورے

پر عمل کرتے ہیں اور زندقہ ہو جاتے ہیں اور روزہ نماز وغیرہ ارکان اسلام کو ترک کر دیتے ہیں اور گمراہی کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ دیکھو بنی صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق سے افضل ہیں انہوں نے بھی دنیوی زندگی میں تکالیف شرعیہ سے معافی نہ چاہی تو جنہیں ذرہ سے آفتاب والی نسبت بھی نہیں وہ یہ ڈینگیں کیوں مارتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں شیطان اور اس کے وسوسوں سے بچا برحمتک یا ارحم الراحمین

دسوال نور تمام آسمانی فرشتے جیسے جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور کر وین اور اسماعیل جو آسمان دنیا کے سردار ہیں اور دوسرے فرشتے جن کی تعداد اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور دنیاوی فرشتے جیسے کراماتین اور حفاظت کرنے والے فرشتے کہ ہر آدمی کے ساتھ جن اور بلاؤں سے حفاظت کے لئے مقرر ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

لہ معقبات من بین ید یدہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ (انسان کے ساتھ رہنے والے ہیں اس کے سامنے اور پیچھے جو حفاظت کرتے ہیں اس کی حکم الہی سے)۔ یہ سب ہر طرح کے گناہ سے پاک ہیں۔ ہاروت و ماروت کے متعلق جو قصہ کلام میں مشہور ہے اور بعض تفسیر کی کتابوں میں بھی ہے علماء محققین کے نزدیک اس کی کوئی اصلیت نہیں جیسا کہ امام قاضی عیاض کی شفاۃ اور اس کی شرحوں سے معلوم ہوتا ہے اور نص الکلمات بیاض حضرت جد اعلیٰ شاہ حمزہ قدس سرہ میں تفسیر زاہدی سے جو نقل کیا ہے کہ فرشتوں کی دو قسمیں ہیں نوری اور تاری پہلی قسم گناہ سے پاک ہے اور دوسری قسم سے گناہ ممکن ہے یہ اس اصطلاح پر مبنی ہے کہ جن کی ایک قوم کو فرشتہ بھی کہتے ہیں۔ اسی پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہ قول محمول ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا اس لئے کہ قرآن عظیم کی نص قطعی موجود ہے۔ حکان من الجن ففسق عن امر ربہ۔

گیاڑواں نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں پھر حضرت ابیہیم پھر حضرت موسیٰ علیہم السلام ہی قول مشہور ہے پھر تمام بنی سارے فرشتوں سے افضل ہیں۔ اکثر اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہی قول معتبر ہے۔ افضلیت کے معنی یہ ہیں کہ ثواب کرامت اور قرب الہی میں دوسرے سے زیادہ ہوں۔ فرشتوں کے رسول اولیاء انسان سے افضل ہیں اور اولیاء انسان باقی فرشتوں سے افضل ہیں۔ آداب المرشدین میں ہے کہ صوفیائے کرام نے اسی پر اتفاق کیا ہے کہ انسانوں کے رسول تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر ملائکہ کو مومنین انسان پر فضیلت دینے میں اختلاف کیا ہے۔ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اور اسی ترتیب پر خلافت واقع ہوئی۔

بارہواں نور اہل جنت میں تمام عورتوں میں سب سے افضل حضرت فاطمہ خدیجہ عائشہ مریم اور آسیہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ "قسطلانی" میں شیخ تقی الدین کا مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت عائشہ اور ایک قوم نے حضرت عائشہ کو سب سے افضل بتایا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ عائشہ کا فضل دیگر عورتوں پر ایسا ہے جیسا ثرید کا فضل دوسرے کھانوں پر، اور ایک قوم نے حضرت خدیجہ کو فضیلت دی ہے کہ آپ ہی سب سے پہلے حضور پر ایمان لائیں، ایک قوم حضرت مریم کو سب سے افضل بتاتی ہے کہ ارشاد ربانی ہے فضلتک علی نساء العالمین لیکن ان میں سے کوئی دلیل قطعی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو افضل جانیں اور ایک دوسرے کی فضیلت پر کوئی کلام نہ کریں۔

تیسرا سوال نور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ افضلیت خلافت کی ترتیب پر ہے ، غلط ہیں بلکہ خلافت افضلیت کی ترتیب پر ہے اور اسی

طرح واقع ہے یعنی ہر افضل دوسرے سے خلافت میں مقدم رہا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ان کی افضلیت اسی طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں موجود تھی حالانکہ اس وقت ان میں سے کوئی خلیفہ نہیں تھا اور جب حضور کی حیات ظاہری کے بعد اسی ترتیب معلوم پر وہ حضرات خلیفہ ہوئے تو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ خلافت افضلیت کی ترتیب پر واقع ہوئی نہ کہ افضلیت خلافت کی ترتیب پر چنانچہ یہ بات پچھی ہوئی نہیں ہے۔ لے اللہ ہمیں برے کاموں سے بچا۔

چودھواں سوال نور دین کا مذاق اڑانا کفر ہے اسی طرح احکام دین کو معمولی سمجھنا جیسے آزاد طبیعت دار بھی اور غلامی پر ہنستے ہیں۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

پندرہواں سوال نور اس زمانہ (۱۲۲۹ھ) میں ہندوستان میں ایک گمراہ فرقہ پیدا ہوا جس کی شروعات بدعت اور ایک دوسرے کو روکا سے ہوتی ہے اور اس کا انجام الحاد و زندقہ ہے۔ عرب میں اسے وہابی کہتے ہیں جو ابن عبد الوہاب نجدی سے منسوب ہے۔ یہ ایک شیطان تھا جو عرب شریف میں پیدا ہوا تھا۔ ہرگز ہرگز اس گمراہ فرقہ سے میل جول نہ رکھیں اور اس مکار گروہ کی پہچان کے لئے بس یہی کافی ہے جو ہم کہتے ہیں کہ یہ فرقہ رافضیوں کا چچا ہے۔ رافضی صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور یہ وہابی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس بلکہ خدا کے عزوجل کی بارگاہ میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ سے جھوٹ بولنے کا امکان اور علم و صدق و غیرہ صفات الہیہ کو اختیار ہی مانتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس فرقہ سے۔ اس فرقہ کی آخری کوشش کا نتیجہ فرقہ پنچریہ ہے۔ ابلیس کی بد معاش

ماں نے ایک بڑی پیداکی۔ جب تک وہ کم عمر رہتی ہے اسے وہابی کہا جاتا ہے اور جب بالغ ہوتی ہے اور الحاد کا خون اس کی رگوں میں جوش مارتا ہے اور وہ اپنے شوہر کفر کا منہ دیکھتی ہے تو نیچریت کہی جاتی ہے۔ ان دونوں فرقوں سے بہت دور رہنا ضروری ہے کہ کالے سانپ اور راستہ بھٹکانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کی صحبت سے اپنی امان میں رکھے آمین۔

مقرر کئے ہوئے اور عادت میں لئے ہوئے کام کے خلاف
سولہواں نور کا نام کرامت ہے مثلاً اوپر چڑھنے کے لئے انسان ہمیشہ

میرٹھی کو کام میں لاتا ہے اگر کوئی شخص بغیر میرٹھی کے اوپر چلا جائے تو خلاف عادت ہوگا۔ اس کی کئی قسمیں ہیں معجزہ ۱۔ ۲۔ ارہاس ۳۔ کرامت ۴۔ معونت ۵۔ استدراج ۶۔ اہانت اس کا ظہور یا مسلمان کے ہاتھ سے ہوگا یا کافر کے پہلی صورت میں اگر

اس خرق عادت کا ظہور نبوت کے زمانے میں ہو تو یہ معجزہ ہے اور اگر نبوت سے پہلے ہے تو ارہاس جو ولی سے ظاہر ہوا سے کرامت کہتے ہیں جس کا ظہور عام آدمی

سے ہو وہ معونت ہے اور کفر کی صورت میں اگر وہ اس کی مراد کے مطابق ہوا تو استدراج ہے ورنہ اہانت۔ جیسا کہ میلہ کذاب سے کہا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جس بچے کے سر پر ہاتھ لگا دیتے ہیں اس سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ اس نے بھی ایک بچے کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا وہ ختم ہو گیا۔ ملعون سے لوگوں نے کہا کہ پیائے

مصطفیٰ علیہ السلام کھاری کنوئیں میں لعاب اقدس ڈال دیتے ہیں تو وہ میٹھا ہو جاتا ہے اس نے میٹھے کنوئیں میں اپنا لعاب ڈالا تو کھاری ہو گیا۔ ملعون نے سنا کہ مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اندھے کی آنکھ پر ہاتھ رکھا تو اسے دکھائی دینے لگا۔ اس نے کانے کی آنکھ پر ہاتھ رکھا تو اس کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔ الغرض اہانت

اور اس کے غیر میں فرق کرنا کچھ مشکل نہیں۔ اسی طرح استدراج اور معجزہ میں فرق

بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ بالفرض اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو ہرگز کوئی غر
 عادت اس کے ہاتھ سے ظاہر نہ ہو اور اگر دنیا بھر کے جادو گروں کا استاد ہو تو اس کا جادو
 ایک دم ختم ہو جائے اور ہرگز کوئی چیز نہ دکھائے کہ ہاں اگر وہ الوہیت کا دعویٰ کرے تو تمام
 چیزیں بڑھ چڑھ کر ظاہر ہوں اور عجیب باتیں دکھائے کہ دیکھنے والوں کی عقل حکم میں آجائے
 چنانچہ دجال سے یہ سب چیزیں ظاہر ہوں گی کہ پہلے تو وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور اس
 کے تمام استدراجات ختم ہو جائیں گے پھر الوہیت کا مدعی ہو گا اور شعبدے وغیرہ دکھائے
 گا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نبی کی نبوت پر حجت الہی معجزہ ہی سے قائم ہوتی ہے اگر کوئی
 جھوٹا نبوت کا دعویٰ کرے خرق عادت دکھائے تو پھر کچے اور جھوٹے کافرق ہی مٹ
 جائے اور تمام شریعتوں کا کام درہم درہم ہو جائے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی الوہیت
 کا دعویٰ کرنے والا سر سے پیر تک خرق عادت بن جائے اور مشرق و مغرب کو ہزاروں
 خلاف عادت امور سے بھر دے تو یہاں عقل خود گواہ ہے کہ یہ معبود نہیں ہو سکتا واللہ
 رب العالمین۔ ہاں کرامت اور استدراج میں فرق مشکل ہے۔ یہاں پر کوئی صرف
 یہی ہے کہ جس شخص کو شریعت محمدیہ پر عمل کرنے والا اور قائم رہنے والا پائیں اور اس
 سے خرق عادت ہو تو اسے کرامت سمجھیں اور جو شخص شریعت سے بیزار ہو تو اس سے
 خرق عادت کو استدراج جانیں۔ الغرض خارق عادت وہ چیز نہیں جو صرف اولیاء اللہ
 کے ہاتھوں ظاہر ہو بلکہ نیرولی سے بھی صادر ہو سکتی ہے جیسا کہ فرقوں کے جادو گروں سے
 ظاہر ہوا۔ استدراج سخت ریاضت اور ترک دنیا سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ ہندو
 جوگی، یہودیوں اور عیسائیوں کے راہب کرتے ہیں۔ دیوانوں اور عقل کے بیگانوں سے
 بھی خرق عادت ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے عالم علوی کے پردے اٹھ جاتے ہیں یہ سب خدا
 کے حکم سے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ ہر خرق عادت پراعتبار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس
 کا مدار شریعت پر ڈٹے رہنے اور اللہ تعالیٰ سے دل کی ارادت پر ہے جو خدا

سے محبت کرتے ہیں اور شریعت پر قائم رہتے ہیں ان کی محبت سے خدا کی یاد آتی ہے اور دل دنیا کی محبت سے اُچاٹ ہو جاتا ہے۔ یہ سارا تذکرہ اس لئے کیا گیا کہ ہمارے بھائی کو بکھیں اور غلطی میں نہ پڑیں۔ خفا ظلت اللہ کے اختیاریار میں ہے۔ اس جگہ اپنے دادا اور مرشد (شاہ آل رسول قدس سرہ) کی دو تین کرامتیں جو میں نے خود دیکھیں نقل کرتا ہوں۔ اول یہ کہ روح مبارک کے پرواز کرنے کے بعد آپ کے مبارک ہونٹوں کی حرکت بند نہ ہوئی اور یہ آپ کی وہ حالت تھی جو اسم ذات پڑھنے کی وجہ سے معمول بن گئی تھی اور حیات مبارکہ میں آپ کی عادت تھی۔ میں نے سر اور ٹھوڑی کو رومال سے باندھ دیا تھا مگر اس سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ آخر کار میں نے دل سے بطور خطرہ عرضداشت کی جب میں نے عرض کیا تو حرکت بند ہو گئی۔ غسل کے بعد پھر ہونٹوں کی حرکت شروع ہو گئی۔ میں نے پھر عرض کی تو پھر حرکت بند ہو گئی۔ دفن سے قبل جب چہرہ مبارک کھولا تو پھر ہونٹوں کو حرکت میں دیکھا پھر عرض کیا تو حرکت بند ہو گئی۔ اس کے علاوہ بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کا تذکرہ باعث طوالت ہو گا۔

سوال نور

نبی وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے نفس کی تکمیل کے لئے وحی بھیجی خواہ نئی شریعت دیکر یا پہلی شریعت کیساتھ۔ رسول وہ ہے جس کے نفس کی تکمیل کے بعد احکام الہی کی تبلیغ کے لئے بندوں کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ یہاں پر بھی نئی شریعت کی تخصیص نہیں ہے۔ ہم مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ وحی شرعی سوائے حضرات انبیاء علیہم السلام کے کسی اور پر نہیں آتی ہاں اولیائے کرام کسی دوسرے طریقہ الہام سے سرفراز فرمائے جاتے ہیں۔

اٹھارہواں نور

دیکھ کر ایمان لانا مقربین کا حصہ ہے جن پر فضل عظیم اور شرف مبین ہوتا ہے۔ جو لوگ بغیر دیکھے فریفتہ ہوتے ہیں اور اخبار الہی سن کر ایمان لاتے ہیں اس کی بھی نرالی شان ہے لہذا صرف اسی کی وجہ سے اللہ

تعالیٰ کے نزدیک ایمان بالغیب، ایمان مشاہدہ سے زیادہ محبوب ہے۔ فرشتوں کو عرض و کرسی، لوح و جنت اور دوزخ پر ایمان مشاہدہ ہے اور ہمارا ایمان بالغیب حضرت انبیاء علیہم السلام کو فرشتوں، تنزیل کتب اور نزول وحی پر ایمان بالمشاہدہ ہے اور ہمیں بالغیب۔ اگرچہ تاخرین کو یہ فضل جزئی حاصل ہے لیکن فضل کلی جو کثرت ثواب اور رب الاولیٰ سے زیادتی قرب کا دوسرا نام ہے یہ حضرات اہل بیت اور اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حصہ ہے۔ فضل جزئی میں یہ طاقت نہیں کہ فضل کلی میں بدل جائے۔ یہ مسئلہ حضرت جدی مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا تھا۔ ایک روز آپ نے بطور وعظ فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے خطاب فرما کر دریافت فرمایا کہ جانتے ہو کون سے لوگوں کا ایمان زیادہ محبوب ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فرشتوں اور نبیوں کا ایمان۔ فرمایا نہیں اس لئے کہ وہ حضوری موجودگی اور منزل وحی میں ہیں پھر عرض کیا کہ ہمارا ایمان۔ فرمایا نہیں اس لئے کہ تم میں میں خود تشریف فرما ہوں پھر سب عرض کیا اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ان لوگوں کا ایمان جو میرے بعد ہوں گے اور کتاب کے درقل پر لکھا جائے گا وہ اس پر ایمان لائیں گے۔ میں نے (سیدہ ہواکین احمد لوسی) یہیں تک سنا تھا تو عرض کیا کہ اس کو بہت عظمیٰ کا عطا فرماتا ہمارا فیض (رحمتی) کا سبب ہے، جواب وہی دیا جو میں پہلے تحریر کر چکا ہوں۔

سوال نور علماء اہل سنت و جماعت کے یزید پلید پر لعنت کرنے میں ہمیں قول ہیں۔ ایک خاموشی دوسرا منع اور تیسرا جواز۔ خاموشی امام اعظم کو فی اور ان کے مقلدین کا مذہب ہے اور مذہب اسلام و احکم ہے۔ منع کرنا امام غزالی اور ان کے ماننے والوں کا مذہب ہے۔ جائز رکھنا امام احمد ابن حنبل اور آپ کے موافقین کا مذہب ہے۔ بعد والوں میں طاسعد الدین تفتازانی وغیرہ بھی اسی راہ پر چلے ہیں۔ یہ تینوں گروہ سنی ہیں لہذا جو شخص ان تینوں مذہبوں میں سے کوئی سا مذہب

اختیار کرے اس کی سنیت میں کوئی فرق نہ آئے گا مگر حق یہ ہے کہ جواز سیاط امام اعظم کے مذہب میں ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص لعنت کا مستحق ہے تو اسے ملعون ملعون کہنے اور لعنت کو ورد اور تلیفہ بنالینے میں کوئی فضیلت نہیں اور اگر خدا کے نزدیک وہ شخص ایسا نہیں ہے تو معاذ اللہ لعنت کے نوٹنے کا اندیشہ ہے لہذا عقل مندوں کو ایسے کام میں نہیں بڑنا چاہیے جس کا ایک پہلو واضح نقصان اور دوسرا پہلو نفع سے نقصان ہو پھر جواز اور عدم جواز کا مسئلہ خود فقہی ہے اولہم فقہ میں امام اعظم کے پیچھے چلتے ہیں تو اس مسئلہ میں بھی امام اعظم کی پیروی کرنا چاہیے اور پھر عداوت یا بغض کا دار و مدار لعنت ہی میں تو نہیں ہے (عداوت اور بغض لعنت کتے بغیر بھی ظاہر کیا جاسکتا ہے)۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ علماء کسی خاص کافر کو بھی نام لیکر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ اس کا انجام کفر پر یقینی معلوم نہیں مگر کیا کافروں کے ساتھ بغض اور عداوت کا حکم نہیں۔ الحمد للہ کہ ہم لعنت سے کام نہیں رکھتے اور نہ یہ مسلمان کی شان ہے کہ وہ لعنت کرنے والا اور فحش گو ہو اور اگر کوئی لعنت کرتا ہے تو کرے ہم اسے بھی نہیں جھڑکتے جیسا کہ تم سن چکے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشنے والا ہے۔

پیسوال نور میں ایک روز عصر و مغرب کے درمیان پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسی زمانے میں میں نے ایک کتاب جنگ

جمل و صفین و نہروان میں شریک ہونے والوں کے بارے میں اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے متعلق لکھی تھی اور اصلاح کی نیت سے اس کی میاثر نظر والے (شاہ آل رسول قدس سرہ) کے سامنے حاضر کی تھی۔ فرمایا پڑھو۔ میں نے کچھ پڑھا۔ فرمایا کہ بخوردار مولوی عبد القادر سلمہ اللہ تعالیٰ (حضور تاج الفحول بدایونی) نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا یا نہیں؟ عرض کیا کہ میں نے یہ بحث مولوی صاحب ہی سے مستنبط کی ہے۔ فرمایا کافی ہے کہ ان کا علم حاضر ہے اور ہمیں بڑھاپے کی وجہ سے اب اس کی فرصت

ہمیں ہے کہ اصلاح و تصنیف کی طرف توجہ دے سکیں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اس مسئلہ میں کچھ تو ارشاد فرمادیں تاکہ ہم اسے اپنے دین و ایمان کا محافظ بنائیں تو ارشاد فرمایا کہ ہم صحابہ کرام کا تذکرہ اچھے الفاظ میں ہی کریں گے بس یہی کافی ہے۔ لہذا ان تین جنگوں میں اہلسنت و جماعت کے عقیدے کا حاصل یہ ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین خطائے اجتہادی کی وجہ سے ہوئیں اور اہل نہروان کی نسبت فسق کا حکم ہے یعنی نہروان میں لڑنے والے قطعاً فاسق، پاجبی اور گنہگار تھے۔ پھر ایک نکتہ بہت اہم ہے خطائے اجتہادی دو طرح کی ہوتی ہے منکر اور غیر منکر۔ منکر وہ ہے جس سے بچنا ناممکن ہے کہ اگر خاموش بیٹھتا ہے تو فتنہ اٹھتا ہے اور غیر منکر وہ ہے جو ایسی نہ ہو جیسا امام شافعی رحمۃ اللہ کا اس جانور کو حلال قرار دینا جس پر جان بوجھ کر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اور اسی قسم کے مسائل فرعیہ لیکن کم عقل بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔

ایک سوال نور نبوت اور ولایت دونوں کا مرتبہ صرف اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ انسان اپنی کوشش سے نبی یا ولی نہیں ہو سکتا۔ جو شخص یہ سمجھے کہ نبوت اپنی کوشش سے حاصل ہو سکتی ہے وہ کافر ہے اور جو شخص ولایت کے بارے میں یہ سوچے وہ بدعتی ہاں مجاہدہ کو ولایت کی راہ کے لئے شرط ضرور قرار دیا ہے کہ اکثر و بیشتر بغیر مجاہدہ کے ولایت حاصل نہیں ہوتی اور جب ولایت ملتی ہے تو مجاہدہ سے نہیں محض اللہ کے عطا کرنے سے ملتی ہے۔

ایک سوال نور نبوت و رسالت کا مرتبہ انسان اور ان میں بھی مردوں کے لئے ہے جنہوں اور عورتوں کا اس میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ ولایت میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں اگرچہ کثرت مردوں کی ہی ہے۔

ایک سوال نور ہمارا اعتقاد ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل جو تمام کالات میں آپ کا ہم سر اور برابر ہو، محال ہے اور مستنع

بالذات اور دائرہ قدرت سے خارج ہے۔ یہی حق ہے اور حق کے علاوہ باقی سب گمراہی ہے۔

چوبیسواں نور باری تعالیٰ کا حکم جسے قضا کہتے ہیں دو طرح کا ہوتا ہے مبرم اور معلق۔ مبرم دلیسے ہی ہوتی ہے جیسے امکا

ارادہ کیا گیا ہے۔ معلق واقع ہوتی ہے یا صدقات وغیرہ سے مل جاتی ہے۔ مبرم کی مثال موت ہے کہ مقررہ وقت پر ضرور آئے گی اور معلق کی مثال درمیانی آفتیں ہیں جیسے مرض وغیرہ کہ کوشش اور تدبیر اور صدقات و خیرات سے دور ہو جاتی ہیں اور پھر نہیں آتیں۔

چوبیسواں نور شیخ اکبر نے "فتوحات" میں فرمایا کہ ایک ہی زمانے میں دو صدیقیوں کا اجتماع صحیح نہیں ہے۔

چوبیسواں نور اس زمانہ میں اہل سنت و جماعت کے لوگ رافضیوں کے پاس آنے جانے اور ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے

کی وجہ سے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوتے ظن رکھتے ہیں یہ خود کھلا ہوا رفض ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت امیر معاویہ کا کچھ حال بیان کریں اور محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء کے قول پر مبرور نہ کریں کہ یہی صوفیا کے لئے کافی ہے اور سند ہے۔ محبوب الہی کے ملفوظات "فوائد الفوائد" میں ہے کہ بندہ (امیر حسن علا سنجری) نے عرض کیا کہ امیر معاویہ کے بارے میں ہمیں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ فرمایا وہ مسلمان تھے اور صحابہ کرام میں تھے اور حضور علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے بھائی تھے۔ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی بہن تھیں اور نقل کرتے ہیں کہ وہ حرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تھیں۔

مسائل سوال نور معدن المعانی کے دسویں باب میں تمام امتوں پر صحابہ کی فضیلت کے بارے میں ہے کچھ ذکر اہل المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور روضۃ مبارک کی عمارت کے مناقب اور صحابہ رسول کی فضیلت کا بھی ہے۔ اس عاجز نے عرض کیا کہ کیا صحابہ کرام کی فضیلت تمام مسلمانوں پر اس لئے ہے کہ صحابہ کرام کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک میں رہنے کا شرف حاصل ہے یا دوسرے اوصاف مثلاً علم و عبادت، زہد و تقویٰ اور توکل وغیرہ کی وجہ سے بھی ہے؟۔ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ تمام مخلوق میں مطلقاً افضل ترین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے بعد تمام مخلوق میں افضل تمام انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد تمام بنی آدم میں افضل امت محمدیہ ہے اور امت محمدیہ میں سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر ہیں ان کے بعد حضرت عمر فاروق ان کے بعد عثمان غنی ان کے بعد تھیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ واضح ہے کہ بنی آدم کے خواص یعنی انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام ملائکہ کے خواص سے افضل ہیں خواص ملائکہ مثلاً جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام بنی آدم کے خواص سے افضل ہیں۔ بنی آدم کے خواص ملائکہ کے خواص سے افضل ہیں یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ اب ہم تمہارے اصل سوال پر آتے ہیں کہ جو تم نے پوچھا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت کیا اس لئے ہے کہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یا دیگر صفات مثلاً علم و عبادت اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ سب اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ یہ حدیث پاک تمام صحابہ کے بارے میں عام ہے یعنی اس کا اطلاق جس طرح خلفائے راشدین پر ہوتا ہے اسی طرح دوسرے

صحابہ پر بھی۔ تو دوسروں کی ہدایت صحابہ کی پیروی سے ہو سکتی ہے اور ظاہر ہے کہ پیروی کرنے والے سے اس کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے جس کی پیروی کی جاتے۔ تو صحابہ کرام کو جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے فضیلت ہے ویسے ہی سر اوصاف میں بھی وہ افضل ہیں پھر یہ حضرات صحابہ اگرچہ علم و تقویٰ، زہد و ورع اور توکل وغیرہ کے اوصاف بھی رکھتے ہیں لیکن حضور کی محبت کا اثر اور اس کے فائدے دیگر تمام اوصاف سے بڑھ کر ہیں اس لئے ان تمام حضرات کو محبت پاک سے منسوب کیا جاتا ہے دوسرے اوصاف سے نہیں۔ چنانچہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ دوسرے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم محبت رسول پاک کے سوا دیگر اوصاف سے ایسے ہی متصف ہو جائیں جیسے حضرات صحابہ لیکن وہ دولت و نعمت جو حضور پاک کی محبت میں ہے وہ حضرات صحابہ کرام سے مخصوص ہے اور وہ دوسروں کو کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر خدا دم نے یہ شعر پڑھا

ماہ من گر تو مرا کس نہ کنی من چہ کنم
سنگ بے تربیتی لعل شدن نتواند

اٹھائیں سوال اور کھو کہ نبوت و رسالت کا مرتبہ کبھی نبی و رسول سے چھینا
نہیں جاتا لیکن مرتبہ ولایت میں یہ ضروری نہیں ولایت
کے مرتبہ کا واپس لیا جانا ممکن ہے۔ تو اسے عزیز مرتبہ ولایت کے مل جانے پر بے خوف نہ
ہو جانا بلکہ اس درجہ کو باقی رکھنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہنا یہاں تک کہ اس عالم
سے گزر جاؤ ورنہ دین و دنیا کا نقصان حاصل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بیٹا میں رکھے۔

تیسرا لمعہ تصوف میں

پہلا نور تصوف اور سلوک میں کیا فرق ہے؟ وہی جو فقہ اور اصول میں ہے تصوف اصول کے مشابہ ہے اور سلوک فقہ سے مشابہ۔ تصوف میں باطنی علم کے اصول و قواعد ہوتے ہیں اور سلوک میں مجاہدہ اور کسب سے راستہ چلنا، واللہ اعلم بالصواب۔

دوسرا نور وحدت کی دو قسمیں ہیں ایک وجودی دوسری شہودی۔ جوئی کے معنی یہ ہیں کہ سالک کے علم اور نظر دونوں سے اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے اس کا شعور ختم ہو جائے۔ اور اس کی نظر و علم میں اللہ کے سوا سب کچھ فنا ہونے کے بعد ذات باری تعالیٰ باقی رہے یہی سالک کے مقام کی انتہا ہے۔ اس مقام پر آنے کے بعد سالک ولی ہو جاتا ہے۔ سیرالی اللہ کے ختم ہونے کے یہی معنی ہیں اور اسی کو مقام لاہوت کہتے ہیں۔ سیر و سلوک قادر یہ میں یہ چوتھا مقام ہے اس کے بعد سیر فی اللہ ہے کہ اس سے مراد ذات بحت باری تعالیٰ میں جس کی کوئی حد نہیں اس میں ترقی حاصل کرنا شروع ہوتا ہے اور حدیث شریف ما عرفناك حق معرفتك۔

(ہم نے جیسا کہ تیرا حق تھا تجھے نہ پہچانا) اسی سیر کی خبر دیتی ہے۔ قادر یہ چشتیہ و سہروردیہ وغیرہم تمام اولیاء اللہ کا یہی مسلک ہے۔ ایک قلیل تعداد وحدت شہود کی طرف

گئی ہے اور اس کو سالک کا ابتدائی مقام جانتے ہیں۔ وحدت شہودی کے بھی یہی معنی ہیں لیکن اس میں موجودات کا انکار صرف سالک کی نظر سے ہوتا ہے اس کے علم سے نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمام موجودات اس کے علم میں تو باقی رہتے ہیں صرف نظر سے ختم ہو جاتے ہیں۔ نظر میں صرف ذات باری باقی رہتی ہے باقی سب نظر سے ہلاک اور فانی ہو جاتے ہیں مگر سالک کے علم میں باقی رہتے ہیں جیسے سورج نکلنے پر ستارے کسب ستارے نظر سے غائب ہو جاتے ہیں نظر کے سامنے صرف سورج ہوتا ہے لیکن وہ جانتا ہے کہ ستاروں کا وجود ویسے ہی باقی ہے بس نظر سے چھپ گیا ہے۔ لا محالہ اس میں توحید میں نقص باقی رہتا ہے اور وہ نقص یہ ہے کہ سالک کے علم میں موجودات باقی رہ جاتے ہیں۔ یہ بات فنائے مطلق کے منافی ہے۔ ایک قلیل گروہ توحید شہودی کا قائل ہے۔ حضرات صوفیائے کرام میں سے جیسے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی اور شیخ رزبہان بقلی دینیرہ اور بعد والوں میں سے شیخ احمد صاحب سرہندی (مجدد صاحب) اور ان کے ماننے والے جو نقشبندی مجددی ہوتے ہیں، وحدت شہودی کی طرف گئے ہیں۔ ان حضرات میں سے کچھ وحدت وجودی کے قائل ہیں جیسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کہ نقشبندی مجددی ہونے کے باوجود چند خطوط اسی مسئلہ سے متعلق شائع کئے جو شیخ احمد سرہندی نے وحدت شہود کے سلسلے میں اپنے مکاتیب میں لکھے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے، شیخ احمد سرہندی کے کلام کی تاویلات کیں۔ شاہ ولی اللہ کے مکاتیب کا رد مولوی غلام یحییٰ صاحب نقشبندی مجددی نے کیا جو مرزا مظہر جان جاناں کے مرید تھے۔ ان کے رد کار مولوی رفیع الدین ولد شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب "رفع البطل" میں شائع کیا۔ نظر انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ توحید وجودی اور توحید شہودی میں کسے ترجیح ہے صوفیائے کرام کے مقالات سے توحید وجودی ہی ثابت ہوتی ہے۔

تیسرا نور

قادریہ سلسلے میں مقامات سلوک ۱۔ ناسوت، ملکوت، جبروت اور ۲۔ لاہوت ہیں۔ ناسوت کو عالم شہادت، عالم خلق اور عالم جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ ملکوت کو عالم امر، عالم ارواح، عالم ملائکہ اور عالم آخرت وغیرہ بھی کہا جاتا ہے اور جبروت سے عالم اسماء صفات باری تعالیٰ مراد لیتے ہیں اور لاہوت کو عالم ہوتیت اور عالم ذات بحت باری تعالیٰ مراد لیتے ہیں۔ سالک کو مجاہدہ کے وقت ان تمام عالموں کی سیر کرنا ضروری ہے۔ عالم لاہوت میں پہنچ کر سیر و سلوک تمام ہو جاتا ہے یعنی سیر الی اللہ سے فارغ ہو کر سیر فی اللہ شروع ہو جاتی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔

چوتھا نور

اسی سیر فی اللہ کی وجہ سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی جاتی ہے درجہ تمام اولیاء اللہ اصل طریق ولایت یعنی سیر الی اللہ میں برابر ہیں۔ تشبیہ جیسے ابن سیرہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ اصل نبوت و رسالت میں برابر ہیں جیسا کہ ارشاد رب تعالیٰ ہے لا نفرق بین احد من رسلہ۔ اس آیت شریفہ کا مفہوم اصل رسالت میں برابری کی خبر دیتا ہے۔ اسی طرح تمام اولیاء اللہ اصل ولایت میں ایک ہیں اور مقولہ لا نفرق بین احد من اولیاء اللہ ہم اولیاء اللہ میں سے کسی کی تفریق نہیں کرتے۔ اصل ولایت میں اسی برابری کی خبر دیتا ہے تو ہمیں سے یہ بات معلوم ہوتی کہ ایک دوسرے پر فضیلت اسی سیر فی اللہ کے اعتبار سے ہے، سیر الی اللہ کے اعتبار سے نہیں۔ اس لئے کہ قرب الہی اور درجات میں ترقی سیر فی اللہ کی زیادتی سے نصیب ہوتی ہے جس کی سیر زیادہ ہے اس کو قرب بھی زیادہ میسر ہوتا ہے۔ جب کوئی اللہ کا پیارا اس مقام میں زیادہ سیر کرتا ہے تو دوسروں سے زیادہ ترقی پاتا ہے۔ سیر فی اللہ میں ترقی درجات کے علاوہ کچھ اور کچھ بھی نہیں اور اس کی کوئی حد نہیں۔ یہ سیر کہیں ختم نہیں ہوتی ورنہ ذات بحت محدود

ٹھہرے اور یہ بات شان الہمیت کے خلاف ہے۔ ماعرفناک الحق معرفتہ (ہم نے جیسا کہ تیرا حق تھا کبھی نہ پہچانا) سے اس کی کاپیہ ملتا ہے اور یہ حدیث شریف اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے؛ تواضع اور انکساری میں وارد نہیں ہے جیسا کہ اس زمانے کے بعض جاہل صوفی بننے والوں کا خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے۔

پانچواں نور طلب کی دو قسمیں ہیں ایک طلب خالق دوسری طلب مخلوق طلب خلق تو باطل اور مردود ہے اور طلب خالق حق و مقبول۔ منقول ہے ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک جماعت پر ہوا جو حیران پریشان خوف زدہ ڈری ہوئی تھی بیچرہ کارنگ زد تھا۔ ماجرا دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ دوزخ کے ڈر سے یہ حالت ہوئی ہے۔ آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور فرمایا۔

خلق یہرب من خلق (ایک مخلوق ہے جو دوسری مخلوق سے بھاگتی ہے) پھر ایک دوسری قوم ملی اس کی بھی وہی حالت تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جنت ملنے کے اشتیاق میں یہ حالت ہو گئی ہے کہ نہ معلوم کل میسر ہو نہ ہو۔ آپ نے وہ جگہ بھی چھوڑ دی اور فرمایا خلق یطلب خلقاً (ایک مخلوق ہے جو دوسری مخلوق پر یہ بھی ہوئی ہے)۔ پھر آپ کی ایک اور گروہ سے ملاقات ہوئی۔ انہیں بھی اسی حال پر دیکھا تو وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے شوق میں اس حالت پر پہنچے ہیں کہ نصیب ہو یا نہ ہو اور کل بروز قیامت کیا گزرے۔ اپنے محبوب کے جمال جہاں آرا سے ہم شرف ہوتے ہیں کہ نہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام نے وہیں مقام کر کے ارشاد فرمایا۔ ہولاً قوم یطلبون الخالق فبہم امرت ان اصاحبہم وانسہم (یہی وہ قوم ہے جو خالق کی طلب رکھتے ہیں اور انہیں کے متعلق مجھے حکم ہے کہ میں ان کے پاس بیٹھوں اور ان سے انسیت رکھوں)۔ لہذا ہمارے لئے یہی مناسب ہے کہ ایسی ہی قوم کی صحبت سے مناسبت پیدا کریں جو طالب مولیٰ ہیں اور دنیا و آخرت سے کوئی مطلب نہیں رکھتے۔ فائدہ زائدہ یہاں ایک

شبہہ ہوتا ہے کہ جنت کی طلب، جہنم سے نجات، نعمتوں اور ان کے درجوں کے حصول، بلائیں اور مصیبتوں سے امن کی دعائیں تو احادیث میں جگہ جگہ آئی ہیں پھر یہ مذموم کیوں ہیں، اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یہ طلب حکم کے مطابق ہے تو کوئی مضائقہ نہیں کہ الامر فوق الادب (امر ادب سے زیادہ ہے) اور یہ طلب، طلب مولیٰ میں داخل ہے۔ اللہ کے حکم کو ماننا اور

اس پر عمل کرنا طلب مولیٰ میں شامل ہے ہاں اگر نفس کی خواہش سے ہے تو برا ہے

اگر تو بوجہ میں مکھی کے پر کی طرح اڑتا ہو یا پانی کی سطح پر تینکے کی طرح بہتا ہو تو دل کو قابو میں رکھ کہ تو کچھ ہو جاتے۔ دل کو قابو میں رکھنے

چھٹانور

کا مطلب یہاں خدا تعالیٰ سے آگاہی ہے اور اس کے ہر اسوا سے غفلت۔

سیدنا غوث الاعظم کو جناب باری جل جلالہ سے الہام ہوا کہ

سائلوالنور

کل طور بین الناسوت والجبروت فہو ملکوت

وکل طور بین الملکوت واللاہوت فہو جبروت فمن رضى بواحد منهما

فہو عندی من المطرودین (یعنی اگر سالک نے مقامات ملکوت و جبروت کی سیر

سے فارغ ہو کر لاہوت کی سیر کو چھوڑ دیا یعنی ذات بخت میں سیر نہ کی سیر جبروت پر ہی

اکتفا کر کے بیٹھ گیا تو وہ کوئی فضیلت نہیں رکھتا اور بارگاہ الہی کا قرب اسے میسر نہیں

آسکتا۔ ابھی ذات بخت تو بہت دور ہے اسے تو کامل بھی نہیں کہہ سکتے چہ جائیکہ مکمل، تو

اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اسی ملکوت یا ناسوت پر پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتے وہ خود بہت

دور اور بڑا محروم ہے۔ پس لازم ہے کہ پہلے ان تین مقاموں میں سے کسی مقام کو اپنی

مراد کی انتہا بلکہ اپنی سیر کی غایت نہ جانے۔ چونکہ کسی راستے کی منزلیں بہت سی

نہیں ہوتیں جلد ہی قدم صدق بڑھا کر گزر جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے چوتھے مقام تک

یعنی لاہوت کی سیر کرے انسی وقت درجہ کمال حاصل ہوگا اور ولی کہلاتے جانے لگا

سکتا ہوگا، اس سے پہلے تو ولایت کی خوشبو بھی اس کے دماغ تک نہیں پہنچے

گی۔ افسوس ان لوگوں پر جو سیرنا سوتی سے بھی واقف نہیں اور خود کو اکابر اولیاء میں شمار کراتے ہیں۔

سوال نور صرف خرق عادت سے اونیا مارا اللہ کو شناخت کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو دلی اور غیر دلی میں مشترک ہے یہاں تک کہ کافر اور جادوگر میں بھی۔

سوال نور دلی اور غیر دلی کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ دل کی سلامتی اور خقل کی درستگی کے ساتھ صحبت اختیار کرے۔ اب اگر یہ دیکھے کہ اس کی صحبت سے خدایا یاد آتا ہے اور خدا کی محبت زیادہ ہوتی ہے تو جان لے کہ یہ دلی ہے۔ اگر اس کے خلاف ظاہر ہو یعنی دنیا یاد آئے اور دنیا کی محبت غالب ہو تو سمجھ لو کہ دلی نہیں ہے اس لئے کہ القلب مرآة القلب جو کچھ اس کے دل میں ہوگا اُنسی کا عکس دکھائی دے گا اور دوسری صورت اس کی نجاست کی گواہ ہے۔ "عین المعانی" میں ہے کہ اولیاء وہ جماعت ہیں کہ ان سے مل کر اللہ کی یاد آتی ہے۔

سوال نور اہل شریعت کی صورت اور اہل طریقت کی سیرت اختیار کرو تاکہ آخرت میں نجات حاصل ہو۔

گیارہواں نور ہمارے مرشد کے مرشد (شاہ آل احمد اچھے میاں رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ فقیر صورت سے الجھنا نہیں اور بے شرع دیکھنا تو ملنا نہیں یا فقیر صورت سے الجھیومت بے شرع دیکھو تو ملیومت یعنی اگر کسی فقیر صورت کو لباس یا وضع وغیرہ کسی چیز میں خلاف شرع دیکھو تو اس سے نہ ملو نہ الجھو تمہیں کیا معلوم کہ اس کی گڈی کے نیچے کیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کی صحبت بُرا پھسل لاتے گی اور اگر سچا ہے تو اس سے لڑائی بھگڑا نقصان پہنچائے گا۔

بارہواں نور

بعض جاہل صوفی بننے والے کہتے ہیں کہ شریعت کا راستہ الگ

ہے اور طریقت کا الگ تو ہم صوفیوں کو شریعت سے کیا کام؟

اے بے وقوفو! سو اور ہوش میں آؤ میں تمہاری ہدایت کے لئے کہتا ہوں اللہ تم پر رحم کرے اور تمہاری ہدایت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مقام کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہ سے بھٹتے ہوؤں کی ہدایت اور ناقصوں کو مکمل کرنے کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے اور دونوں باتوں کا حق بہترین طریقے سے ادا کیا۔ ایک احکام نبوت کی ہدایت اور دوسرے تکمیل ولایت، احکام نبوت کو ظاہر ہیں اور تکمیل ولایت سے مراد خلق کے دل میں خدا تعالیٰ کی نسبت میں اضافہ کرنا اور مخلوق کو خالق سے قریب لے جانا۔ لہذا آپ پہلے اسلام کی تعلیم دیتے تھے اور احکام شریعت پر استقامت بخشتے تھے پھر درجہ ولایت پر پہنچاتے تھے اس کے خلاف کبھی کبھی میں نہیں آیا یعنی بغیر مسلمان کئے یا احکام شریعت سے دور رکھ کر آپ نے کسی کو درجہ ولایت سے سرفراز نہیں فرمایا۔ خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں ہوا اور نہ یہ ہو سکتا تھا جو حق کے طالب ہیں وہ احکام الہی سے بچ نہیں سکتے۔ کان کھول کر سنو کہ شریعت درخت ہے اور طریقت اس کا پھل، پھل بغیر درخت کے نہیں پیدا ہو سکتا۔ بہت سے درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں پھل نہیں آتا۔ جان لو کہ جب تک تم درخت کی پودیش نہ کرو گے پھل نہیں پادو گے یہی حال انسان کا ہے کہ وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہو سکتا یا کافر، پھر مومن کی دو قسمیں ہیں نیکو کار یا بدکار، نیکو کار کی دو قسمیں ہیں عالم یا جاہل پھر عالم دو قسم کے ہیں عالم احکام نبوت یا عالم احکام ولایت، پھر ولایت کی دو صورتیں ہیں عام یا خاص، عام اللہ ولی الذین آمنوا سے مستنبط ہوتا ہے یعنی ہر مومن خدا کا ولی ہے اور خاص سے مراد ہے فانی فی اللہ باقی باللہ یعنی بندہ سے تمام موجودات کا شعور اٹھ جائے اور ذات باری تعالیٰ میں کھو جائے۔ یہ ولایت خاصہ ہے کہ سالکوں کو مجاہدے اور باطنی ریاضت کی برکت سے صرف

اللہ کی رحمت سے نصیب ہوتی ہے اور ولایت قائمہ تو صرف اسلام لانے سے بمقابلہ کافر حاصل ہو جاتی ہے۔ مومن کافر کے مقابلے میں ولی ہے اور نیکو کار بدکار کے مقابلے میں ولی ہے اور عالم جاہل کے مقابلے میں ولی ہے۔ ان باتوں سے خوب معلوم ہو گیا کہ ولایت خاصہ بغیر اسلام اور بلا قبول احکام نہیں پائی جاسکتی ہاں اسلام بغیر ولایت خاصہ پایا جاتا ہے جو مسلمان ولی نہ ہو اس کی مثال درخت کی طرح ہے اور عارف مسلمان کی مثال پھل دار درخت کی طرح ہے مسلمان کے لئے ولی اور عارف ہونا ضروری نہیں ہے بہت سے ایسے مسلمان ہیں جو عارف نہیں ہیں مگر عارف ہونے کے لئے اسلام اور شریعت کی پیروی لازم ہے۔ میں کہتا ہوں اسے تم اچھی طرح سمجھ لو اللہ تعالیٰ دایین میں تمہاری مدد فرمائے کہ حضرات شیخین (سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) شجر نبوت کے بانی اور ہماری تربیت کر لے والے ہیں شجر نبوت بنیاد ہے اسی کی وجہ سے معرفت حق نصیب ہوتی ہے اور انسان درجہ ولایت کو پہنچتا ہے۔ عام مسلمان اور صوفیائے کرام کے گروہ کو حضرات شیخین کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہیں حضرات شیخین کی بدولت انہیں دولت اسلام اور دولت عرفان حاصل ہوئی ہے، حاصل ہوتی ہے اور حاصل ہوتی رہے گی ورنہ ولایت تو ولایت، اسلام کے بارے میں بھی معلومات حاصل نہ ہوتی۔

تیسرا سوال نور ابو الحسن احمد نوری (کہتا ہے کہ جب سالک دادی سلوک میں قدم رکھتا ہے اور ناسوت و ملکوت، جبروت و لاہوت کے مقامات کو طے کر کے سیر الی اللہ پوری کر لیتا ہے پھر سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ سالک سیر فی اللہ میں ذینہ بہ ذینہ ترقی کرتا جاتا ہے اور اسے ذات بخت کے سوا کسی چیز کی بھی خبر نہیں رہتی نہ کسی چیز کا اثر ہوتا ہے بلکہ اسے خود کا شعور بھی نہیں رہتا۔ وہ تو ذات باری میں گم ہو کر فنا ہو جاتا ہے تو اس طرح کے سالک کو کامل کہتے ہیں اور یہی مقام ان

کے لئے مقام ترقی ہے کیونکہ وہ کثرت میں وحدت دیکھتے ہیں اور اسی کا نام ترقی ہے۔
 اس قسم کی نسبت میں کوئی تعدیہ نہیں ہوتا لہذا یہ حضرات دوسروں کو فائدہ پہنچانے
 سے معذور ہوتے ہیں مگر اللہ کی عنایت سالک کی طرف متوجہ اور شریک حال ہو جاتے
 اور اس سے دیگر مخلوق بھی فیض پاتے تو پھر وہ ترقی سے تنزل کی طرف آتا ہے تاکہ
 وہ دوسروں کو پستی سے بلندی کی طرف لے جائے لہذا اب پھر سالک کو ماسوی اللہ
 کا شعور اور خود اس کے وجود کا شعور بخشا جاتا ہے اور اسے مقام لاہوت، ناسوت
 میں پہنچا دیا جاتا ہے لیکن اس تنزل کی وجہ سے اس کی سابقہ ترقی میں کوئی فرق نہیں
 آتا وہ بدستور قائم و برقرار رہتی ہے اور اس قسم کے سالکوں کو مکمل کہا جاتا ہے اور یہی مقام
 ان کے لئے مقام تنزل ہے اس لئے کہ یہ پھر وحدت میں کثرت دیکھتے ہیں اور چونکہ
 ان سالکوں کی نسبت متعدی ہوتی ہے لہذا یہ دوسروں کو نفع پہنچانے میں معذور نہیں
 ہوتے۔ پھر تنزل میں لاہوت سے ناسوت کی طرف واپسی ہوتی ہے اور یہ تنزل
 ملکوتی سے بہتر اور فائدہ مند ہے اگرچہ تنزل ملکوتی میں وہ کرامت و خرق عادات کا کافی قدرت
 پالیتا ہے لیکن اس کا فائدہ اصل بات تو ناقصوں کی تکمیل کرتا ہے اور وہ بغیر تنزل ناسوتی ہو نہیں سکتا۔
 اس لئے کہ ہذا کے محتاج ناسوتی ہوتے ہیں ملکوتی نہیں۔ اسی لئے تنزل ناسوتی ہی قابل اعتبار ہے۔

چودھواں نور عارفوں کی نسبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک کشفی جہری دوسری
 کوری خفی جو عارف نسبت جہری کشفی دیکھتا ہے اسے اپنے
 حال اور دوسروں کے احوال اور درجات کی خبر رہتی ہے۔ نسبت خفی کوری والا عارف
 نہ تو اپنے حال کی مطلق خبر رکھتا ہے نہ دوسروں کے احوال کی چاہے وہ مرتبہ قطبیت
 پر ہو، زندگی میں اس کا یہی حال رہتا ہے البتہ بعد وصال اسے اپنے مرتبے کی خبر ہو جاتی
 ہے۔ اس کا حال مادر زاد اندھے کی طرح ہے کہ اسے رنگ و روپ کا کوئی شعور نہیں
 ہوتا۔ غالباً وہ منانل سلوک خواب کی حالت میں طے کرتا ہے اور بیداری میں نسبت

کشفی رکھنے والوں کے حالات سے کوئی چیز اسے معلوم ہو بھی جاتے مگر ظاہر نہیں ہوتی۔
 پھر ان سالکوں میں سے بعض کی نسبت متعدی ہوتی ہے بعض کی لازم۔ ان احتمالات کے
 اعتبار سے یہ چار طرح کے ہوتے ہیں پہلے یہ کہ سالک کو خود اس کا نفس جانے، مخلوق بھی
 جانے اور خدا جانے کہ یہ بندہ کس رتبہ و مقام والا ہے اور یہ یوں ہے کہ سالک نسبت
 کشفی اور نسبت متعدی منقلی والا ہو تو وہ اپنے نفس کو نسبت کشفیہ کی وجہ سے شناخت
 کر لے گا اور مخلوق اسے نسبت تعدیہ منقلہ کے باعث پہچان لے گی کہ انہیں فیض
 پہنچتا ہے اور خداوند تو ہر حال میں عالم و دانا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ خود جانے، مخلوق اسے
 نہ جانے اور خدا جانے اس لئے کہ وہ صاحب نسبت کشفیہ تکبذ وہ خود کو پہچانتا ہے اور چونکہ
 نسبت تعدیہ منقلہ نہیں رکھتا لہذا مخلوق نے اسے نہ جانا لہذا خلق کو اس سے کوئی فیض
 نہ پہنچا اور خدا بہر حال دانا و بینا ہے تیسرے یہ کہ نہ خود جانے نہ خلق جانے، خدا جانے
 اس لئے کہ اس کی نسبت کشفی نہیں، نسبت خفیہ رکھتا ہے لہذا اس نے خود نہ جانا اور چونکہ
 نسبت تعدیہ نہیں اس لئے مخلوق کو اس سے فیض نہ ملانے مخلوق نے پہچانا کہ کون ہے
 اور خداوند کریم بہر حال جانتا ہے، چوتھے یہ کہ خود نہ جانے، مخلوق جانے اور خدا جانے اس
 لئے کہ وہ صاحب نسبت خفیہ ہے لہذا خود نہ جانا اور چونکہ اسے نسبت تعدیہ حاصل ہے
 تو مخلوق نے فیض پا کر اسے پہچان لیا اور خداوند تعالیٰ بہر حال میں عالم الغیب ہے۔
 خوب سمجھ لو کہ جب سالک کی سیر الی الشریب الختم ہوتی
 ہے اور ایک ساعت کے علاوہ کوئی ساعت باقی نہیں
 رہتی اس وقت ابلیس لعین آتا ہے جیسا کہ دنیاوی موت کے وقت اپنے نفس ناپاک کے ساتھ آتا
 ہے اور یہ کام اپنی ذریت سے نہیں لیتا اور جس طرح موت کے وقت ایمان غارت
 کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جن پر اللہ رحم فرمائے اور میرا پروردگار تو بڑا بخشنده و رحیم
 ہے (ایمان غارت کرنے میں ابلیس ناکام رہتا ہے)۔ اسی طرح اس ساعت کو جو

سالک کی کوششوں کا لب لباب ہے، غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جو تیرا پروردگار چاہے بے شک اللہ علیم و حکیم ہے۔ اگر ذہن ہلکا ہو اور اولیاء اللہ کی توجہ اس بے کس و لاچار سالک کے باطن کی طرف ہو تو اسے چھٹکارا مل جاتا ہے ورنہ نہیں ملتا۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کرتا ہوا ایک صحرا میں پہنچا کئی روز مجھے پانی نہ ملا مجھے پیاس نے پریشان کیا ناگاہ ایک بادل نے سایہ ڈالا اور اس سے شبنم کی مانند ایک چیز نمودار ہوئی کہ میں اس سے سیراب ہوا پھر میں نے ایک روشنی دیکھی کہ آسمان کا کنارہ اس سے روشن ہو گیا اور اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی اور اس سے ایک آواز مجھے سنائی دی کہ اے عبد القادر میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے حرام چیزیں تجھ پر حلال کیں، میں نصیبات سن کر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا اور کہا کہ ملعون دور ہو فوراً وہ روشنی اندھیرے سے اور وہ صورت دھوئیں سے بدل گئی اور مجھ سے کہا کہ اے عبد القادر تم نے اپنے علم اور اپنے پروردگار کے حکم سے مجھ سے نجات پائی خدا کی قسم اس قسم کے واقعات سے ستر اہل طہارت کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ تو صرف میرے رب کا فضل و احسان ہے۔ سیدنا غوث اعظم سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ وہ شیطان ہے، فرمایا اس کے اس قول سے کہ میں نے حرام کو نہادنے لے حلال کیا میں سمجھ گیا کہ حق تعالیٰ گناہ کا حکم نہیں دیتا۔

سولہواں دور دلی کو دلی نہ جانتا اور غیر دلی کو دلی سمجھتا دونوں مفسد ہیں اس لئے کہ یہ بے ادبی کی انتہا اور سنگ دلی ہے۔ بنی کو جھٹلانا کفر ہے اور دلی کو جھٹلانا فی الحال فسق ہے لیکن انجام کار یہ بات کفر کی طرف پہنچ لے جاسکتی ہے۔ بنی کا قتل اسی وقت کفر ہے اور دلی کا قتل کرنا اگرچہ فی الحال فسق ہے لیکن دلی کے قاتل کا بھی اپنا ایمان سلامت لے جانا دشوار ہے جیسا کہ تجربہ ہوتا ہے۔

سترہواں نور انسان چار اوصاف کے ساتھ عدم سے وجود میں آیا۔ یہی

۱۔ سبائی ۲۔ شیطانی ۳۔ ملکوتی ۴۔ صفت بھی (حیوانی) کی وجہ سے قوت شہوانی ظاہر ہوتی اور صفت سبائی کی وجہ سے قوت غضب ظاہر ہوتی اور شیطانی

صفت کی وجہ سے غرور، نخوت، گھمنڈ، چالبازی اور مکاری وغیرہ ظاہر ہوتیں اور صفت ملکوتی جو اصل صفت ہے اس کی وجہ سے انسان نے انسان کا نام پایا، اسی کی وجہ سے

اطاعت و فرماں برداری، محبت و اخلاص، عشق و لطف وغیرہ ظاہر ہوتے اب اگر انسان میں دیگر صفات پر ملکوتی صفت غالب ہے اور اس نے دوسری صفات کو مغلوب و محکوم بنالیا ہے تو وہ انسان کہلاتے جانے کا مستحق ہے ورنہ اس کا شمار چوپایوں، درندوں یا شیطانوں

میں ہوگا۔ اگر بس لوگوں کی صحبت نے اس قوت کو طیامیٹ کر کے غفلت میں ڈال دیا ہے یعنی انسان اپنی اصل کو بھول کر یہ سمجھنے لگے کہ میں صرف کھانے پینے اور عیش و عشرت کیلئے

پیدا ہوا ہوں تو اسے اس خیال کو ترک کر دینا چاہیے۔ اس کے لئے کسی کامل بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو جو صفات بھی سبائی اور شیطانی سے گزر کے صفات ملکوتی حاصل کر چکا

ہو اور وہاں سے باطنی فیض حاصل کر کے اسی پر عمل کرے۔

اٹھارواں نور اس راہ کی جڑ اور تمام مجاہدوں سے بڑھکر برزخ شیخ ہے لہذا اس راہ کے مسافر کو یہ بات سمجھ کر اس کی طرف توجہ دینا

چاہیے۔ برزخ یہ ہے کہ کسی جگہ تنہا بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے شیخ کا تصور ذہن میں جمائے گویا میں شیخ کے آمنے سامنے بیٹھا ہوں اور میں نے اپنا دل مرشد کے دل کیچے لایا ہے اور فیض کے چستے سے وہ

فیوض جو ہر اہل سلسلہ کی ارواح کے وسیلے سے میرے مرشد کے دل میں سماتے ہیں اس سے نورانی فواید اسوہ کی کثرت کی ٹھنڈی ہوا یا بارش کے قطروں کی شکل میں ظاہر ہو کر میرے دل میں اترتے ہیں اور ان

فیوض کی برکت سے میرا دل مرشد کے دل کی صفت اختیار کر لے گا اور بلند درجات کی طرف ترقی کریگا۔ اپنے مرشد کو ہر آن ہر وقت اپنی ہر حالت سے آگاہ اور بخبردار جانے یعنی

حقیقتاً اپنی صفت علمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس مظہر یعنی برزخ شیخ میں جلوہ گر ہے وہ میرے حال سے واقف ہے۔ درحقیقت شیخ کوئی چیز نہیں جو کچھ ہے وہی ہے چنانچہ وہی تمام عالم میں مختلف مظاہر میں جلوہ گر ہے یہاں بھی اپنی صفت ہدایت اور اپنے اسم ہادی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما ہو کر ہدایت فرماتا ہے اور شیخ اس کے اسم ہادی کا مظہر ہے وہی صفت علمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما رہا ہے اور ہمارے حال سے آگاہ و خبردار ہے اور شیخ اس کے اسم علیم کا مظہر ہے اور بس۔ تو ہدایت کرنا اور خبردار رہنا سب اسی کے لئے ہے اور شیخ تو بس مظہر ہے۔ ہاں ہدایت علمی اور علامی کی نسبت مجازاً شیخ کی جانب کر دی جاتی ہے حقیقتاً نہیں کہ حقیقتاً تو وہ خود ہی فنا ہونے والوں میں ہے۔ برزخ انتہا میں مرشد کو محض اسم ہادی اور اللہ تعالیٰ کی صفت علمی کا مظہر جانے اور برزخ کا آخری سے آخری درجہ یہ ہے کہ نہ شیخ رہے نہ برزخ شیخ جو کچھ ہو صرف ایک وہی ذات ہو تو جب اس طرح متواتر کریگا تو طالب کا دل صفت روح کے ساتھ جڑ جائے گا اور دل صاف ہو کر تجلیات کے قابل بن جائے گا اور رفتہ رفتہ وہ برزخی صورت کلام کرنے لگے گی اور مالک کو زبان حال و قال کے ہر سوال کا جواب سن لینے کی لیاقت پیدا ہو جائے گی اور صورت ملک و ملکوت اور جبروت و لاہوت کے تمام مقامات مالک پر ظاہر کر دے گی اور اسی صورت کے ذریعے تمام ارواح سے عالم ملکوت میں ملاقات ہوگی یہاں تک کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کی حضوری نصیب ہوگی۔ ملکوت میں کوئی روح آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح جیسی یا اس سے مشابہ نہیں ہے۔ اس روح مبارک کی حضوری سے اس راہ کے علوم کی گہرائیاں اور باریکیاں طالب کے علم میں آئیں گی۔ اور یہ صورت عالم مثال سے ہے اور یہ عالم ملکوت کی کنجی۔ عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ ہے یہاں ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی کہ عالم مثال میں ہر

شخص کی ایک صورت ہے اور یہ صورت موت کے بعد باقی رہتی ہے اس کے برخلاف صورت جسمانی انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ عام طور پر فنا ہو جاتی ہے۔ خواب میں جو صورت نظر آتی ہے وہی صورت مثالی روحانی ہوتی ہے اور جو کامل ہوتے ہیں وہ اسی صورت مثالی کی قوت سے ایک آن میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے اور دکھائی دیتے ہیں اور ہزاروں جگہ کسی شکل میں آنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ بزرخ کی اس مشق کے مکمل ہو جانے کے بعد شیخ کی یہ صورت مثالی ہمیشہ سالک کے دائیں بازو ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے سے نظر میں موجود رہے گی اور اس کے کام بنائے گی مشکلیں حل کرے گی اور حیوانیت کے درجے سے انسانیت کی بلندی پر پہنچائے گی۔ پس اگر انسانی صورتوں اور درندہ سیروں کو کسی انسان اصلی و کامل کی صحبت کا اتفاق پڑ جائے اور اسے غنیمت جانے کہ اس کی صحبت سے فیض و برکت سے اپنی بھولی ہوئی اصلیت یاد آ جائے گی اور یہ بھی انسان کامل بن جائے گا ورنہ مدتوں اپنی غلطیوں میں پڑے پڑے مرجائیں گے۔ اللہ ہمیں جہالت کے اندھیرے سے نکالے اور بلند مرتبے کی روشنی تک پہنچا دے آمین آمین آمین۔ اس مسئلہ پر ایک حکایت یاد آگئی کہ ایک گڈریے نے ایک شیر کے بچے کو پرورش کیا اور اس کا نام بگہہ رکھ دیا۔ اپنی بکریوں کے گلے میں اسے رکھتا تھا۔ وہ شیر کا بچہ یہاں کی پرورش اور تربیت کی وجہ سے اپنی اصل کو بھول چکا تھا اور خود کو اس گڈریے کا کتا سمجھنے لگا تھا۔ ایک روز ایک شیر جنگل سے ادھر آ نکلا اور اس نے بکری کو لے جانا چاہا۔ بگہہ نے اپنی اصل کے مطابق اس شیر سے مقابلہ کیا جنگل کے شیر نے کہا ارے بھائی یہ کیا کرتے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ ہم دونوں ایک ہی نسل سے ہیں اور یہ بھیڑ بکریاں ہم دونوں کی خوراک ہیں، تم مجھے کیوں دھکتے ہو؟ بگہہ نے کہا نہیں نہیں میں شیر نہیں ہوں بلکہ اس گڈریے کا کتا ہوں۔ جنگل کے شیر نے کہا بخدا تم غلط فہم ہو تمہیں یہاں کی پرورش اور تربیت سے دھوکا ہوا ہے کہ تم شیر بہنہ کے باوجود خود کو کتا سمجھتے ہو، آؤ میں تمہاری رہبری کروں اور تمہیں ہلاکت کے

اس گڑھے سے نکال کر سلامتی کے کنارہ پر پہنچاؤں۔ پھر جنگل کا شیر اسے دریا کے کنارے پر لے گیا اور اپنے برابر کھڑا کر کے کہا کہ پانی میں دیکھ، میری اور تیری صورت اور وضع ایک سی ہے! الگ الگ۔ بگہبگہ نے جب ٹوڑے سے دیکھا تو اسے پتہ چلا کہ میں تو شیر ہوں، یہ تو غیر جنس کی صحبت اور تربیت کا اثر تھا کہ میں اپنے آپ کو کتا بھتا رہا۔ پھر دونوں واپس آئے اور بھیڑ بکریوں پر حملہ کر کے چیرا بچاڑا اور کھا گئے۔ گڈر یا چلایا کہ بگہبگہ یہ کیا کرتا ہے، اس نے حجاب دیا بس خاموش۔ تو نے مجھے میری اصلیت سے نکال کر کتوں میں لا ڈالا تھا خدا کا شکر ہے کہ میرے ایک بھائی نے مجھے راستہ دکھایا اور یہ گتھی سلجھ گئی۔ میرے بھائی اس حکایت سے ٹوڑ کر وادرا اپنے آپ کو پہلی تین صفتوں سے نکال کر اپنی اصلی صورت میں لا ڈاتا کہ انسان ہو جاؤ۔ تو شیر ہے اسے کتوں میں کیوں پڑ گیا ہے، اٹھ کسی شیر کے پیچھے لگ تاکہ وہ تجھے تیرا شیر ہونا بتلا دے اور کتے پن کی ذلت سے تجھے چھٹکارہ دلائے۔ الہی ہمیں یہ سعادت نصیب فرما آمین۔

انکسوال نور
 اے بھائی یہ سب ایک ذات کے جلوے ہیں کہ تجھے ہر شکل اور ہر قسم میں دکھائے جاتے ہیں۔ وہ جس طور چاہتا ہے تجلی فرماتا ہے اور یہ اس ذات پاک کے لئے کوئی بڑی چیز نہیں۔ ایک حکایت سنو جس سے وحدت میں کثرت ظاہر ہو جاتے ایک رات تین تیر انداز جنگل گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس بیابان لقی دق میں ایک بوڑھا تخت پر بیٹھا ہے اس کے سامنے چراغ جل رہا ہے اور ایک فاحشہ اس کے سامنے ناچ رہی ہے اور ساڑھوں ساڑھوں بجا رہے ہیں۔ تینوں تیر انداز یہ تماشہ دیکھ کر تعجب کرنے لگے کہ اس جنگل میں بیٹھ کر آزادی سے عیش کر رہا ہے۔ آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تیر اس بے ہودہ محفل کی طرف چلائیں، ایک نے کہا کہ میں بڑھے پر تیر چلاتا ہوں، دوسرے نے کہا کہ میں فاحشہ کو نشانہ بناتا ہوں، تیسرے نے کہا کہ ان دونوں انسانوں کو چھوڑ کر چراغ پر تیر چلاؤ کہ اس کے بجھنے سے یہ ہنگامہ ختم

ہوگا اور ہمارا مقصد بھی حاصل ہوگا۔ اس کی یہ رستے سب کو پسند آئی اور انہوں نے چراغ کو نشانہ بنا کر تیر چھوڑ دیا۔ تیر کے لگتے ہی چراغ تو بجھ گیا لیکن وہ تماشہ بھی نظر سے اوجھل ہو گیا یہ تینوں ڈر کر بھاگے اور جب صبح ہوئی تو اپنے تیر لینے چل دیئے۔ وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تیر ایک مردہ اُلّو کی چونچ میں پھنسا ہوا ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اب معلوم ہوا کہ رات کے وقتے کی کوئی اصلیت نہیں تھی جو کچھ تھا اسی اُلّو کی وجہ سے تھا۔ اسی اُلّو کے دل سے وہ بوڑھا ظاہر ہوا اور اس کی چونچ سے چراغ اور قاحشہ اور ساندسہ وغیرہ تو درحقیقت یہ سب اسی حقیقت بوم کا تماشہ تھا اور تمام چیزیں اسی کی تنزلیاں تھیں یہی حال تمام عالم ماسوی اللہ کا ہے۔

بیسواں نور عالم برزخ وہ عالم ہے جہاں بنی آدم کی رو میں اپنے بدن سے جدا ہو کر تاقیام حشر قیام کریں گی اور یہ مقام قرآن کریم سے اجمالاً اور احادیث و اخبار نبویہ سے تفصیلاً ثابت ہوتا ہے۔ یہ عالم دنیا اور آخرت کے درمیان واقع ہے اسی لئے اسے برزخ کہتے ہیں اور یہ عالم عالم مثال نہیں ہے یہ اور ہی عالم ہے جو اولیاء اللہ کے مکاشفات سے ملک و ملکوت کے درمیان واقع ہے اور اپنی نورانیت اور لطافت کے اعتبار سے عالم طائفہ سے مشابہ ہے اور اپنی مقدار اور رونق کے اعتبار سے عالم ناسوت جیسا ہے۔ اس عالم میں دونوں عالم کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور وہاں کا ہر زمانہ ازمانہ حال ہے ماضی اور مستقبل کی وہاں گنجائش نہیں ہے۔ اس عالم میں جو کچھ ہو چکا اور ہے اور ہو گا یا آیا گیا یا آئے گا سب کی مثال اس عالم مثال میں بالفعل موجود ہے چنانچہ کتاب فتوحات مکی کی عبارت اس دُخویٰ پر گواہ ہے کہ عالم مثال اور ہے عالم برزخ اور۔ فتوحات مکی کے مصنف قدس سرہ کی گفتگو کا پتہ یہ ہے کہ عالم برزخ جس کی طرف رو میں اپنے بدنوں سے علیحدگی کے بعد منتقل ہو جاتی ہیں اس برزخ کے علاوہ ہے جو جسموں اور رگوں

کے درمیان ہے۔ پہلے کا نام غیب محالی ہے اور دوسرے کا نام غیب امکانی ہے۔
تو غیب امکانی کو دیکھنے اور اس کی خبریں دینے والے بہت سے ہیں برخلاف
غیب محالی کے کہ اس کا کشف کرنے والے بہت ہی کم ہیں۔“

اکیسواں نور قبریں تین ہیں پہلی دنیا کی قبر کہ وہ زمین کی خاک پر ہے۔
دوسری عالم مثال کی قبر، یہ وہ قبر ہے جو عالم برزخ اور عالم
شہادت کی خبروں کے درمیان واقع ہے اور دونوں قبروں کا عکس اور سایہ ہے۔ یہ قبر
لطافت اور نورانیت کے اعتبار سے قبر برزخ کے مشابہ ہے اور محسوس و مقداری
ہونے کے اعتبار سے قبر دنیا سے مشابہ ہے۔ تیسری قبر عالم برزخ کی قبر ہے اور وہی
اصلی قبر اور ٹھہرنے کا مقام ہے یعنی روحیں اپنے بدنوں سے جدا ہونے کے بعد صور
پھونکے جانے کے وقت تک اسی جگہ مقیم رہیں گی اور نعمت و عذاب، تنگی و فراخی
کی جگہ ہی قبر ہے اور دوسری دونوں قبروں پر یہ ثواب و عذاب بطور عکس اور سایہ
کے وارد ہو گا اور یہی قبر اقطاب کے کشف کا مقام ہے یعنی اپنے وقت کے قطب
پر اس کا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔ اولیاء کرام سے فیوض اسی قبر سے حاصل ہوتے ہیں اور
سوال و جواب کا تعلق بھی اسی قبر سے ہے اور زندہ کا مردوں سے سوال کرنا اور مرنے
والوں کا زندوں کو جواب دینا بھی اسی قبر سے متعلق ہے۔ ایک زندہ آدمی اپنا جو بھی مدعا
اولیاء کی قبروں پر عرض کرتا ہے اس کا جواب اسے دو طرح سے حاصل ہوتا ہے
پہلا خطرہ صحیحہ کے طور پر دوسرا اس آواز کی طرح جو کسی گہرے کنویں یا گیند کے اندر سے
گوئج کی صورت میں پیدا ہوتی ہے یا دوسرے ہوا کے ذریعہ سنائی دیتی ہے۔ پہلے کا طریقہ
یہ ہے کہ سوال کرنے والا اپنے دل ہی دل میں بطور خطرے کے کہتا اور خاموش ہو جاتا
ہے۔ کچھ دیر بعد جو خیال سائل کے دل میں آئے گا اسے دوسری طرف سے ملنے والا
جواب سمجھے اور کبھی آواز بالکل صاف ہوتی ہے جیسے ایک دوسرے سے بات

حیت کرنے میں آتی ہے۔ یہ مرتبہ کامل لوگوں کو ملتا ہے جو ہشتی اور درندہ کی زیادتی سے
 حامل ہوتا ہے اور یہ قبر اصلی دنیا کی قبر کے مقابل ہوتی ہے اور اگر دنیا میں قبر نہیں یعنی آدمی فن
 نہیں ہوا بلکہ کوئی جانور کھا گیا یا آگ میں جل گیا تو ہضم کے بعد جہاں کہیں بھی اس کا فضل
 ہو گا وہیں اس کی قبر تصور کی جائے گی اس لئے کہ اجزائے انسانی کا ایک جز یعنی تخم کبھی ختم
 نہیں ہوتا نہ کسی طرح اس کی حالت بدلتی ہے نہ اس میں تبدیلی آتی ہے تو وہ تخم حیوان کے
 بیٹ سے جس حصہ زمین پر گرے گا وہی اس کی قبر بھی جائے گی اسی طرح جلائے نہیں
 بھی وہ ذرات محفوظ رہتے ہیں اور زمین انہیں بطور امانت رکھتی ہے اور وہی اس کی قبر ہوتی
 ہے۔ اور اس قبر اصلی کا اثر اس دنیاوی مجازی قبر پر ایسا ہوتا ہے جیسے زمین پر سورج
 کی کرنیں یا مکان میں چراغ کی روشنی یا بدن سے روح کا تعلق۔ اس مثال سے یہ سمجھنا چاہئے
 کہ یہ قبر چند روزہ ہے اور اس میں ہمیشہ طرح طرح کی تبدیلیاں چکر لگاتی رہتی ہیں۔

بائیسواں نور جان لو کہ موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں چلے جانے
 کا نام ہے اسی لحاظ سے آدمی کی تین موتیں اور چار زندگیاں
 ہوتی ہیں۔ چار زندگیاں سے تین موت کے لئے ہیں اور چوتھی آخری ہمیشہ کے لئے۔ اس
 کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب روز میثاق اللہ تعالیٰ نے تمام روح کو لباس و جو پہنایا
 اور اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں) فرما کر جواب میں بلی (بے شک)
 سنا تو یہ پہلی زندگی تھی اور اس کی مدت کا علم خدا کو ہی ہے اور جب اس جگہ سے منتقل
 کر کے ہمیں عالم شہادت میں پہنچایا تو یہ انتقال عالم ارواح سے ہماری موت تھی اور ہمارا
 آنا عالم اجساد کی زندگی۔ تو یہ پہلی موت دوسری زندگی ہوئی اس کی مقدار اتنی ہی ہے جسے
 عمر کہتے ہیں اور جب ہم یہاں سے عالم برزخ میں پہنچیں گے تو یہ دوسری موت ہے کہ ہم
 دنیا سے چلے اور یہی تیسری زندگی ہے کہ عالم برزخ میں قیام کریں گے اور جب وہاں سے
 ہمیں آخرت میں پہنچایا جائے گا تو برزخ سے انتقال تیسری موت ہوگی اور دار آخرت

میں پہنچنا چوتھی زندگی ہے اور یہ وہ زندگی ہے جس کے بعد کوئی موت نہیں۔

تیسواں نور (سوال) بعد دوبارہ وجود عطا فرمایا جائے گا اور پھر ابداً آباد ملک باقی و دائم رکھا جائے گا۔ عالم ممکن ہے اور ممکن ہی ہے کہ خود نہ ہو محض قدرت سے وجود پائے اور پھر اس کے فنا پر قدرت باقی رہے جیسا کہ ظہور میں آئے گا تو پھر اسے موجود کرنے اور باقی رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟

(جواب) جو پہلے ہی فرصت میں الہام ہوا وہ بیان کرتا ہوں اگر دل کو اچھا لگے تو تسلیم کر لیں ورنہ اصلاح کی کوشش کریں یہاں صوفیائے کرام کے نزدیک دو مقام ہیں پہلا کان اللہ ولم یکن معہ شیء (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا) اسے مقام احدیت کہتے ہیں دوسرا یہ کہ جب خدا نے اپنی خدائی کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اس کا ظہور ماسوی کی تخلیق کے بغیر ممکن نہیں لہذا اس نے مخلوق کا ارادہ فرمایا اور عالم کو عدم سے وجود میں لایا اسے مقام واحدیت کہتے ہیں۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اپنے کو پہچانے کہ اگر مخلوق نہ ہوتی تو خالق کو خالق کے سوا کون جانتا اور کون خالق کہتا تو مقام واحدیت کی وجہ سے ماسوی کو پیدا فرمایا اور خود کو ان پر ظاہر فرما کر الٰہیّت پر مگر فرمایا اور مخلوق سے بکلی کے جواب کا اعتراف کرایا اور پھر فنا کر دے گا کیونکہ عالم کے دوبارہ زندہ ہونے کے لئے فنا ضروری ہے۔ اب اگر پھر زندہ نہ فرمائے تو مقام احدیت باقی رہتا ہے اور مقام واحدیت جیسا تھا پھر پردہ میں آجاتے اس لئے کہ احدیت کی بنیاد واحدیت پر نہیں ہے برخلاف اس کے واحدیت قطعاً احدیت پر منحصر ہے اور اس کا باقی رہنا کسی طرح احدیت کا انکار نہیں جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا کہ ہذا الان کما کان (وہ جیسا تھا اب بھی ہے) تو ان دونوں تجلیوں کی شانوں نے چاہا کہ مقام واحدیت پھر اپنے چہرے سے پردہ اٹھائے اور ہمیشہ افق تجلی پر رہے لہذا وہ عالم خانی کو پھر

زندہ فرماتے گا: یہ سہاس کی حکمت کہ مخلوق کو دوبارہ وجود کا لباس بخشا جائے گا اور پھر واپس نہ لیا جائے گا اور پھر اس کی حکمت تو خداوند جل جلالہ و علم نوالہ جانے۔

چوبیسواں نور جب حضرت آدم علیہ السلام کا قالب تیار ہوا تو تمام عالم ملکوت میں آپ کی خلافت الہیہ کی شہرت ہوئی تو ملائکہ

اعلیٰ کے فرشتے ابلیس کے پاس پہنچے اور کہا کہ تو نے اس کا لبد خاکی کو دیکھا ہے اس جسم مرکب کے خلیفہ الہی کے راز ہمیں سمجھا، ہمیں اس طرف کوئی راستہ نہیں ملتا۔ ابلیس لعین آدم علیہ السلام کے اُس بے جان جسم میں داخل ہوا اور کچھ دیر بعد باہر آکر بولا کہ میں نے اس جسم کو ٹٹولا مجھے کوئی جگہ خلافت کے لائق نہیں ملی اس لئے کہ وہ جسم پھول، رگوں، خون، ہڈیوں، گوشت اور چربی وغیرہ کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ خون جوش میں آکر سیلاب کی طرح دوڑے گا اور پھول میں تناؤ پیدا کر کے ایک دوسرے سے جنگ و جدال کرائے گا اور پھر اس سے ہر طرح کے گناہ اور نافرمانیاں سرزد ہوں گے اور یہ ساری باتیں منصب نبوت کی خلاف ہیں البتہ اس جسم کے بائیں جانب میں نے ایک کوٹھری پائی کہ اس میں کوئی چیز بطور امانت پوشیدہ ہے۔ میں نے اس طرف سیر کی طاقت نہیں پائی مجبور ہو کر باہر آ گیا تو اللہ کی خلافت کا سب اگر کچھ ہے تو وہی پوشیدہ راز اور امانت ہے ورنہ اور تو کچھ ہے نہیں۔ صوفیاء اگر اُمرِ تحریر فرماتے ہیں کہ وہ راز، عشق و محبت خداوندی کا راز تھا کہ آدم علیہ السلام کے دل میں اُسے امانت بنا کر رکھ دیا اور آدم کو اس پر تشدد کر دیا یہ چیز کسی دوسری مخلوق کو میسر نہیں۔ اسے بیٹے جان لے کہ آدم محض اس ملازمت کی وجہ سے آدم بنے ورنہ وہ بھی مثل دیگر مخلوق کے تھے۔ تو تم اس راز سے کیوں غافل ہو اسے ترقی کیوں نہیں دیتے اور اپنے خالق کو تلاش کیوں نہیں کرتے، اسے حاصل کیوں نہیں کر لیتے۔ اگر تمہیں وہ راز نصیب ہو جائے تو تم آدمی بن جاؤ گے ورنہ ذلیل رہو گے اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اپنے دل میں عشق الہی کو زیادہ کرو اور اپنے آپ کو اس ذات پاک کا طالب بناؤ تا کہ تم کچھ بن جاؤ کہ لوگ کہیں کہ تم

بھی مرد خدا ہو۔

چھ سوال نور

نسبتیں دو طرح کی ہوتی ہیں پہلی عاشقانہ یعنی عاشق کا

معتشوق کے ساتھ تعلق کا غالب آجانا اور دوسری معشوقانہ

یعنی معشوق کا عاشق کے ساتھ تعلق کا زیادہ ہونا پہلی نسبت خلیلی ہے اور دوسری حبیبی۔

خلیلی یہ ہے کہ طالب کے تمام کام محبوب کی مرضی کے مطابق ہوں اور حبیبی یہ ہے کہ مطلوب

کے تمام کام طالب کی رضا کے موافق ہوں۔ اولیاء اللہ انہیں دو نسبتوں کی طرف منسوب

ہوتے ہیں۔ بعض کی نسبت عاشقانہ ہوتی ہے بعض کی محبوبانہ نسبت کے معنی یہ ہیں کہ

دل کا تعلق ہمیشہ رب تبارک و تعالیٰ سے رہے اور سب سے منقطع رہے اور اس جملے

کے کہ فلاں صاحب نسبت ہے یہی معنی ہیں کہ اس کا ولی تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔

چھ سوال نور

طلب صادق طالب کو اللہ کے حکم سے درجہ کمال حاصل

کرنے سے محروم نہیں رکھتی اگرچہ اس کا پیر ناقص ہو بلکہ

کبھی کبھی تو ایسا پیر بھی مرید کی سچی طلب کی برکت سے درست ہو جاتا ہے۔ منقول ہے

کہ ایک صاحب کو ہمیشہ پیر کی تلاش رہتی تھی مگر نہیں ان کی مرضی کے مطابق کوئی پیر نہ مل سکا۔

آخر ایک روز پریشان ہو کر قسم کھائی کہ آج رات جو شخص میرے گھر آئے گا اسی کا مرید

ہو جاؤں گا اتفاق سے اس رات اس کے گھر میں چور گھس آیا۔ اس طالب صادق نے،

کہ اشتطاریں تھا، فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا اور کہا کہ بھے مرید کر لیجئے چور پہلے تو ڈرا لیکن پھر

اسے یہ قوف جان کہ مریدی میں قبول کر لیا کہ شاید اس طرح سچا پھوٹ جاتے خیر حجب

چور نے اسے مرید کر لیا تو اس نے کہا کہ اب مجھے حکم دیجئے کہ میں اس میں مشغول ہو جاؤں

اور خدا تک پہنچوں۔ چور بے چارہ کو یہ کیا معلوم (جس نے سلیمان علیہ السلام کو نہ دیکھا ہو

وہ پرندوں کی بولی کیا سمجھے) لیکن اپنے چٹکارے کے لئے اس سے چند کلمے کہے کہ تمام

خاندان سے الگ ہو کر جنگل میں چلے جاؤ اور وہاں تنہائی میں بیٹھ کر یاد الہی کرو اور اللہ

اللہ کرتے رہو دل کو حاضر رکھنا طالب صادق اس تعلیم کو سنتے ہی اپنے خاندان سے تعلق ختم کر کے جنگل میں چلا گیا اور عبادت الہی میں مصروف ہو گیا چونکہ پیر ناقص تھا اس لئے خدا تک رسائی نہ ہوئی۔ بارگاہ الہی سے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس چور کو تعلیم دیکر درجۂ کمال تک پہنچاؤ اور اس سے کہو کہ ہمارے جس طالب صادق کو تو نے مرید کیا ہے اسے ہم تک پہنچا چنانچہ خضر علیہ السلام کی تعلیم سے گھڑی بھڑکی اس کی چوری بھی چھوٹی اور وہ صاحب کمال ہو کر مرید کے پاس پہنچا اور اسے بھی خدا رسیدہ بنایا۔ دیکھتے طالب کی طلب صادق نے پیر ناقص کے ساتھ کیا کیا اور کیا ہو گیا۔

مسئلہ سوال نور میں نے اپنے شیخ (شاء آل رسول) رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ بعض درویشوں کو بلبہ احرام اور مردار کھاتے دیکھا گیا ہے کئی بار دیکھا گیا کہ انہوں نے مرے ہوئے جانور کے گوشت اور چربی کو استعمال کیا اور بظاہر وہ مجذوب و مجنون کی صورت بھی نہیں رکھتے بلکہ کبھی کبھی تو وہ دوسروں کو بھی اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں جب ہم نے دیکھا تو وہ حلوہ نکلا۔ یہ کیا راز ہے۔ ارشاد فرمایا کس فیکون۔ یہ باری تعالیٰ کی صفت ہے جب بندہ فانی محض ہو کر اس صفت کا مظہر بن جاتا ہے تو اسے یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ چیزوں کی حقیقت کو بدل دے۔ تو وہ اگر مردے کو زندہ کہہ دے تو وہ زندہ ہو جاتے اور زندہ کو مردہ کہہ دے تو مردہ ہو جاتے اگر وہ مردار کے گوشت کو حلوہ کہہ دے تو حلوہ ہو جاتے اور حلوے کو اگر فضل کہہ دے تو فضل ہو جاتے۔ وہ زہر ہلاہل کو تریاق اور تریاق کو زہر ہلاہل کر دے چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے زہر کھانے کا واقعہ مشہور ہے تو جب اسے اس صفت سے حصہ مل گیا اور وہ فضل کو حلوہ سمجھ کر کھاتے تو تعجب کی کیا بات ہے کہ وہ اس کی قوت کرامت سے حلوہ ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ماہیت بدل جاتی ہے تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے مثلاً انگوری شراب بخس العین اور سدرام ہے، اگر وہ سرکہ ہو جاتے تو اس کا کھانا

حلال و درست ہے یہی حال تمام چیزوں کا ہے اور اب اس میں کوئی خطرہ نہیں میں نے عرض کیا کہ حضور اب میری دلی تسکین ہو گئی۔

اٹھاسوال نور ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت روح کیا ہے؟ فرمایا کہ روح صفت حیات باری تعالیٰ کا عکس ہے، جب باری تعالیٰ کی ذات اور صفات کا سمجھنا محال ہے تو روح کی حقیقت کیسے جان سکتے ہیں کہ یہ تو اسی کا ظل اور عکس ہے۔

اسٹیسوال نور ایک روز میں نے عرض کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے جو بعض نمازی فقیر لکھا ایک نماز چھوڑ دیتے ہیں اور ان سے دریافت کیا جاتا

تو جواب میں یہ آئے کر یہ پڑھ دیتے ہیں واعبد ربك حتى ياتيك اليقين۔ ارشاد فرمایا کہ یہ بات وہ اپنے آپ کو چھپانے کے لئے کہتے ہیں۔ نماز ترک کرنے کے گناہ سے وہ بہت دور ہیں ظنوا المومنین خيرا۔ کبھی ان پر ایسی محویت طاری ہوتی ہے

کہ انہیں اپنی بھی خبر نہیں رہتی۔ کبھی جمال خداوندی کے دیدار سے ان کی حالت مدہوشوں جیسی ہو جاتی ہے۔ کبھی ایسے انوکھے واقعات ان پر ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ دریائے حیرت میں ڈوب جاتے ہیں اور کبھی تجلی جلال کی زیادتی کی وجہ سے وہ نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہوتے۔ ایک روز سیدی ابوبکر شبلی قدس سرہ بیتا بانہ اپنے مرشد حضرت جنید

بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہو گئے اور آپ کے سر ہانے جا کر کھڑے ہو گئے اور نعرہ مارتے ہوئے شعر پڑھنے شروع کر دیئے۔ آپ کی اہلیہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کرنا

چاہا تو حضرت جنید نے فرمایا کہ کوئی ضرورت نہیں شبلی اس وقت اس عالم میں نہیں ہے حضرت شبلی کچھ دیر بعد بے خود ہو کر گر پڑے اور دیر تک اسی حالت میں رہے یہاں تک

کہ حضرت جنید بغدادی نے آپ کی طرف توجہ فرمائی اور آپ کو اس مقام سے لوٹا کر محمود ہوشیاری کے مقام پر لائے حضرت شبلی نے رونا شروع کر دیا اس وقت

حضرت جنید نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ اب پردہ میں ہو جاؤ کہ یہ اس عالم میں لوٹ آئے ہیں۔ مختصر یہ کہ صوفیاء کرام پر بہت سے واقعات، تجلیات اور حالات تغیرات گزرتے ہیں اور ایسی حالتوں میں احکام کو پورا کرنا ان پر معاف کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اوپر لکھی حکایت سے معلوم ہوا کہ حضرت جنید نے اس وقت کسی پردے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ پھر ہو سکتا ہے کہ وہ خفیہ طور پر نماز ادا کرتے ہوں لیکن اس صورت میں ترک جماعت لازم آتا ہے کہ تنہا نماز پڑھنے سے جماعت کی نماز ادا نہیں ہوتی اور یہ بھی بہت بُرا ہے کہ سنتِ موکدہ کا بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک واجب کا پھوڑنا ہے لہذا پہلا سبب ہی زیادہ درست ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ بحویت اور حیرانی صرف نماز کے لئے ہے باقی چیزوں میں نہیں جیسے کھانا پینا وغیرہ؛ فرمایا کہ پاگلوں کو نہیں دیکھا کہ وہ کیسے کھاتے اور پیتے ہیں۔ نماز کی عقل کھانے پینے کی عقل سے مختلف ہے۔ پاگلوں پر ان کے کھانے پینے کے باوجود شریعت کے احکام جاری نہیں ہوتے ایسا ہی یہاں بکھنا چاہئے اور خدا ہی بہتر جانتا ہے اور اسی کی جانب واپس جانا ہے بہر حال گمانِ نیک رکھنا چاہئے اعتراض کی ضرورت نہیں اور ہاں ہو سکتا ہے کہ وہ نماز مکہ معظمہ میں ادا کرتے ہوں اس لئے کہ انہیں ثواب کی خاطر زمین طے کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے اور وہ مسجد حرام میں جہاں نماز کی فضیلت کہ وہاں کی ایک رکعت دوسری جگہ کی ایک لاکھ رکعت کے برابر ہے انہیں مل جاتی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نماز کے اوقات میں شروع سے آخر تک وہ یہیں موجود رہے ایک لمحے کے لئے بھی غیر حاضر نہیں ہوتے تو مکہ معظمہ کا پہنچنا کیسے سمجھ میں آئے تو میرا جواب یہ ہے کہ تمہیں کیا معلوم کہ وہ اپنے اصلی جسم و صورت کے ساتھ وہاں پہنچا اور جسم عکسی و مثالی جو جسم اصلی کے مانند ہے یہاں رہے جیسا کہ بہت بار اس میلان کے مردوں سے واقع ہوا۔ بہر حال حسن ظن میں بڑی گنجائش ہے دیکھتے کہ اس کی توفیق نصیب ہوا اور بدگمانی کی بلا سے بچے۔ اللہ ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین۔

تیسواں نور

انسان عالم صغیر ہے اور اس کے ماسوا عالم کبیر اس عالم صغیر میں عالم کبیر کے تمام اجزا شامل ہیں چنانچہ جو کچھ قلم میں مجمل

ہے وہ انسان کی روح میں مجمل ہے اور جو لوح میں مفصل ہے وہ انسان کے دل میں مفصل ہے اور جو کچھ عرش پر ہے وہ انسان کے جسم میں ہے اور جو کچھ کرسی میں ہے وہ انسان کے نفس میں ہے۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ انسان اگر غور و فکر اپنے وجود کے بارے میں کرے تو یہی اس کے لئے کافی ہے کہ انسان سے کوئی چیز خارج نہیں کیا تم نے حق تعالیٰ کا وہ قول نہیں سنا اقر اکتبک کفی بنفسک الیوم حسیبا۔ تو جو اس کتاب کو پڑھتا ہے وہ تمام آنے والی اور گزری ہوئی باتوں کو جان لیتا ہے اور جو اسے پورا نہ پڑھ کے تو اس میں سے اتنا تو پڑھے جتنا اسے میرے رب عزوجل فرماتا ہے سنیہم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم حتیٰ تبین لہم انہ الحق۔ اور اللہ نے فرمایا و فی انفسکم ما فلا تبصرون۔ قصہ مختصر جو کچھ عالم کبیر میں موجود ہے وہ عالم صغیر میں پایا جاتا ہے مثلاً عالم کبیر میں ایک بادشاہ ہوتا ہے جس کا حکم سارے ملک میں لاگو ہوتا ہے اور رعایا میں اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ عالم صغیر میں اس کی جگہ روح اصل ہے کہ یہ عالم امر ہے اور بدن کے ملک میں اس کا اختیار ہے اور بدن کے تمام عضو روح کے فرماں بردار ہیں۔ اُس عالم میں بادشاہ کا ایک وزیر ہوتا ہے جس کے ذمے سلطنت کا اچھی طرح انتظام کرنا اور حکومت کے کاموں کو بخوبی انجام دینا ہوتا ہے یہاں عقل ہے کہ وزیر کے فرائض انجام دیتی ہے۔ عالم کبیر میں ایک وہ بادشاہ ہوتا ہے کہ اس سے بڑا کوئی نہیں ہوتا اور اسے شہنشاہ کہتے ہیں یعنی خدا سے عزوجل۔ عالم صغیر میں روح شہنشاہ ہے جو رب تعالیٰ کے احکام میں سے ایک حکم ہے۔ عالم کبیر میں شہنشاہ کا ایک رکن اعظم ہے جسے محمد علیہ اعظم ناسب کل اور اور خلیفہ مطلق کہتے ہیں اور وہ ہمارے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال ذات پاک ہے جس کی نظیر ملنا محال ہے۔ عالم صغیر میں عقل ہے جو حقیقت محمدیہ صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ

کے عکسوں میں سے ایک عکس اور انہیں کا پر تو ہے۔ عالم کبیر میں شہنشاہ حقیقی کا عرش عظیم ہے کہ اسے باری تعالیٰ سے خاص نسبت ہے اور عالم صغیر میں دل ہے کہ روح کا مقام خاص ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی شان والی بلند کرسی ہے اور یہاں دماغ کا درجہ بہت اونچا اور بلند ہے۔ وہاں لوح محفوظ ہے جس میں تمام ماضی، حال اور مستقبل درج ہے اور یہاں قوت خیالی ہے کہ تمام صورتیں، شکلیں اور رنگیتیں اور جو کچھ پانچ ظاہری حواس سے سمجھا جاسکتا ہے، سب قوت خیالی میں محفوظ ہے۔ وہاں باری تعالیٰ کی قدیم حقیقت کا معلوم کر لینا محال و ناممکن ہے یہاں حقیقت روح کا سمجھ لینا دشوار اور ناممکن ہے۔ وہاں تمام مملکت میں باری تعالیٰ غالب ہے اور ہر جگہ اس کا حکم چھایا ہوا ہے اور اپنے علم و قدرت سے وہ ہر جگہ موجود ہے اور کسی مکان میں نہیں۔ یہاں روح تدبیر و تصرف کے ساتھ بدن میں ہر جگہ موجود ہے پھر بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں مکان میں ہے نہاں جب مثلاً خدا نے زید کو پیدا کرنا چاہا تو پہلے ارادہ الہی توجہ فرماتا ہے اور پھر اس ارادہ کا نتیجہ یعنی اس ہیئت و شکل اور رنگ و پیمیں زید کی پیدائش لوح محفوظ میں ظاہر ہو جاتی ہے وہاں ملائکہ اعلیٰ کے فرشتے لوح محفوظ کا مطالعہ کر نیوالے اس پر آگاہی پاتے اور خبردار ہو جاتے ہیں اور پھر ان کے ذریعہ برحقوں اور آسمانوں کے ستاروں پر مکمل فرشتے کو خبر ہوتی ہے اور پھر ان کے واسطے سے عناصر رابعہ (مٹی، آگ، پانی اور ہوا) کے فرشتوں کو خبر پہنچتی ہے اور وہ جسموں میں اثر کرتے ہیں اور زید کے ماں باپ کے جسم کی طاقتوں کو حرکت دیکر دونوں کو اکٹھا کرتے ہیں اور اب زید کی وہ انسانی صورت، جو ارادہ الہی کے مطابق لوح محفوظ میں نقش ہے، اسی شکل و صورت میں ماں کے رحم میں قرار پڑتی ہے اور چونکہ اس حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں لہذا اسی الہی زید پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کام کو شروع و سرمد مگر انجام تک پہنچانا نہ چاہے تو زید کی پیدائش میں نقصان واقع ہو جاتا ہے مثلاً حمل گاگر بنا یا ہر وہ تبدیلی جو خدا کی مرضی ہو۔ اسی طرح عالم صغیر میں سمجھنا چاہیے مثلاً تیسرے دل نے چاہا کہ تو، بسم اللہ لکھے تو یہ تیرا پیدا ہوا ارادہ ہے پھر اس، بسم اللہ کی صورت تیسرے دماغ کی تختی پر نقش ہوگی کہ میں اس

طرح لکھونگا اور اس کے بعد تیرے بخارات لطیفہ اور ادواح حیوانیہ میں حرکت پیدا ہوگی۔
اس کے بعد ٹھوٹوں اور بدن کے حصوں میں اور وہاں سے انگلیوں اور پوروں میں حرکت
ہوگی اور تیری جو خواہش تھی یعنی بسم اللہ لکھنا وہ پوری ہو جائے گی اور جب یہاں کوئی
رکاوٹ نہیں تو اسی طرح لکھے گا جیسا تو نے ارادہ کیا تھا اور اگر لکھتے وقت تیرے دل میں
یہ خیال آیا کہ اسے پورا لکھوں تو تجھے اس پر بھی قابو ہے یا لکھتے وقت اس صورت کے علاوہ
جو تیرے دل میں آئی تھی کسی اور طرح لکھنا چاہے تو تجھے اس صورت کے علاوہ جو پہلے تیرے
دل میں آئی تھی کسی اور طرح لکھنا چاہے تو تجھے اس پر بھی اختیار ہے۔ عالم کبیر میں قیامت
ہے جو ساری مملکت کو فنا کر دے گی اور ذات باری کے علاوہ ہر چیز ناپید ہو جائے گی۔
عالم صغیر میں موت ہے کہ بدن کی ساری مملکت کو درہم بہم کر دے گی اور سولت بادشاہ
جسم (روح) کے کچھ باقی نہ رہے گا۔ ان باتوں سے تمہیں اچھی طرح پتہ چل گیا ہو گا کہ جو اپنے
نفس کو جان لیتا ہے اسے معرفت الہی حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو
اپنی بہت سی صفات دیکر پیدا فرمایا۔ عالم کبیر میں بادشاہوں کے دیباہ کے کچھ مقرب ہوتے
ہیں یہاں جگر تلی وغیرہ مقرب ہیں۔ وہاں بادشاہوں کو ایک خزانچی کی ضرورت ہوتی ہے
یہاں خیال اور حافظہ ہے۔ وہاں عرضیاں گزارنے والے اور پرچہ نویس ہوتے ہیں یہاں یہ
کام جس سے ہوتا ہے کہ جو کچھ حواس کے راستے اسے پہنچتا ہے وہ نفس ناطقہ تک پہنچاتی ہے
وہاں بادشاہوں کی سواریاں ہوتی ہیں یہاں تیرے دونوں پیر ہیں کہ تو ان سے چلتا ہے۔
وہاں بادشاہوں کو دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے لشکر درگاہ ہے یہاں تیرے دونوں ہاتھ
ہیں جو موذیوں کو دفع کرتے ہیں۔ وہاں شاہی مال گزاری اور مطالبے کی وصولی کے لئے تحصیل
درکار ہے یہاں قوت شہوانی ہے کہ کھانے پینے اور تمام ضرورت کی چیزوں کو طلب کرتی
اور جمع کرتی ہے۔ وہاں کو تو ال ہوتا ہے یہاں قوت غضب ہے کہ کو تو ال کی طرح سیاست
کے کام کرتی ہے۔ وہاں جاسوس ہوتے ہیں جو خارجی حالات کی خبریں شاہی دیباہ کو

دیتے ہیں یہاں پانچوں حواس (دیکھنا، سننا، چکھنا، سونگھنا اور چھوتنا) جاسوس ہیں کہ تمام بیرونی حالات کی اطلاع جس کے ذریعے پہنچاتے ہیں۔ وہاں خدمتگار ہوتے ہیں جو اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں یہاں مضمم کرنے والی غذا پہنچانے والی، جسم بڑھانے والی، غذا کو روکنے والی اور فضلہ کو خارج کرنے والی قوتیں ہیں کہ ہر ایک اپنا کام انجام دیتی ہے۔ وہاں باورچی خانہ ہوتا ہے یہاں معدہ ہے۔ وہاں باورچی ہے یہاں حرارت ہے جو ہر قسم کی غذا کو پکاتی ہے۔ وہاں رنگ ریز ہوتا ہے یہاں جگر رنگ ریز کا کام کرتا ہے کہ ہر قسم کی غذا کو سرخ رنگ دیکر خون بناتا ہے۔ وہاں سقہ ہوتا ہے یہاں گردے ہیں کہ پانی کو خون سے الگ کر کے مثانہ میں ڈالتے ہیں از مرثانہ اسے باہر نکال دیتا ہے۔ وہاں بادشاہوں میں ایک دوسرے سے لڑائی تھگڑا رہتا ہے جو ایک دوسرے کی مملکت کو خراب اور برباد کرنا چاہتے ہیں یہاں بیماریاں ہیں جو روح کی مملکت میں داخل ہو کر روح سے جھگڑتی ہیں اور اس کے ملک کی دیرانی پسند کرتی ہیں اس باہمی لڑائی کو بحران کہتے ہیں۔ وہاں دونوں طرف کچھ مدد اور کمک ہوتی ہے یہاں بیماری کی مدد پر بد پرہیزی، کم علمی اور حکیم کی نا تجربہ کاری ہوتی ہے اور روح کی کمک دوا پرہیز، طبیب کا تجربہ ہے جو دشمنوں کی تدبیریں خاک میں ملا دیتی ہیں۔ وہاں چور ہیں یہاں ہماری رگیں چوری کر کے غذا کو معدے سے جگر میں پہنچا دیتی ہیں۔ وہاں رعایا میں نیک اور بد ہیں یہاں اچھی سیرتیں اور بری عادتیں ہوتی ہیں۔ وہاں عناصر اربعہ ہیں یہاں چار اخلاط (خون، بلغم، سودا اور صفرا) ہیں۔ وہاں چمکدار ستارے ہیں جو اپنی روشنی سے عالم کو روشن اور اندھیرے میں چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتے ہیں یہاں بصارت اور بصیرت کی روشنیاں ہیں کہ چمکانے اور روشن کرنے کا کام پورا کرتی ہیں۔ وہاں پہاڑ ہیں کہ ان کی وجہ سے زمین ٹھہری ہوئی ہے یہاں پہاڑوں کی طرح بڑیاں ہیں کہ بدن انہیں سے قائم ہے۔ وہاں نباتات اور درخت ہیں یہاں ان کی مثل بال ہیں۔ وہاں نہریں ہیں جن میں پانی بہتا ہے یہاں رگیں ہیں جن میں خون دوڑتا ہے۔ وہاں طرح طرح کے سیٹھے، کھاری، بد مزہ اور بد بو

چشمے ہیں یہاں منہ کا چشمہ میٹھا ہے تاکہ ہر کھانے کا مزہ اپنی جگہ رہے اور آنکھوں کا چشمہ کھاسی
 ہے تاکہ آنکھیں باقی رہیں کیونکہ آنکھوں میں چربی بہت ہے اور بلا نمک کے چربی نہیں رہتی
 اور کانوں کا چشمہ کڑوا اور شور کرنے والا ہے اس لئے کہ کانوں پر حفاظت کا کوئی پردہ نہیں لہذا
 حکمت الہی نے یہ چاہا کہ اس چشمہ کو بد مزہ اور سخت پیدا کرے کہ کیڑوں وغیرہ کے گھسنے سے بچا
 رہے اور ناک کا چشمہ بدبودار ہے تاکہ وہ خوشبو کی قدر کرے۔ وہاں برسنے والے بادل ہیں کہ زمین
 سے اٹھ کر اوپر جاتے ہیں اور پانی ہو کر برسنے لگتے ہیں یہاں بخارات ہیں کہ آنکھ کی رطوبتوں
 بہت ہنچکر آنسو بن کر ٹپکتے ہیں۔ وہاں بانی کا طوفان ہے یہاں رطوبت کا سیلاب ہے۔ وہاں بحال
 کا طوفان ہے یہاں ریاح کی زیادتی۔ وہاں زمین کے زلزلے یہاں کچیا ہٹ اور ریشہ۔ وہاں
 بدبودار چیزوں کی تبدیلی سے حیوانات پیدا ہوتے ہیں یہاں بلغم کی تبدیلی سے مختلف جراثیم
 باریک کیڑے اور کدو دانہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں ابلیس اور شیاطین ہیں یہاں
 نفس امارہ۔ وہاں جنت اور دوزخ ہے یہاں تندرستی اور بیماری۔ جنت میں نعمتیں ہیں
 اور دوزخ میں عذاب۔ یہاں تندرستی میں نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جو چاہو کرو کھاؤ پو پہنو
 اور عیش کرو اور بیماری میں عذاب معلوم ہوتا ہے۔ کھانے پینے میں کوئی مزہ اور لطف نہیں
 آتا، غمناک آتی ہے نہ راحت نصیب ہوتی ہے۔ وہاں فرشتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے عالم کا
 انتظام کرنے پر مقرر ہیں اور یہاں لطیف بخارات کہ روح کے فرمان کے مطابق ہر جگہ بدن
 میں رہتے ہیں اور روح کا حکم جاری کرتے ہیں جب تو چلتا چاہتا ہے تو تیرے پاؤں کے
 پٹھوں کو پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں اور جب تو لینے دینے کا ارادہ کرتا ہے تو تیرے ہاتھوں
 کے پٹھوں کے ساتھ ہی کرتے ہیں۔ وہاں دلچسپ نغمے اور ساز ہیں یہاں انسانی خلق کی
 آواز باجوں کی مانند ہے۔ وہاں زراعت ہے یہاں اولاد۔ وہاں حکمت ہے۔ یہاں دانستہ۔
 وہاں حلیم پڑے ہوئے منظر ہیں یہاں ملکوں سے چھپی آنکھیں۔ وہاں موت ہے یہاں غم
 وہاں مرنے کے بعد جینا یہاں سونے کے بعد جاگنا۔ غرض اس عالم اور اس عالم سے تعلق

کھنے والی بہت سی چیزیں ہیں۔ انہیں نہ ہم شمار کر سکتے ہیں نہ ہمارا علم ان کا احاطہ کر سکتا ہے۔
 لہذا ان سب باتوں کو علم الہی کے حوالے کر کے ہم آیہ کریمہ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا
 عَلَّمْتَنَا انْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ اس عالم
 میں جو کچھ ہے چاہے وہ ہمارے علم میں آئے یا نہ آئے ویسی ہی اس کی مثال اس عالم
 میں پائی جاتی ہے خواہ ہمیں اس کی جانکاری ہو یا نہ ہو۔ لازم ہے کہ اوپر لکھی مثالوں پر خوب
 غور کریں۔ سیرنا سوتی یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جاننے اور پہچاننے اور اس کا قرب حاصل کرنے
 کے لئے اپنی قوت کے مطابق سیرنا سوتی لازمی ہے کہ اسی سے آدمی کو پہچاننے کی صلاحیت
 پیدا ہوتی ہے ورنہ وہ جاہلوں سے بھی برا سمجھا جاتا ہے۔

اکیسواں نور اللہ تعالیٰ واحد حقیقی ہے واحد عددی نہیں کہ اس کے ساتھ ٹکڑ
 کر دو ہو جائے یا وہ چوتھائی، آدھے اور تہائی کی تقسیم قبول
 کرے۔ وہ نہ تقسیم قبول کرتا ہے نہ اس سے کوئی چیز مرکب ہے نہ وہ خود کسی چیز سے بنایا
 گیا ہے۔

بیسواں نور واضح ہو کہ صوفیائے کرام کے نزدیک باری تعالیٰ کی صفات
 عین ذات ہیں۔ صفات ذات باری سے الگ نہیں ہیں۔
 عالم جبروت انہیں صفات میں سیر کرنے کا نام ہے۔ اب سیر صفات، سیر ذات سے
 جو مقام لاہوت ہے، الگ کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صفات
 عین ذات سے جدا ہیں، عین ذات نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ عینیت کی صورت میں بھی
 تماثلاً اعتباری ماننا پڑے گا۔ یہ بہت سی منزلیں ہیں اور ہر منزل میں اس کی شان جدا اور
 نام علیحدہ ہے لہذا سیر معرفت اور مقامات کے تعین کو آسانی سے سمجھنے کے لئے سیروں
 کی منزلیں الگ الگ مان لی ہیں ورنہ صرف ایک سیر لاہوتی کافی ہے۔ اس لئے کہ یہی اصل
 منزل ہے۔ اس گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ سیر جبروت کا سیر لاہوت سے جدا ہونا یہ نہیں

چاہتا کہ صفات باری تعالیٰ ذات باری تعالیٰ سے جدا ہوں۔ علم کلام کے جاننے والوں کے نزدیک صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیرت ذات اور حکماء نے صفات کی نفی کر کے صفات کو عین ذات قرار دیا ہے۔ سب سے زیادہ جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

تفسیر سوال اور میں نے کوئی چیز نہ دیکھی مگر خدا کو اس سے پہلے دیکھا میں نے کسی چیز کو نہ دیکھا مگر خدا کو اس کے بعد دیکھا مجھے کوئی چیز نظر نہ آئی مگر میں نے اس میں خدا کو دیکھا مجھے کچھ نہ دکھائی دیا مگر خدا کو اس کے ساتھ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کے دیوں کی زبان پر یہ چار کلمے رب تعالیٰ کے قرب کے حامل ہونے اور درجات میں ترقی کے وقت جاری ہو جاتے ہیں اور ہر ولی اپنے مرتبے کے مطابق ان چاروں میں سے کوئی کلمہ اپنی زبان پر دیکھتا ہے پہلا مقولہ سیدنا صدیق اکبر کا دوسرا سیدنا عمر فاروق کا تیسرا سیدنا عثمان غنی کا اور چوتھا سیدنا رضی علی کا ہے جو ان حضرات میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے فرمایا ہے پہلا مقولہ سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے لیا گیا ہے اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ دوسرا مقولہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس مقولہ سے لیا گیا ہے ان معی ربی (بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے)۔ یہ پہلا جذب کا طریقہ ہے دوسرا سلوک کا۔ ہمارے بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام کے حق تعالیٰ کو دیکھنے میں یہ فرق ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پہلے حق پر پڑی پھر اپنے نفس شریف پر اور موسیٰ علیہ السلام کی نظر پہلے خود پر پڑی پھر حق پر۔ یہ دونوں سی باتیں اچھی اور پسندیدہ ہیں مگر پہلی بات تمام تر اور قریب تر ہے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ جذب کے طریقے پر ہے یعنی اللہ کی طرف سے ہے اور یہ بہان لٹی ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مقولہ سلوک کی روش پر ہے یعنی اپنے شعور و فہم کے مطابق ہے اور یہ بہان انی ہے یہاں جذب و سلوک اپنے اصل معنی میں استعمال کیا گیا ہے اصطلاحی معنی میں نہیں۔ اصطلاحی معنی میں تو سلوک کو جذب پر فضیلت ہے۔

چوتھو سوال نور جب انسان بالغ ہوتا ہے کہ اس سے تین روہیں وابستہ ہو جاتی ہیں۔ دو علوی، یہ قسم ملائکہ سے ہیں اور ایک سفلی کہ یہ شیطان سے ہے۔ پہلی دو انسان کو اچھے کام کرنے پر آمادہ کرتی ہیں یعنی ان میں سے ایک اچھے کام کی رغبت دل میں پیدا کرتی ہے اور دوسری اچھے کام کو پورا کرنے کی قوت دیتی ہے۔ تیسری برے کام کرنے کو اکساتی ہے یعنی دل میں برے کام کا خیال پیدا کرتی ہے اور اس کے اسباب مہیا کرتی ہے۔ یہ تین روہیں انسان کے علاوہ دوسرے جانداروں میں نہیں ہوتیں اسی لئے انسان مکلف ہے حیوان مکلف نہیں ہیں۔ چونکہ انسان کبھی ان دونوں فرشتوں کی پیروی کرتا ہے اور کبھی شیطان کی فرماں برداری لہذا ان تینوں میں جھگڑا رہتا ہے اور ایک دوسرے سے شرمندہ رہتے ہیں مگر انسان نے فرشتے کی فرماں برداری کی تو شیطان کو شرمندگی ہوتی ہے اور اگر شیطان کی بات مانی تو فرشتوں کو ندامت ہوتی ہے اور اگر شیطان کی بات مانی تو فرشتوں کو ندامت ہوتی ہے اور یہ معاملات ساری زندگی چلتے رہتے ہیں۔ شاید ہمزاد سفلی اسی شیطان کو کہا جاتا ہے اور ہمزاد علوی اور نوری ہی دو فرشتے ہیں۔ حقیقت کا علم تو بس اللہ کو ہی ہے۔ انسان کو ہمیشہ ان دونوں فرشتوں کا تابعدار رہنا چاہئے تاکہ آخرت میں نجات پائے۔

پنجمو سوال نور ہر زمانے میں ایک غوث ہوتا ہے کہ اس دور کے تمام اولیاء سے بڑا اور ان کا سردار ہوتا ہے اور اس زمانہ کا کوئی ولی غوث کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔ اسے قطب مدار بھی کہتے ہیں تمام انتظام اسی کے ہاتھوں ہوتا ہے اور اس مقام پر اسے عبد اللہ کہتے ہیں۔ اس کے دائیں بائیں دو وزیر ہوتے ہیں جنہیں عبد الرب اور عبد الملک کہتے ہیں عبد الرب دائیں طرف کا وزیر اور عبد الملک بائیں طرف کا وزیر جب عبد اللہ کا وصال ہوتا ہے تو عبد الملک اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے اور عبد الرب عبد الملک ہو جاتا ہے اور عبد الرب کی جگہ دوسرے کو قائم کر دیا جاتا ہے اور یہ

انتظام قیامت تک چلتا رہے گا۔ زمانہ نبوت میں ہمارے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ تھے اور سیدنا ابوبکر عبد الملک اور سیدنا عمر عبد الرب۔ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صدیق اکبر عبد اللہ ہوئے سیدنا عمر عبد الملک اور عثمان غنی عبد الرب۔ جب صدیق اکبر کا دور ختم ہوا تو سیدنا عمر عبد اللہ ہوئے اور عثمان غنی عبد الملک اور سیدنا عمر رضی علی عبد الرب۔ جب سیدنا عمر کا دور ختم ہوا تو سیدنا عثمان غنی عبد اللہ ہوئے اور سیدنا علی رضی عبد الملک اور سیدنا امام حسن عبد الرب۔ جب سیدنا عثمان غنی کا دور ختم ہوا تو سیدنا علی رضی عبد اللہ ہوئے اور سیدنا امام حسن عبد الملک اور سیدنا امام حسین عبد الرب اور جب سیدنا مولیٰ علی کا دور ختم ہوا تو عبد اللہ سیدنا امام حسن ہوئے اور اسی طرح سلسلہ سیدنا امام حسن عسکری تک چلا۔ اس کے بعد سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ عبد اللہ ہوئے اور آخر زمانہ میں یہ بلند مرتبہ سیدنا امام مہدی کو ملے گا۔ عبد اللہ اپنے زمانے میں تمام عالم کو فیض پہنچاتا ہے اور بلا اس کے واسطے کا کسی کو کچھ نہیں ملتا۔ "فتوحات" میں فرمایا کہ اصطلاح میں جیسے قطب کا نام دیا جاتا ہے وہ ان میں ایک ہی ہوتا ہے اور وہی غوث اور اس زمانے کا سردار ہوتا ہے۔ اب ان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کا حکم ظاہر ہوتا ہے اور وہ ظاہر و خلافت کو اپنے لئے ولے ہی جانتے سمجھتے ہیں جیسا اپنے باطنی مقام کے لحاظ سے باطنی خلافت کو جیسے ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، مولیٰ علی، امام حسن، معاویہ بن یزید، عمر بن عبد العزیز اور متوکل اور کچھ وہ ہوتے ہیں جنہیں صرف باطنی خلافت حاصل ہوتی ہے ظاہری طور پر ان کا حکم نہیں چلتا جیسے احمد بن ہارون الرشید اور ابویزید بسطامی اور اکثر قطبوں کا ظاہر میں کوئی حکم نہیں ہوتا انہیں میں ائمہ میں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور کسی زمانے میں بھی یہ دوسے زیادہ نہیں ہوتے ایک عبد الرب دوسرے عبد الملک اور قطب عبد اللہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **وَانْتَلَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ** (اور بے شک جبکہ کھڑے ہوئے عبد اللہ) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اقطاب سائے عبد اللہ ہیں اور ائمہ ہر زمانے میں عبد الملک اور عبد الرب، اور یہی دو فنل قطب کے وصال

کے بعد اس کے خلیفہ ہوتے ہیں اور یہ دونوں قطب کے دو وزیروں کی جگہ ہوتے ہیں۔ ان سے ایک عالم ملکوت کا شاہد کرتا ہے اور دوسرا عالم ملک کے ساتھ رہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چھٹی سوال نور ولایت نبوت سے افضل ہے اس کے کیا معنی؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ اس لئے کہ ولایت

سے مراد پستی سے بلندی کی طرف ترقی ہے یعنی ذلت باری کے ساتھ عشق و محبت کا غالب رہنا اور اس کے سامنے تمام چیزوں کا کمزور ہو جانا بلکہ عشق و محبت الہی میں ان سب کا فانی اور نابود ہو جانا اور نبوت سے مراد ترقی سے تنزل ہے یعنی تبلیغ رسالت کے لئے پھر ماسوی کا شعور دینا اور ناسوت میں لانا۔ یہ تنزل ہے۔ لا محالہ نبی کی ترقی اس کے تنزل سے افضل ہے نہ یہ کہ معاذ اللہ ولی کی ولایت انبی کی نبوت سے افضل ہے۔

سنتی سوال نور قبض اور بسط دو نفیس حالتیں ہیں۔ معنی یہ ہیں کہ جب اولیاء اللہ کو دولت وصل حاصل ہوتی ہے تو لا محالہ انہیں خوشی اور دلی مسرت

ہوتی ہے اسے اصطلاح تصوف میں بسط کہتے ہیں اور کبھی حیرت ہو جاتی ہے اسے قبض کہتے ہیں یہ دونوں حالتیں ہمیشہ جاری و ساری رہتی ہیں اس لئے کہ اگر ہمیشہ بسط کی حالت رہے اور اس کی عادت ہو جائے تو انہماک، غلبہ نہ رہے گا لہذا قبض کی حالت پیش آتی ہے یعنی ایک پردہ حائل ہو جاتا ہے تاکہ محبت کی آگ کو اپنے دامن سے ہوا دیں۔ اس وقت ان کی حالت وحشیوں کی

طرح ہو جاتی ہے اور وہ مدہوشوں جیسی حرکتیں کرنے لگتے ہیں جیسی حالت فراق میں مجازی عاشق کی کیفیت ہو جاتی ہے پھر جب یہ قبض دور ہو کر بسط نمودار ہو جاتا ہے تو پھر تازہ لطف اور بے پناہ خوشی ظاہر ہوتی ہے کہ زبان اس کا بیان نہیں کر سکتی اور دل انوار الہی سے الامال ہو جاتا ہے۔

آٹھویں سوال نور صوفی کو فقیہ کی ضرورت ہے، فقیہ صوفی کا محتاج نہیں۔ یہی سیدنا غوث اعظم نے فرمایا مگر چہ صوفی کا مرتبہ فقیہ سے بلند ہو

اور بعض صوفیہ فقیہ اسے کہتے ہیں کہ عارف یعنی صوفی بھی ہو تو وہ فقیہ جو صوفی بھی ہو اس کا
ترتیب صوفی محض سے بلند ہے۔

انسائیسواں نور باری تعالیٰ کا دیدار چشم سر سے دنیا میں محال ہے جنوری نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے سوائے کسی نبی مرسل یا ملک مقرب کو بھی نصیب
نہیں ہوا۔ اگر کوئی شخص اپنے بارے میں یا کسی دوسرے کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے تو وہ گمراہ
اور بد مذہب ہے۔ ادیار کو بھی دنیا میں جسمانی آنکھ سے دیدار الہی میسر نہ ہوا اور سلوک کی
کتابوں یا مخطوطات میں جگہ جگہ مشاہدہ دیدار الہی کا ذکر ہے اس سے بھی جسمانی آنکھ کا مشاہدہ
مراد نہیں بلکہ دل کی روشنی اور باطن کی نورانیت کا مشاہدہ مراد ہے بلکہ بعض اہل سلوک تو اس
کا بھی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اولیاء نے باطنی آنکھ سے
جمال الہی کا مشاہدہ کیا تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ سالک کا ذات باری تعالیٰ میں
یقین عوام سے زیادہ ہو جاتا ہے بعینہ مشاہدہ جمال مراد نہیں ہوتا۔ "شرع تعرف" میں اس
مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

چالیسواں نور ایک روز میں نے اپنے شیخ (شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ
سے پوچھا کہ اولیاء کی کیا پہچان ہے؟ فرمایا جب بندہ اپنی
ذات اور صفات کو فراموش کر دے اور ذات و صفات الہی میں کھو جائے اور صرف ذات
صفات باری تعالیٰ ہی کو موجود سمجھنے لگے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محبت اور ذوق و
شوق اتنا بڑھ جائے کہ وہ اور سب سے بے تعلق ہو جائے تو وہ ولی ہوتا ہے۔ جب بندہ
میں یہ تمام صفات پیدا ہو جائیں تبھی وہ ولی ہوگا ورنہ نہیں۔

اکیسواں نور بعض جاہل فقیر اپنے آپ کو شریعت کے خلاف رکھتے ہیں مثلاً درمیں
منڈوانا یا کترانا، بھنگ اور شراب پینا، ریشمی کپڑے پہننا۔
غش اور بے ہودہ باتیں زبان سے ادا کرنا اور بھی بہت سی خلاف شرع باتیں کرنا۔ اگر

ایسے لوگوں کو نصیحت کی جاتے تو کہتے ہیں ہم تو فرقہ ملائیہ سے ہیں۔ تم خوب سمجھ لو کہ یہ بڑے گمراہ ہیں۔ یہ ملائیوں کا طریقہ نہیں ہے۔ ملاستی تو وہ ہوتے ہیں جو شریعت کے مستحبات میں سے کسی مستحب کو بھی نہیں چھوڑتے لیکن بارگاہ الہی میں جو قرب انہیں حاصل ہے اسے مخلوق سے چھپاتے ہیں۔ وہ شریعت کے خلاف نہیں جاتے اور ملائیہ ہونے کا دعویٰ کر کے سرکش نہیں بن جاتے۔ ایسے ملائیہ تو باطل پرست ہوتے ہیں حق پرستی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

ایسے لوگوں کی وضع اور طریقے سے دور رہنا چاہیے۔ یہاں مجھے ایک حکایت یاد آتی جس سے بات خوب واضح ہو جائے گی۔ پہلے زمانہ میں شوہر اور بیوی تھے شوہر ملاستی فرقتے سے تعلق رکھتا تھا یعنی اس راہ کی ریاضتیں اور مجاہدے ظاہر میں نہ کرتا بلکہ مخلوق سے پوشیدہ رکھتا۔ اس کی بیوی ہمیشہ غصہ کرتی کہ میں تجھے کبھی حق کی طرف متوجہ نہیں دیکھتی۔ وہ کہتا کہ کیا کروں مخلوق میں ایک میں ہی بُرا ہوں اللہ مجھے بخشنے۔ ایک رات اس کی بیوی سوئے سے اٹھی تو کیا دیکھتی ہے کہ شوہر حق کی طرف متوجہ ہے اور ذکر میں ڈوبا ہوا ہے، وہ بہت خوش ہوتی اور صبح اپنے شوہر سے بولی کہ خدا کا شکر ہے آج رات گتھی سلجھ گئی کہ تم اپنی ریاضت کو چھپاتے ہو۔ اس نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا، بیوی نے جواب دیا کہ پچھلی رات میں نے تم کو یاد الہی میں مصروف تھے اور تمہیں کسی بات کی خبر نہ تھی شوہر نے تین بار پوچھا کہ کیا تو سچ کہتی ہے واقعی تو نے دیکھا۔ بیوی نے کہا خدا کی قسم میں نے تجھے دیکھا۔ شوہر نے یہ سنا اور انتہائی شرمندگی سے اپنی جان خدا کو سونپ دی۔ ایسے لوگوں کو ملاستی کہنا درست ہے۔ بد مذہبوں اور خلاف شرع چلنے والوں کو ملاستی کہنا بالکل غلط ہے۔

حالت بیداری میں معراج جسمانی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و
بیابان سوال نور سلم کا خاصہ ہے۔ یہ مرتبہ کسی ولی کو حاصل نہیں چاہیے وہ
 قطبیت، ولایت یا غوثیت کے مرتبے پر ہی کیوں نہ ہو۔

سینا لیسوال نور روحانی معراج، خواب کی حالت یا عالم واقعہ میں کہ وہ مراقبہ کی کیفیتوں میں ایک استغراقی حالت ہے جو بیداری اور غیبت کے درمیان نمودار ہوتی ہے، اولیاء کے لئے ممکن بلکہ واقع ہے۔

چوالیسوال نور (سوال) شعر گوئی اور سماع سننے کی اہمیت کے کیا معنی ہیں؟
(جواب) سماع کا اہل وہ شخص ہے جو خود اپنے دل اور دھڑل کے دلوں پر ایسا قابو رکھتا ہو کہ ماسوی اللہ کے خطرہ کو ان میں نہ آنے دے۔

سینا لیسوال نور (سوال) ولایت میں وہ کون سا مرتبہ ہے جس سے بلند کوئی مرتبہ نہیں؟

(جواب) وہ مقام قرب ہے جو نبوت اور صدیقیت کے درمیان واقع ہے یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام تھا یہی بات فتوحات "میں شیخ اکبر نے اشارت فرمائی ہے۔

چھیالیسوال نور دلی پر اپنا حال چھپانا ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ نبی پر اپنی نبوت کا ظاہر کرنا۔ دلی کی ولایت مجبوراً ظاہر ہو جائے تو کوئی بات نہیں مگر اراداً اسے ظاہر نہ کرے یہاں اپنے مرشد کا واقعہ لکھتا ہوں کہ اس سے اس مسئلہ پر دشمنی پڑے گی۔ آپ کے ایک مرید مظفر علی بریلوی کہتے ہیں کہ میں ایک رات استیجار کے لئے اٹھا اور طہارت کے لئے پانی لینے اپنے حجرہ سے باہر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دنگا، مغل (دنگاہ برکاتیرہ ماہرو ضلع اڑیسہ) میں بزرگوں کا بڑا کثیر مجمع ہے جیسے عرس کا دن ہو اور حضرت صاحب برکات کے پائیں دالان میں جو اہرات کا جڑاؤ تخت پکھا ہے اور اس پر چاروں طرف اکابر اولیاء بیٹھے ہیں۔ کچھ دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے حضرت پیر و مرشد (شاہ آل رسول) کو شاباز لباس فاخرہ پہنائے اور سر پر تاج رکھے دو بزرگ بغل میں ہاتھ ڈالے ہوئے لئے اور تخت پر بٹھایا۔ تمام لوگ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور حضرت کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ میں (مظفر علی) یہ سب دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر ایک اندرونی زمین کے نیچے کھڑا ہو گیا اس کے بعد تمام حضرات اندر چلے

گئے اور غائب ہو گئے۔ پھر میں اپنے حجرہ میں آگیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔ صبح میں مسجد میں حاضر ہوا اور حضرت پیر و مرشد کے پیچھے نماز باجماعت ادا کی اور پھر یہ حال عرض کر کے اس مقام کی کیفیت دریافت کرنے لگا۔ پہلے تو فرمایا کہ تم نے خواب دیکھا ہوگا اور خواب کی باتوں کا کیا اعتبار جب میں نے اصرار کیا تو بادل ناخواستہ فرمایا کہ خاموش رہو اور اس بارے میں کوئی بات مت کہو۔ میں اسی وقت خاموش ہو گیا۔ اللہ اللہ کیا پردہ داری تھی کہ کبھی اشاروں اور کنایوں میں بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا حالانکہ یہ مقام، مقام قطبیت اور حضور والا کو مارہرہ کی خدمت کی سپردگی تھی۔ اُس روز سے وفات شریف تک آپ مارہرہ سے باہر نہیں گئے اور سینکڑوں کرامتیں آپ سے ظاہر ہوئیں کہ ان کا تحریر کرنا باعث طرالت ہوگا حضور والا کے وصال کے بعد مظفر علی سے مجھے اس واقعے کی تصدیق ہوئی۔

سینا لیسوال نور عبادتوں میں دل کو حاضر رکھنے کی دو صورتیں ہیں پہلی تو یہ کہ آدمی سمجھے کہ خداوند تعالیٰ میرے سامنے ہے اور اسے دیکھ کر

اس کی عبادت کرتا ہوں۔ یہ مقام اونچا ہے جنہیں حق تعالیٰ الیک رسائی ہو گئی ان میں سے بھی بندگان کا حصہ ہے۔ دوسری صورت یہ کہ یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہے اور میں اس حالت میں اس کا عبادت گزار ہوں۔ یہ مقام بھی ذوق و شوق، نور و حضور اور خلوص عطا کرتا ہے۔ یہ مقام پہلے مقام سے کم تر درجے کا ہے اور یہ درمیانی لوگوں کا مقام ہے۔ اور وہ عبادت جو ان دونوں میں سے کسی خیال پر نہ ہو غافلوں کا مقام ہے یعنی عوام کا کہ زبان پر اللہ اللہ اور دل ایسے غیرے کے ساتھ۔ ہم اللہ سے عاقبت چاہتے ہیں۔

اٹھ لیسوال نور سمجھ لو اور یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ دل کے اندر ایک سراخ آسمان کے ملکوت کی جانب کھلا ہوا ہے جیسے دل کے باہر پانچ

دروازے عالم محسوسات کی جانب کھلے ہیں یعنی دل میں اتنی قابلیت ہے کہ اس سے عالم ملک و ملکوت اور جبروت و لاہوت کی جانکاری کر لیتا ہے۔ یہ نہ بگھنا کہ یہ صوفیہ بیبیروں

علیہم السلام کے ساتھ ہے بلکہ یہ تمام تھرس آدمیوں کا جوہر ہے اور یہ خیال بھی نہ کرنا کہ ملکوت کی طرف دل کا یہ سوراخ نیند اور موت کے بغیر نہیں کھلتا بلکہ ریاضت اور مجاہد دل کی کثرت سے بیداری میں بھی کھل جاتا ہے۔ یہ باتیں خاص تعلیم سمیٹتے تحریر کی ہیں اسے بھ کر آدمی بن جاؤ۔

انچاسواں نور
نفس تین طرح کے ہوتے ہیں ۱۔ نفس مطمئنہ ۲۔ نفس لوامہ اور ۳۔ نفس امارہ۔ نفس مطمئنہ نبیوں اور خالص ولیوں کا ہوتا ہے کہ ان کے ارادے اللہ کے ارادوں میں فنا ہو چکے اور حق کے خلاف اس میں کوئی راستہ نہیں۔ نفس لوامہ برائیوں پر آگاہ کرتا ہے اور برائی کرنے سے روکتا ہے اور اگر کوئی برائی سرزد ہو جائے تو جلد ہی ندامت اور توبہ کرتا ہے۔ یہ صالحین اور پرہیزگاروں کا نفس ہے اور نفس امارہ ہمیشہ برائی پر آمادہ رہتا ہے اور گناہ کرنے کو کہتا ہے یہ غوام کا نفس ہے۔

بچاسواں نور
تلوین اور تمکین دو مقام ہیں۔ اگر سالک نے راہ سلوک طے نہیں کی اور اس کی کوشش میں لگا رہتا ہے تو اسے صاحب تلوین کہتے ہیں اور اس کے مقابل کو صاحب تمکین اور واقف اور راجع سے بھی یہی معنی مراد ہوتے ہیں۔

اکیاونواں نور
قلب، نفس اور روح تینوں الفاظ کے معنی ایک ہی ہیں۔ ان سے مراد انسان کی ذات ہوتی ہے۔

باونواں نور
نصرت سرمدی کیا ہے؟ یہ عالم قدس کی ایک آواز ہے جو "شغل حراے" کے جس کے وقت کان کے سوراخ میں آتی ہے اور یہ گھنٹی وغیرہ کی گھنگھناہٹ کی طرح ہوتی ہے۔

ترپتواں نور
حق سے دصال رکھنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک کا علان مکمل جو ریاضتوں اور مجاہدوں میں مصروف رہ کر عنایت الہی

سے خود درجہ کمال کو پہنچے اور دوسروں کو بھی پہنچاتے ہیں۔ یہ درجہ اعلیٰ پر ہیں۔ دوسرے کامل
 بعض کہ درجہ کمال تک پہنچ چکے ہیں اور وہیں قائم رہ کر اپنے کمالات کو ترقی دیتے ہیں مخلوق
 کی طرف انہیں توجہ نہیں دی جاتی اور وہ دوسروں کو فیض نہیں پہنچا سکتے۔ یہ قسم پہلی قسم کے برابر
 تو نہیں ہے لیکن یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ ہر مکمل ہر کامل سے افضل نہیں ہوتا بلکہ یہ فضیلت
 اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ دونوں کاملیت میں برابر ہوں۔ اب ان میں سے ایک کو تکمیل
 کا مرتبہ بخشا جاتا ہے اس صورت میں البتہ اس مکمل کو اس کامل پر فضیلت ہو سکتی ہے لیکن یہ ضروری
 نہیں کہ ہر مکمل ہر کامل سے افضل ہو۔

یہ بات بھی جان لو کہ خواب سے مراد وہ حالت ہے جو حیوان کو اوپر
 چڑھنے والے بخارات کی رطوبتوں سے دماغی اعصاب کے

چوہو اں نور

مزدور پڑ جانے پر محال ہوتی ہے۔ بعض کے نزدیک خواب اس حالت کا نام ہے جو معدہ کے
 غذائی بخارات کے دماغ کی طرف چڑھنے سے طاری ہو جاتی ہے اور اس سے انسان کے تمام
 احساسات کا عمل رک جاتا ہے۔ بہر حال ظاہری احساس اور خواب کبھی اکٹھا نہیں ہوتے لیکن
 اصحاب سلوک کے نزدیک نیند اس غفلت کا نام ہے جو کسی "امر مزاجی" کی وجہ سے دماغ پر چھا
 جاتی ہے۔ امر مزاجی کے معنی یہ ہیں کہ انسانی کھوپڑی کے دو حصے ہوتے ہیں ایک سامنے والا
 دوسرا پیچھے والا۔ سامنے والا حصہ نور اور عقل کا خزانہ ہے اور دونوں حصوں کے درمیان ایک
 سوراخ حد فاصل کی طرح ہے جب انسان کو نیند آتی شروع ہوتی ہے تو ایک غبار ہلکے بادل
 کی طرح پیدا ہوتا ہے اور عقل پر پردہ سا پڑ جاتا ہے اور جب یہ غبار اس سوراخ تک پہنچ جاتا
 ہے اسی وقت انسان پر نیند غالب آ جاتی ہے اور وہ سو جاتا ہے۔ نیند کی ہی طرح ایک حالت
 اور ہے جسے اصطلاح صوفیہ میں غیبت کہتے ہیں اور یہ اپنے فعل سے حواس کی موقوفی ہے۔
 لذتوں کی اس زیادتی کی وجہ سے جو عالم بالا سے دل میں وارد ہوتی ہیں اور دل کو عالم ظاہر سے عالم
 غیب کی طرف کھینچتی ہیں اور اس عالم میں جو کچھ نظر آتا ہے اسے مشاہدہ اور مکاشفہ کہتے ہیں نہ

کہ خواب۔ اولیائے کرام کے نزدیک صحو کے معنی یہ ہیں کہ عالم اعلیٰ کے کسی اثر کے وارد نہ ہونے پر جوں
معطل نہ ہوں اور یہ حالت بیداری کے مشابہ ہے۔ جو کچھ صحو کی حالت میں نظر آتا ہے اسے معائنہ کہتے
ہیں اور جو بیداری میں محسوس ہوا ہے عیاں اور رویت عرفی بھی کہتے ہیں۔

جب نابک سیرالی اللہ سے فاسخ ہو کر سیر فی اللہ میں قدم رکھتا ہے
اور اپنے درجوں میں ترقی حاصل کرتا ہے تو ان میں بعض اس مقام

پچھنوال نور

کی تجلیوں کے وارد ہونے سے ساکت اور خاموش ہو کر دم سادھ لیتے ہیں اور ان کا ظرف آنا بلند
ہوتا ہے کہ پہاڑوں اور دریاؤں جیسے بڑے بڑے بھید کو بھی ضبط کر لیتے ہیں اور اسے ظاہر نہیں
ہونے دیتے اور ان میں بعض ضبط نہیں کر پاتے اور زبان سے کہہ دیتے ہیں جیسے منبجاقی ما
اعظم شافی (میں پاک ہوں اور میری شان کیسی بلند ہے) اور یس فی جہتی سوی اللہ
(میرے جبہ میں خدا کے سوا کچھ نہیں) تو اس قسم کی باتوں سے ان پر کوئی عذاب اور وبال نہیں آتا
کیونکہ وہ ضبط کی طاقت اور اس کی حفاظت کی قدرت نہیں پاتے لہذا معذور و مجبور ہیں۔ اولیاء
کرام اور علمائے عظام نے ان باتوں کو سلجھانے اور ثبوت کو سمجھانے اور تسکین دینے کے لئے اس معاملے
میں بہت سی مثالیں دی ہیں حالانکہ کسی مثال سے بھی اس حقیقت کو سمجھنا ممکن نہیں جیسے جاتا
کی گفتگو جو انسان کے بدن میں حلول کر جائے کہ بظاہر وہ انسان کی زبان ہے اور حقیقتاً جن کا
کلام جتنی بدن اس شخص کی زبان سے بولتا ہے اس کے ہاتھوں سے کام کرتا ہے اس کی پیروی سے
چلتا ہے اور اس کے منہ سے کھاتا ہے۔ یہ میری آنکھوں کا دیکھا ہوا واقعہ ہے کہ ایک چھوٹی سی
لڑکی کو آسب کا غل ہو گیا ایک وقت میں وہ نو سیر لپکا ہوا کھانا کھا لیتی تھی میں نے اس کا
علاج کیا اور وہ تندرست ہو گئی۔ تو کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ چند برس کی چھوٹی بچی جو آدھ پاؤ
سے زیادہ نہیں کھا سکتی ایک دم نو سیر کھا جائے اور اسے ہضم بھی کر لے۔ ظاہر ہے کہ وہ جتنی
کھاتا تھا اور اس لڑکی کے منہ سے کھاتا تھا اور دیکھنے والے ہی سمجھتے کہ یہ لڑکی ہی کھا رہی ہے۔
آسیبی قدرت کو حضرت حق تعالیٰ کی قدرت سے کیا نسبت! اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں

سے کسی بندہ کو اپنے کلام کا مظہر بنادے اور اس کی زبان سے کلام فرماتے تو کیا تعجب ہے تو وہ جو تم انا الحق اور سبحانی ما اعظم شأنی سنتے ہو تو یہ وہی کہتا ہے جسے یہ کہنا دیا ہے حالانکہ تم نے یہ بات یزید اور حسین منصور کی زبان سے سنا۔ اس سے زیادہ روشن اور واضح جگہ یوں کو پا جاسکتا کہ بالکل واقعہ کے مطابق وہ آواز ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنی کہ اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں تمام عالم کا پروردگار۔ تو کیا یہ اس درخت نے کہا تھا۔ اللہ کی قسم یہ درخت نے نہیں کہا بلکہ رب العالمین نے فرمایا تھا اگرچہ سنا درخت سے گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر انسانی گلے سے جو درخت سے زیادہ شرافت رکھتا ہے کلام فرماتے اور لوگوں کو انسانی گلے سے وہ آواز سنائی دے تو کیا تعجب ہے۔ ان کا کہا ہوا اللہ کا فرمایا ہوا ہے اگرچہ وہ انسان کے گلے سے ہی سنائی دے رہا ہے۔ بظاہر اس کلام کا کہنے والا انسان ہے لیکن درحقیقت یہ اسی کلام کرنے والے کا کلام ہے اور انسان نے اس کی صفت کلیسی سے حصہ پایا اور اس کا کلام حقیقی ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ یہاں اس ظاہری متکلم (انسان) نے خود کو فنا کر کے اس متکلم حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے کہلانے سے وہ بات کہی ہے کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ اس نے اپنے نفس کے فریب سے کہی ہے۔ جیسے فرعون بے سامان کا کہنا انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں) تو اس نے یہ بات اپنی خودی سے کہی اور یہ اولیا کرام اپنی خودی سے گزر کر کہتے ہیں کہ وہ متکلم حقیقی ان سے کہلاتا ہے اور یہ بات جھپٹی ہوتی نہیں ہے لہذا یہ اولیا کرام مقبول ہوتے اور وہ فرعون مردود اور یہی فرق فرعون اور حسین منصور کے مقولے میں ہے کہ منصور کا مقولہ ان کی خودی سے نہ تھا انہوں نے اپنی ہستی کو فنا کرنے کے بعد کہا تھا اور فرعون کا مقولہ خودی پر قائم تھا جب اولیا اللہ پر حال کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ بے قابو ہو جاتے ہیں تو وہ یہ راز ظاہر کر دیتے ہیں اور اس حال کو حالت سکوت کہتے ہیں۔ سکوت اور محدود مقام ہیں۔ اگر سالک کا شعور اللہ تعالیٰ کی تجلیات وارد ہوتے وقت برقرار رہے تو یہ صحیح ہے ورنہ سکوت ہے۔ حالت سکوت کا نہ کوئی اعتبار کیا جاتا ہے اور نہ اہل سکوت سے باز پرس ہوتی ہے جیسے مجنوںوں سے۔ اس

حالت کے اقوال یقیناً دو سیل لائن کے قابل بھی نہیں ہوتے بلکہ اہل صحو پر اس کا دور کرتا لازمی اور ضروری ہوتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ منصور کے زمانے میں کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کی دستگیری کرتا اگر میں اس وقت ہوتا تو اس کا ہاتھ تھام لیتا یعنی چونکہ اہل صحو پر اس کی روک تھام ضروری ہے تو میں ان کی (منصور) اس بے خودی کی حالت میں دستگیری کرتا اور اپنے باطن سے انہیں ضبط کی قوت عطا کرتا۔ یہ حالت سکر بہت سدا ولید اللہ پر وارد ہوتی ہے اور اس حالت میں جو کلمات ادا ہوتے ہیں انہیں شطیحات کہتے ہیں اور ان کا پچہ اعتبار نہیں ہوتا۔ اس بارے میں داراشکوہ نے ایک مفصل رسالہ لکھا اور اپنے زمانہ تک ہر طبقہ کے شطیحات جمع کئے ہیں۔ جسے اس بارے میں زیادہ معلومات کرنا ہو وہ اس رسالہ کو دیکھے۔ اس وقت کے کلمے کرام الہی کا ظل اور عکس ہوتے ہیں بعض اولیاء اللہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں ڈوبے رہتے ہیں جیسے حسین منصور قدس سرہ اور بعض سے تمام مظاہر نہیں ہوتے اور یہ لوگ ضبط کرنے والوں کے بڑوں اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص وارثوں میں شمار ہوتے ہیں جیسے خلفائے راشدین، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور تمام صحابہ کرام اور حضور غوث اعظم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور بعض کی حالت مختلف ہوتی ہے کبھی ضبط کی طاقت نہ پا کر راز کھول بیٹھتے ہیں اور جب انہیں آفاقہ ہوتا ہے تو فوراً توبہ کرتے ہیں اور رجسٹر کرتے ہیں اور یہی اس بات کی کافی دلیل ہے کہ یہ حضرات حالت صحو میں ایسے حکموں کے صادر ہونے پر راضی نہیں اور ان کے ظاہر ہو جانے کو اپنی طرف نسبت کئے جانے کو حق نہیں سمجھتے ورنہ توبہ اور مذمت کیوں کرتے، وہ کریں بھی کیا وہ کلام نہ محمدان کی طرف سے ہوتا ہے نہ ان کے حواس کی سلامتی کے وقت ظاہر ہوتا ہے حضرت خواجہ بایزید بسطامی سے کہا گیا کہ یہ کیسی باتیں ہیں جو کبھی کبھی آپ کی زبان سے ہمارے کانوں میں آتی ہیں۔ فرمایا بایزید نے ہر گز یہ کلمے نہیں کہے اور وہ ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے ہی فرماتے ہیں۔ فرمایا اگر تم اب یہ کلمے سنو تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مجھے خنجر سے ختم

کر دینا۔ لوگوں نے خنجروں پر دھاڑ چڑھوا کر رکھ لیا یہاں تک کہ حضرت پر وہ حالت پھر طاری ہوئی اور آپ نے سبحانی ما اعظم شافی کہنا شروع کیا تو لوگوں نے آپ کے حکم کے مطابق آپ پر خنجر چلائے۔ جو شخص آپ کو خنجر مارتا اس پر بازو خم خود اس کے بدن پر اسی جگہ آجاتا اور حضرت کے جسم پر کوئی نشان بھی نہ پڑا۔ فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ وہ ابو زید نہیں کہتا وہی فرماتا ہے جسے یہ کہنا زیبا ہے۔ اگر کوئی شخص حالت میں اور اپنے حواس کی سلامتی کے وقت اس قسم کے کلمے کہے تو وہ زندیق اور مرتد ہو جاتا ہے اور واجب قتل ہے۔ اسی لئے توحید وجودی کو تسلیم کرنے کے باوجود کہتے ہیں کہ جو فرقہ مراتب نہ کرے وہ زندیق ہے یعنی اگر تو منزل کے مرتبوں کا لحاظ نہ کرے اور زید کو اسی شکل اور صورت میں خدا سمجھ لے تو یہ توحید وجودی کہاں رہی کہ تو ممکن کو واجب سمجھنے لگا۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہ سخن قال نہیں جائز ہے اور جب تک حال وارد نہ ہو کچھ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں جب تک آدمی وہاں نہ پہنچے کلام نہیں کر سکتا اس لئے کہ اس کی سمجھ سے پرے اور عقل سے دور ہے۔ یہ سب میں نے اس لئے لکھ دیا کہ اس زمانہ میں اکثر ایسی توحید کے قائل پاتے جاتے ہیں تو ان سے سیل جہول کی ضرورت نہیں ہے نہ الجھنے کی حاجت۔

پچھلے سوال اور باتوں کی تفصیل میں اولیاء کرام کے پانچ اقوال مشہور ہیں ان میں پہلا عالم غیب مطلق ہے کہ اعیان ثابۃ کی جلوہ گاہ ہے۔

دوسرا غیب مضاف، غیب مطلق کے قریب وہ عقول اور نفوس مجردہ ہیں اور یہ عالم ارواح ہے۔ تیسرا غیب مضاف، عالم حس کے قریب اور یہ عالم مثال ہے جو تھا حس مطلق کہ عالم اجسام ہے اور پانچواں جو ان عالموں پر مشتمل ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ ہر نیچے والا عالم اپنے اوپر والے عالم کا مظہر جو تم ہے۔ چنانچہ عالم حس، عالم مثال کا مظہر ہے اور عالم مثال عالم ارواح کا اور عالم ارواح اعیان ثابۃ کا مظہر ہے اور عالم اعیان ثابۃ حضرت الواحدیت اور حضرت الاعدیت کا مظہر ہے۔

بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان برزخ ہے اور اس عالم کی صورتوں پر مشتمل ہے اور جو کو محسوس اور عقلی ہے اس لئے عالم اجسام سے مشابہت

رکھتا ہے اور اپنی لطافت اور نورانیت کے اعتبار سے عالم ارواح سے مناسبت رکھتا ہے اور اس کا نام ارض حقیقی اور خیال منفصل ہے۔ شرح فصوص "میں" کاشی کہتے ہیں کہ حکماء کی اصطلاح میں نفوس کی عکسی صورتوں کو عالم مثال کہتے ہیں۔ اشراقیہ اسی عالم کو روح کا مقام کہتے ہیں اور صوفیا دوسرے عالم کو قول کرتے ہیں جیسا شیخ اکبر نے "فتوحات" کے تین سو اکیسویں باب میں بیان کیا ہے اور ہم اس کا ذکر عالم برزخ کے ذکر میں کر چکے ہیں۔ اُسے یاد رکھو۔

فقیر کے مخلصوں میں سے ایک صاحب کد اہل علم اور صوفی منش تھے رحمت الہی پر تقریر کر رہے تھے اور بیان یہ تھا

کہ ذات احدیت تمام عالم کو محیط ہے۔ اس خیال سے کہ شاید بعض ناظرین طلبہ کے حال کے موافق اور خود ان کے مقام کے لائق ہو۔ ان کی روح کے ایصال ثواب کی خاطر ہم اس کا ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اور ہمیں بخشے۔ وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں تمہاری مدد فرمائے۔ ان مفہومات میں سے جو تمام مفہوموں کا احاطہ کر لیں کوئی مفہوم نہیں مگر مفہوم موجود کہ وہ تمام مفہومات سے بالا اور تمام موجودہ اشیاء پر حاوی ہے اور اس کا مصداق بعد التحقيق سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی اور شے نہیں جیسا کہ ہم بیان کریں گے تو اس کی ذات تمام چیزوں پر محیط ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ موجود جنس عالی ہے جس کے تحت اور دوسری جنسیں ہیں جیسے جوہر و عرض۔ اور یہ دونوں تمام عالم کو محیط ہیں اس لئے کہ جب ہم موجود میں فی الموضوع "ہو" لانی الموضوع "کی قید بڑھا دیں تو عرض اور جوہر پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے کہ عرض اس موجود کو کہتے ہیں جو فی الموضوع "ہو" جوہر اس موجود کو کہتے ہیں جو لانی الموضوع "ہو۔ اس طرح جب ہم جوہر میں قیدیں بڑھا کر اسے مقید کر دیں تو جوہر کی اجناس اور انواع بن جائیں گی اور جب عرض میں کچھ قیدیں بڑھا کر اسے مقید کر دیں تو اعراض کی قسمیں ظاہر ہو جائیں گی تو اب ہم کہتے ہیں کہ جوہر دو حال سے خالی نہیں یا کسی مادہ سے مقرون (ملا ہوا) ہو گا یا مجرد (علیحدہ) پھر جوہر مجرد تعلق کسی مادہ سے ہو گا یا نہیں۔ دوسری صورت کو ہم عقل اور ملک کہتے ہیں اور پہلی

مورت کو نفوس اور روح۔ وہ جو ہر مادہ سے ملا ہوا ہے وہ طول و عرض اور عمق کے قابل ہوگا۔ اسے جسم کہتے ہیں۔ جسم اگر نور کھتا ہے اور نامی ہے تو اسے ہم نباتات کہتے ہیں پھر جسم نامی اگر اساس اور اپنے ارادہ سے متحرک ہو تو اسے حیوان کہتے ہیں اور اگر یہ ناطق بھی ہو تو اسے انسان کہتے ہیں۔ یوں ہی اگر حیوان ناطق اور مہل ہو تو اسے گدھا اور گھوڑا کہتے ہیں تو لفظ حیوان تمام حیوانوں انسان گھوڑے وغیرہ کو محیط ہے اور جسم نامی تمام نباتات اور حیوانات کی۔ نوعوں کو محیط ہے اور جسم مطلق تمام جمادات اور نباتات اور حیوانات کو محیط ہے اور جوہر تمام عقول و نفوس اور اجسام کو محیط ہے۔ پھر جس طرح تم نے جوہر کو تمام عالم کے خواہر کا محیط سمجھا یوں نہیں ہر صفت کو تمام عالم کے اعراض مثلاً رنگ، شکل، ہیئت، کیفیت اور وضع وغیرہ کو سمجھنا چاہئے اور جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ موجود مطلق تمام خواہر و اعراض موجودات کو محیط ہے تو موجودات باری تعالیٰ ہے تو وہی ہر شے کو محیط ہے اور وہی ہر شے کا عالم۔ اب یہی بات کہ موجودات کا مصداق صرف واجب تعالیٰ ہے تو اسکی تشریح یہ ہے کہ نقلی احتمالات سے موجود کے تین معنی ہو سکتے ہیں پہلا وہ موجود جس کا وجود عین ذات ہو، دوسرا وہ موجود جس کا وجود غیر ذات اور زائد ہو لیکن باقی تخصائے ذات، ذات کو لازم ہے اس سے جدا نہیں اور تیسرا وہ موجود جس کا وجود غیر ذات ہو اور ذات اس کی مقتضی بھی نہ ہو بلکہ اس کا فیض غیر سے پہنچے اور ظاہر ہے اس تیسرے معنی کے لحاظ سے موجود تمام موجودات سے ناقص اور کم ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے درمیانہ ہے اور پہلے معنی کے لحاظ سے سب سے بالا و برتر اور اشرف ہے اور اس ناطق ہے کہ اس کی نسبت ذات واجب کی طرف کی جاتے تو اب لازم ہے کہ واجب کو پہلے معنی کے لحاظ سے موجود کہیں، یعنی واجب وہ موجود ہے جس کا وجود عین ذات ہو اور باقی موجودات اسی سے موجود ہوں بلکہ وہ خود بھی اس لئے کہ اس کی ذات مقدس ہر نقص اور عیب سے پاک ہے اس کی شان بلند ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے زیارہ غیرت کا نقص موجود ہے تو دوسرے معنی کو اختیار کرنے اور واجب کو اس کا مصداق

ٹھہرانے میں یہ بات لازم آتی ہے کہ ذات اپنے مرتبہ ذات میں وجود سے خالی اور دوسرے سے کامل ہو اور یہ دونوں غیب ہیں اور ذات الہی کو اس سے پاک جاننا واجب ہے۔ پاک ہے اللہ کے لئے اس سے جسے یہ کافر اس کا وصف کرتے ہیں اور جب ذات واجب میں دوسرے معنی مراد لینے کی گنجائش نہیں تو تیسرے معنی اس پر کیسے پورے اتر سکتے ہیں۔ لامحالہ موجود کو پہلے معنی کے اعتبار سے لینا ہو گا اور اس کا مصادیق ذات واجب تعالیٰ کے علاوہ دوسرا سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔ یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ مطلق سے مقید کی طرف اور واجب سے ممکن کی نزول کریں۔ اگر تقریر مخرج مستجاب ہے تو یہی تقریر ذرا سی تبدیلی کے ساتھ مخرج کی تقریر ہو جائے گی اس طرح کہ اگر انسان کو مطلق کی قید سے خالی کر دو تو حیوان باقی رہتا ہے اور اگر حیوان کو حساس اور متحرک بلا زادہ کی قید سے خالی کر دو تو جسم نامی رہ جاتا ہے اور اگر جسم نامی سے نامی کی قید ہٹا دو تو جسم رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جسم سے بعد از غلظت کی قابلیت دور کر دو تو جو ہر مطلق رہ جاتا ہے اور جو ہر پر لانی الموضوع کی قید نہ رہے تو موجود باقی رہتا ہے تو بس اللہ باقی ہے اور سب فانی۔ اس کی وجہ کریم کے علاوہ سب چیزوں کو فنا ہے۔

ابراہیم کے قلوب اسرار کی قبور ہوتی ہیں۔

اٹھاؤ نواں نور

حضرت جنید بغدادی سے لوگوں نے عرض کیا کہ حضور اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک اچھا بھلا آدمی ایک آواز سنتا ہے اور اس کی طبیعت میں ایک بے چینی اور گھیل مٹ پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خلاف عادت حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے روز ازل آدم علیہ السلام کی اولاد سے الست بریکم کا خطاب فرمایا۔ اس خطاب کی تشریح اور چاشنی انہیں یاد آ جاتی ہے اور اسی وجہ سے وہ رقص کرنے لگتے ہیں یہیں سے یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ سر ملی آواز کسی سننے والے کے دل میں کچھ نہیں ڈالتی بلکہ جو کچھ اس کے دل میں ہوتا ہے اس کو ہلا دیتی ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی

فرماتے ہیں کہ میں نے تمام روحوں کو دیکھا کہ رب عزوجل کے خطاب "الست بربکم" کے بعد اپنے اپنے قابضوں میں رقص کرتی تھیں۔ "یہی سبب ہے کہ سماع ہر انسانی روح کو اچھا لگتا ہے بلکہ بعض حیوان بھی اس کی لذت سے فیض پاتے ہیں تاکہ ان انسان نما صورتوں کے لئے نفیست اور عبرت کا تازیانہ ہو جو چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

سامٹھواں نور ولایت اور ولی کے بارے میں سنو۔ ولایت ما ولت سے ہے جس کے معنی ہیں نزدیکی اور یہ دو طرح کی ہوتی ہے ۱۔ ولایت

عامہ اور ۲۔ ولایت خاصہ۔ ولایت عامہ تمام ایمان والوں میں مشترک ہے۔ رب قدس فرماتا ہے کہ "اللہ دوست دار ہے ایمان والوں کا" اور ولایت خاصہ اہل سلوک میں ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو واصل بحق ہو چکے اور اس کے معنی ہیں بندے کا ذات الہی میں فنا ہو جانا اور ذات الہی سے باقی رہنا تو ولی فانی فی اللہ باقی باللہ ہوتا ہے اور فنا کے معنی ہیں سیرالی اللہ کی انتہا اور بقا کا مطلب ہے سیر فی اللہ کی ابتدا۔ اس لئے کہ سیرالی اللہ اس وقت پوری ہوتی ہے جب آدمی اپنے وجود کے صحر کو سچائی کے قدموں سے ایک دم طے کر لے اور سیر فی اللہ اس وقت ٹھیک ہوتی ہے جب بندہ کو فنا کے بعد اللہ تعالیٰ گندگیوں سے پاک کرے فقط (نفحات الانس)

اکٹھواں نور نفحات میں مذکور ہے کہ صوفی، متصوف، ملامتی اور فقیہ کی پہچان اور باہمی فرق کے لئے یہ قول ہے جو ترجمۃ المعارف

کے تیسرے باب کی دسویں فصل میں ہے۔ یہ جان لو کہ لوگوں کے مختلف درجوں کے اعتبار سے تین طبقے ہیں پہلی قسم واصلین اور کاملین کا مرتبہ ہے اور یہ اونچا طبقہ ہے۔ دوسری قسم راہ کمال پر چلنے والوں کی ہے اور یہ درمیانی طبقہ ہے۔ تیسری قسم نقصان کے کوچے میں بسنے والوں کی ہے اور یہ بالکل نچلا طبقہ ہے پہلی قسم میں وہ لوگ ہیں جو اللہ کے قریب اور واصل ہیں اور دوسری قسم

و اسے پر ہمیشہ گاروں میں شامل ہیں اور تیسری قسم والے شریعوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد خدا رسیدہ لوگوں کے دگر وہ ہیں۔ پہلا گروہ مشائخ صوفیہ کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تابعداری کی وجہ سے اللہ تک پہنچے ہیں اور اس کے بعد واپسی میں مخلوق کو اسی فرمان بمداری کے راستے پر بلانے کے لئے مقرر ہیں۔ یہ گروہ کامل و مکمل ہے کمازی عنایت اور فضل نے انہیں کثرت کے چشموں اور وحدت کی موحول میں ڈوب جانے کے بعد فنا کی پھلی کے پیٹ سے نکالا اور تفرقہ کے کنارے لاکر لقا کے میدان میں ڈال دیا اور انہیں پھٹکارا دیکر مرتبہ بلند فرمایا گیا تاکہ مخلوق کو نجات کا راستہ بتائیں۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو خدا تک خود کو پہنچ گئے ہیں لیکن مخلوق کی ہدایت کی ذمہ داری انہیں نہیں دی گئی۔ وہ کاملین میں سے ہیں۔

باسطہ وال نور حضرت شاہ تمزہ قدس سرہ نے اپنی بیاض نص الکلمات “ کی دوسری جلد میں ”فوائح“ کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ ولایت چار قسم کی ہوتی ہے پہلی وہ ولایت جو باطن نبوت مطلقہ ہے دوسری وہ ولایت جو بہر بنی کے ساتھ مخصوص ہے تیسری وہ ولایت مطلقہ جو بہر بنی میں ہے اور یہ سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انبیاء کی ولایت کے اقتباس کا طاق ہے اور دوسرے نبیوں میں اولیاء کے اقتباس کا۔ چوتھی ولایت مطلقہ عام جو نبوت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ پھر ہر ولایت کا ایک خاتم ہوتا ہے ولایت مطلقہ محمدیہ کے خاتم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں اور ولایت محمدیہ مقیدہ کے خاتم شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز ہیں۔ اکثر اولیاء کا ملین نے اس کی تصدیق کی ہے اور بعض حد سے گزرنے والے فقہاء اور صوفیہ حضرت شیخ ابن عربی کی تکفیر اور برا کہنے میں بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ایسوں کا علاج ان کی موجودگی میں خاموشی اور غیر موجودگی میں بھلا دینا ہے بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ ولایت مطلقہ محمدیہ کے خاتم امام مہدی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک سے ہیں اور ولایت عامہ کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ شیخ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ولایت عامہ کی ابتدا بھی ہوتی ہے اور انتہا بھی۔ تو ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے

ہوتی اور انتہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوتی۔

اولیاء الشک کی تفصیل یہ ہے۔ ان میں پہلے چار ہزار
ترسٹھ وال نور کی تعداد میں ہیں اور یہ مخلوق سے پوشیدہ رہتے ہیں بلکہ ایک

دوسرے کو بھی نہیں پہچانتے بلکہ خود اپنے اعمال کی حالت نہیں جانتے اور اپنے تمام احوال
 میں خود اپنے آپ سے اور مخلوق سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ تین سو وہ ہیں جو انتظام میں لگے

ہوتے ہیں اور دربار خداوندی میں نیکوکاروں کے سردار ہیں انہیں اختیار کہا جاتا ہے۔ انہیں
 میں سے چالیس وہ اولیاء ہیں جو ابدال کھلاتے ہیں اور انہیں میں سے سات کو ابرار اور انہیں

میں سے چار کو اوتاد کہتے ہیں اور تین ان کے علاوہ ہیں جنہیں نقبا کہتے ہیں ان میں سے
 ایک قطب اور ثنوت ہوتے ہیں یہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور اپنے کاموں میں ایک

دوسرے کے حاجت مند ہوتے ہیں۔ فتوحات مکیہ کے مصنف نے ایک سو اٹھانوہ باب
 کی اکتیسویں باب کی اکتیسویں فصل میں سات افراد کو ابدال کہا ہے اور وہیں لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے زمین کو سات ولایتوں میں تقسیم کیا اور اپنے خاص بندوں میں سے سات
 بندوں کو منتخب کر کے انہیں ابدال کا مرتبہ دیا اور ان میں سے ہر ولایت کی ایک ابدال حفاظت

کرتا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے حرم مکہ میں ان سے ملاقات کی اور انہیں سلام عرض کیا۔ ان
 حضرات نے میرے سلام کا جواب دیا میں نے ان سے کچھ گفتگو بھی کی۔ میں نے ان سے

زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا نہ ان سے زیادہ کسی کو حق میں مشغول پایا۔ پھر فرمایا کہ میں نے
 ان جیسا کہیں نہ دیکھا ہاں قونیہ (ایک شہر کا نام) میں ایک شخص ضرور ایسا ملا۔

اولیاء سے جو بات معمول کے خلاف ظاہر ہو اسے کرامت
چوسٹھ وال نور کہتے ہیں۔ اشاعرہ (ایک فرقہ کا نام) کرامت اولیاء کے

قائل ہیں اور معتزلہ (ایک فرقہ کا نام) کرامات کا انکار کرتے ہیں لیکن ابوالحسن بصری معتزلی
 ہونے کے باوجود کرامت کے قائل ہیں۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ آنے والے واقعات کی خبریں دینا۔

زمین کو پیٹ لینا اور اس قسم کی دوسری باتیں فرشتوں اور جنوں کے ساتھ خاص ہیں اگر کسی دلی کامل سے یہ باتیں ظاہر ہوں تو وہ انہیں فرشتوں اور جنوں کی مدد سے ہوں گی البتہ جن دل کے بھید کی اطلاع نہیں پاتے۔ ملک و ملکوت میں تصرف جیسے زندہ کرتا۔ مار ڈالتا۔ قیدی کو قید سے چھڑالینا یہ عالم برزخ میں ہوتا ہے۔ عالم ملکوت میں مرید کو داخل کر دینا مرتبہ الہیہ ہے۔ ابولکر دشتی کا قول ہے کہ جس طرح پیغمبروں پر معجزہ ظاہر کرنا فرض ہے اولیاء پر کرامت کا چھپانا لازم ہے بعض صوفیائے فرمایا کہ کرامت اولیاء اللہ کا حیض ہے۔ خواجہ عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ اگر تم ہوا پر اڑے تو مکھی کے برابر ہوئے اور پانی پر چلے تو تنکے ہوئے۔ دل کو اپنے قابو میں لاؤ تاکہ کچھ ہو جاؤ۔ لوگوں نے حضرت بہار الدین نقشبند قدس سرہ سے کرامت کا مطالبہ کیا۔ ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کرامت کیا ہوگی کہ تنے گناہوں کے باوجود زمین پر چل رہا ہوں۔ حضرت ابوالقاسم سمرقندی قدس سرہ کچھ لوگوں میں تشریف فرما تھے ایک بزرگ آپ کی زیارت کو آئے اور آپ کو مشغول پا کر حوض میں اپنا مصلیٰ ڈال کر نماز پڑھنے لگے۔ ابوالقاسم نے فرمایا کہ یہ کام تو بچوں کا ہے اسے مرد تو وہ ہے جو مخلوق میں چھپا ہو اور اس کا دل حق میں پڑا ہو۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص بیانی پر چلتا ہے فرمایا یہ کچھ مشکل نہیں کہ بطخ اور موللا (ایک چڑیا کا نام) بھی بیانی پر چلتے ہیں۔ لوگوں نے کہا وہ ہوا میں اڑتا ہے فرمایا چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتے ہیں۔ لوگوں نے کہا وہ پل بھر میں ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچتا ہے فرمایا شیطان ایک سانس میں مشرق سے مغرب چلا جاتا ہے لیکن اس کی کوئی قدر قیمت نہیں۔ مرد تو وہ ہوتا ہے جو مخلوق میں رہ کر اس سے محبت اور تعلق رکھے، شادی بیاہ کرے، غلات میں الجھ جائے لیکن پھر بھی اس کا دلی خدا سے غافل نہ ہو۔ میں نے اپنے دادا اور مرشد (شاہ آل رسول) رضی اللہ عنہ سے بھی یہی سنا صرف الفاظ میں کچھ فرق تھا۔ سب سے زیادہ جلالت اور عظمت والی کرامت یہ ہے کہ آدمی اکیلے اور جمع دونوں جگہ اللہ کی عبادت میں لطف اٹھائے اور تمام حالات میں

اللہ سے ملافتی رہے۔ سبحان اللہ جو ان باتوں کو سمجھ لے وہی اس کی مٹھاس اور لذت سے واقف ہو سکتا ہے۔

پینسٹھواں نور اسے عزیز یاد رکھ کہ ولایت دلائے نگلی ہے جس کے معنی قرب کے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک ولایت عام جیسا کہ رب عزوجل فرماتا ہے اللہ دوست دار ہے ایمان والوں کا اور دوسری ولایت خاص جس کے معنی ہیں بندے کا حق میں فنا ہو جانا اور حق سے باقی رہنا۔ تو دلی وہی ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔ فنا کا مطلب ہے سیر الی اللہ کی انتہا اور بقا کے معنی ہیں سیر فی اللہ کی ابتدا۔ ابو علی جرجانی نے کہا کہ دلی وہ ہے جو اپنا حال فنا کر چکا اور مشاہدہ حق میں باقی ہے۔ اسے نہ اپنے نفس کی خبر ہے نہ غیر اللہ کا اس پر کوئی اثر ہے (فصل الکلمات)۔

پچھاسٹھواں نور شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے ولیوں میں ایک گروہ وہ بھی ہے جنہیں مشائخ طریقت "اویسیہ" کہتے ہیں۔ انہیں بظاہر کسی پیر کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ وہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت گاہ میں بلا واسطہ پرورش پاتے ہیں چنانچہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی بلند مقام تھا اور یہ بڑا اونچا مقام ہے۔ یہ تو فضل الہی ہے جسے اللہ چاہے عطا کرے۔ بہت سے مشائخ طریقت کو بھی سلوک کی ابتدا میں اس مقام کی طرف توجہ نصیب ہوتی ہے جیسے شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی جن سے حضرت نجم الدین کبریٰ کے مشائخ کا سلسلہ ملتا ہے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر اور ابوالحسن خرقانی بھی اسی طبقے سے ہیں کہ آپ اپنے اذکار کے شروع میں ہمیشہ اویس اویس کہتے تھے۔

سترسٹھواں نور یاد رکھو کہ تمام اولیاء اللہ اگرچہ بحیثیت ولایت برابر ہیں لیکن از روئے فضیلت قلک الرسل فضلتنا بعضهم علی بعض کے موافق کئی قسموں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور ان میں ہر گروہ کا ایک

خاص مذہب اور مشرب ہوتا ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ کے ہر طبقے کو ان کے خاص ناموں سے یاد کیا جاتا ہے بعض کو صوفیہ بعض کو متصوفہ۔ بعض کو علامتیہ بعض کو ایسیہ کسی کو فقیر کسی کو قلندر۔ کسی گروہ کو اہل کسی کو ابطال۔ کسی جماعت کو سیاح کسی کو اوتاد اور ایسے ہی ناموں سے یاد کرتے ہیں جیسے بیس اولیاء، چالیس بدلاء، اولیاء عریف، افراد، عرائس اللہ، نقباء، بنجار، عکرا، اقطاب، قصب الاقطاب، لیکن ان نسبتوں کے اختلاف اور ان فرقوں کی علیحدہ علیحدہ نوعیت کے باوجود یہ سب ایک ہی رشتے میں جڑے ہوئے اور ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔

چوتھا حصہ

سلوک میں

پیشانی نور اللہ تمہیں دونوں جہاں میں بھلائی کی توفیق دے یاد رکھو کہ جب کوئی سچا سالک راہ سلوک کے بیابان میں اپنا قدم رکھتا ہے اور وصال الہی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے حضرت میر سید محمد کاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سالہ مبارکہ "عمل معمول" پر عمل کرنا چاہئے۔ یہ رسالہ نو سکھیوں کے لئے بہت فائدہ مند اور کافی ہے میں رسالہ کی نقل کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بے حد حمد و صلوٰۃ کے بعد برادران دینی کو نصیحت ہے کہ اپنے عقائد کو پہلے کے نیک بندوں کے مطابق رکھیں اور جنت و دوزخ، ثواب و عذاب حور و قصور اور جو کچھ قرآن اور احادیث نبوی میں ہے جس پر صوفیاء کرام اور علمائے ظاہر و باطن اتفاق ہے، ان سب پر اعتقاد رکھیں ہمیشہ با وضو رہیں اور ہر وضو کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الوضو اپنا و پر لازم کر لیں کہ مشائخ کے نزدیک بڑا کام ہے اور اس سے جڑ مضبوط ہوتی ہے بے وضو کھانا نہ کھائیں اور کھانے کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الطعام ادا کریں جیسا کہ اس ناچیز فقیر (میر سید محمد کاپوری) کا معمول ہے اور کھانے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھیں الحمد للہ الذی اطعمنی هذا الطعام الحمد للہ الذی رزقنی هذا الطعام من غیر حول ولا قوۃ منی الحمد للہ الذی اطعمنی وسقانی وجعلنی

من المسلمین (خدا کا شکر ہے جس نے یہ کھانا کھلایا خدا کا شکر جس نے یہ غذا بخشی، مجھ میں نہ اس کے پھیرنے کی طاقت نہ کمانے کی قوت، خدا کا شکر جس نے مجھے کھانا کھلایا یا پانی پلایا اور مسلمانوں میں بنایا) صحیح احادیث میں ہے کہ جو شخص کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے اس کھانے کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ اس کے بعد سات مرتبہ سورۃ قریش پڑھے۔ دوسرے یہ کہ رات کے آخری حصے میں اٹھ کر نماز تہجد پڑھے اور بارہ رکعت چھ سلام سے اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھے۔ اس نماز کو کبھی نہ چھوڑے کہ اس نماز کی بڑی تاثیر اور بہت فائدہ ہے جسب آخری رات میں اٹھے تو سوتے سے اٹھ کر پہلے یہ اشعار پڑھے۔

دردم افکن که پشیمان شوم	بر رہم آور که مسلمان شوم
اے کسی مابسی کسی مابین	قافلہ شد واپسی مابین
رزق من از عالم غیب رساں	وا از طمع بچو خودم وارمان
بار دیو ز سبز و گلزار فارغیم	با چشم تو ز بادہ و خم فارغیم
خانہ گرد نہادہ در کوئے تو مقیم	دوکان خراب کردہ و از کار فارغیم
رختنے کہ ایتیم بیغماہ بر عشق	از سو و از زیاں دو بازار فارغیم
بر رفت و برگشت بر سر آسمان	کز ذوق عشق از سر و دستاں فارغیم
گر چہ من سر بسر گنتہ کردم	نامہ عمر خود سیاہ کردم
تو بریں نامہ سیاہ مبین	کرم خویش ہیں گناہ مبین
یار بے یار نیم ز حراماں چہ شود	راہے بد ہم بکوتے غرغان چہ شود
بس گبر کہ از کفر مسلمان کردی	یک گبر و گبر کنی مسلمان چہ شود
یار بے دل پاک و جاں اکاہم دہ	اے شب و گریہ سحر گاہم دہ
در راہ خود اول بخودی بخود کن	واں گاہ ز بخودی بخود راہم دہ

بر عمل خویش نہ دارم امید
 چارہ من ساز کنہیچ راہ ام
 جز در تو قسبہ نخواہم ساخت
 یک فرہ عنایت تو اے بندہ نواز
 تنہا غم دل گفتن بیا رہیچہ خوش باشد
 اگر کار یک کس بسا ماں شود
 الہی عبدک العاصی انا کا
 فان تغفر فانت لذاک اہل
 بادشاہ جسم مارا در گزار
 تو لکھو کارے و ما بد کردہ ایم
 سالہا در بند عصیاں گشتہ ایم
 دائما در فتنہ و عصیاں ماندہ ایم
 روز و شب اندر معای بودہ ایم
 بے گزہ نگزشت بر ما ساعی
 بر در آمد بسندہ بگرہ بخت
 ہست امید مغفرت از لطف تو
 بحر الطاف تو بے پایاں شدہ
 نفس و شیطان زد کریم راہ من
 چشم دارم کز گشتہ پا کم کنی
 اندراں دم کز بدن جا کم بری
 اور یہی اشعار تہجد کے بعد بھی پڑھے تہجد اور مناجات سے فارغ ہو کر ذکر اور

بر کرم تست مرا غتمید
 گر تو نہ سازی بکہ رو آدم
 گر نوازی تو کہ خواہد نواخت
 بہتر ز ہزار سال تسبیح و نماز
 سر بر قدمش بر دین ہر بار چہ خوش باشد
 نہ دریاستے رحمت چہ نقصان شود
 مقرر بالذنوب وقت دعا کا
 وان تظرو من یرحم سوا کا
 مانگہ گاریم تو امروز گار
 جرم بے اندازہ سجد کردہ ایم
 اخرا ز کردہ پشیاں گشتہ ایم
 ہم قرین نفس و شیطان ماندہ ایم
 غافل از امر و نواہی بودہ ایم
 با حق نور دل نہ کردم طاعتی
 آبرو سے خود ز عصیاں ریختہ
 زانکہ خود فرمودہ لا تقنطو
 نا امید از رحمت شیطان شدہ
 رحمت باشد شفاعت خواہ من
 پیش ازاں کا نہ رنج خاکم کنی
 از جہاں بار نور ایمیںم بری

باطن کے اور آدمیوں میں مصروف رہے یہاں تک کہ صبح صادق نمودار ہو جائے پھر نماز فجر پڑھتے ہیں
 رنق حلال کی زیادتی کے لئے یکارزاق تو بار پڑھے اول آخر درود شریف اللہ
 صلی علیہ وسلم وبارک وسلم پڑھیں۔ پھر نماز فجر ادا کریں پھر
 ذکر میں مشغول ہوں پھر کشائش رزق اور مغفرت کے لئے سو بار یا غفور اور سو بار
 یا غفار پڑھیں اول آخر درود شریف۔ پھر اسی جگہ بیٹھے رہیں اور جب آفتاب ایک نیزہ
 بلند ہو جائے تو دو رکعت نماز اشراق پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین تین بار
 سورہ اخلاص۔ نماز کی نیت یوں کرے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز اشراق کی واسطے
 اللہ تعالیٰ کے تقرب الہی کے لئے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔ پھر باطن کے سبق
 کی طرف مشغول ہوں اور کوئی وقت بھی سبق باطن سے خالی نہ جانا چاہیے اکھڑے بیٹھے لیٹے
 اس میں مشغول رہیں اور جب چاشت کا وقت آئے تو بارہ رکعت تین سلام کے ساتھ پڑھیں
 اور یہ نیت کرے کہ نیت کی میں نے چار رکعت نماز چاشت واسطے اللہ تعالیٰ کے تقرب
 الہی کے لئے۔ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔ اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ
 کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھیں اور اس نماز کو بھی قضا نہ ہونے دیں کہ اس میں کثیر
 ثواب اور بے شمار فائدے ہیں اور مغرب کے بعد چھ رکعت نماز اوایمن تین سلام سے پڑھے۔
 نیت یوں کرے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز اوایمن کی واسطے اللہ تعالیٰ کے تقرب
 الہی کے لئے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد
 تین تین بار سورہ اخلاص پڑھیں اس کے بعد پھر دو رکعت نماز نفل حضرت فرید الدین گنج
 شکر کی روح کو ایصال ثواب کی نیت سے پڑھیں۔ نیت یوں کریں کہ نیت کی میں نے دو
 رکعت نماز نفل واسطے اللہ تعالیٰ کے حضرت فرید الدین گنج شکر کی روح کو ہدیہ اور تقرب
 الہی کے لئے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔ پھر دو رکعت نماز نفل حضرت
 خواجہ بہار الدین نقشبند کی روح کو ہدیہ ثواب کی غرض سے اس نیت سے پڑھیں کہ نیت

کی میں نے دو رکعت نماز نفل واسطے اللہ تعالیٰ کے خواجہ بہار الدین نقشبند کی روح کو ہدیہ
 ثواب اور تقرب الہی کے لئے منہ میلا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔ پھر دو رکعت
 نماز نفل حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پر فتوح کو ہدیہ ثواب کی غرض سے اس نیت
 سے پڑھیں کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز واسطے اللہ تعالیٰ کے 'غوث الم حضرت شیخ
 عبدالقادر جیلانی کی روح کو ہدیہ ثواب اور تقرب الہی کے لئے منہ میلا کعبہ شریف کی طرف
 اللہ اکبر۔ اس کے بعد دو رکعت نماز اپنے ایمان کی سلامتی کی نیت سے پڑھیں اور ہر
 رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص کی جگہ پانچ پانچ یہ آیت پڑھیں رَبَّنَا لَا تُزِغْ
 قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ
 پھر سلامتی ایمان کے لئے دو رکعت اور پڑھیں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص
 سات مرتبہ اور ایک مرتبہ سورہ قلن اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص
 سات مرتبہ اور سورہ ناس ایک بار پڑھیں اور عشا کی نماز کے بعد دونوں جہاں میں فراخی رزق
 کے لئے سو مرتبہ یاففتاح پڑھیں اور اس کے معنی کا دل میں تصور جمائیں اس لئے کہ اسم
 الہیہ میں سے کسی اسم کو اس کے معنی کا تصور کئے بغیر پڑھنا کوئی فائدہ و نفع نہیں رکھتا۔
 ہاں اول آخر درود شریف بھی ہو اور عشا کی نماز کے بعد دونوں جہاں میں فراخی رزق کے
 لئے ایک بار افتح رزقی یاففتاح (اے فتاح میرا رزق کھول دے) اور سو مرتبہ
 هو الحق هو الباسط پڑھیں اور اس کے معنی کا دل میں تصور رکھیں۔ یہ اسم اس
 خاکسار (میر سید محمد کا پوی) کو عالم باطن سے الہام ربانی کے ذریعہ پہنچا ہے اس کے
 بعد سو مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھیں اول آخر درود شریف
 اس کے بعد سورہ منزل اس ترتیب سے پڑھیں کہ اول دس مرتبہ درود شریف پھر ایک
 مرتبہ آیت الکرسی اور تین مرتبہ یہ دعا پڑھیں استغفر اللہ الذی لا الہ الا اللہ
 وهو الحی القيوم واثوب الیہ (میں مغفرت چاہتا ہوں اس اللہ کی جس کے

سوا کوئی سچا معبود نہیں وہی حقیقی و قیوم ہے اور میں اس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں) اس کے بعد مع اعوذ باللہ اور بسم اللہ تین مرتبہ سورہ منزل پڑھیں اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ ہر بار پڑھیں، اس سے تمام دینی و دنیوی حاجتیں پوری ہوں گی جب سونے کا وقت آئے تو سو مرتبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور سو مرتبہ لا الہ الا اللہ العظیم اور پچیس مرتبہ سورہ اخلاص اور دس مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور پھر کلمہ طیبہ کافی تعداد میں پڑھ کر سو جائے۔ کبھی کبھی اس ذکر میں بھی مشغول ہو اس ذکر کو خواص کا ذکر کہا جاتا ہے۔ بڑی تاثیر اور برکت والا ہے۔ دائیں جانب کہے حق پھر بائیں جانب کہے حق پھر سامنے کہے حق پھر دل پر حق کی ضرب لگاتے اور اس ذکر کے وقت یہ خیال رکھے دائیں، بائیں، سامنے اور دل میں حق ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ یہ ذکر بہت نفع بخش اور فائدہ مند ہے جو اس ذکر میں مشغول ہوا محروم نہیں رہا اور ایک دوسرا ذکر ہندی زبان میں حضرت فرید الدین گنجشکری سے منقول ہے اس ذکر میں بھی مشغول رہیں۔ دائیں طرف کہیں "اُونہاتو" بائیں طرف کہیں "اُونہاتو" سامنے کہیں "اُونہاتو" اور پھر دل پر ضرب لگائیں "اُونہاتو"۔ یہ ذکر چار ضربی ہے اس ذکر سے دل میں ذوق پیدا ہوتا ہے۔ یہ ذکر ہندی زبان میں بڑا لطف دیتا ہے اور حضوری دل لگتا ہے اس کا ناغہ نہ کرے اور آخر شب میں نماز تہجد کے بعد اگر اس ذکر میں مشغول ہوں اور دل میں بھی غیروں سے وقت خالی پا کر لمسے کرتے رہیں تو پورا پورا فائدہ ملے گا اور ہاں قرآن پاک کی تلاوت روز کریں کم و بیش ایک پارہ روز پڑھیں اور جو کچھ اس میں کہنا گیا اور لکھا گیا ہے اس پر ہمیشہ قائم رہیں کبھی غفلت نہ برتیں نمائش اور شہرت کا ارادہ نہ کریں کہ جب نمائش اور شہرت کا دخل ہوتا ہے تو سارے اعمال خراب ہو جاتے ہیں۔ سلام ان پر جو حق کی پیروی کرتے ہیں یہاں پر حضرت سید محمد کا لپوی کا رسالہ ختم ہوا۔

اب یہ فقیر (ابوالحسین احمد نوری) عرض کرتا ہے کہ اس رسالے کے مطابق اوقات

کی پابندی بہت مشکل اور دشوار ہے اس کی وجہ ظاہر ہے بیان کرنے کی ضرورت نہیں میں ایک
نقصر خاک لکھتا ہوں اس پر اپنی کوشش بھر عمل کریں تو فائدے سے خالی نہ رہیں گے۔ فرض
نمازوں کی پابندی اور باجماعت ادائیگی کے بعد ایسی روش اختیار کریں کہ تہجد کی عادت
پڑ جائے اور یہ راہ سلوک کی اہم چیز ہے اور اس وقت سے طلوع آفتاب تک نماز اشراق ادا
کرنے کے بعد کچھ اذکار سے ادا کرتے رہیں یہاں تک کہ چار گھنٹی دن چڑھ آئے۔ اب نماز
چاشت ادا کر کے روزی حاصل کرنے کی طرف توجہ کریں یہاں تک کہ دوپہر ہو جائے۔ اب
کچھ کھانی کر تھوڑی دیر قیلولہ کریں۔ قیلولہ کے بعد ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر پھر کچھ قرآن اور
درد شریف پڑھیں اور پھر گزارے کے قابل کمانے کی فکر کریں یہاں تک کہ عصر کا وقت
آجائے اور عصر کی نماز ادا کریں پھر باطنی سبق کی طرف توجہ کریں یہاں تک کہ مغرب کا وقت
آجائے۔ نماز مغرب کے بعد ادابین پڑھیں اور اپنے اہل و عیال کی طرف متوجہ ہوں یہاں
تک کہ غشا کا وقت آجائے تو غشا کی نماز پڑھ کر کچھ کھانا کھا کر با وضو درود پڑھتے ہوئے
سو جائیں۔ اگر نماز تہجد نہ پڑھ سکتے ہوں تو صبح جلدی اٹھیں اور جو ادا میں نے لکھے ہیں انہیں
پورا کریں۔ اس زمانے میں یہی کافی ہے البتہ ہمارے مرشد نے فرمایا کہ عصر اور مغرب کے درمیان
کا وقت ذرا مشکل ہوتا ہے اسے نباہنے میں جد بھر کوشش کریں۔

ذکر الہی اتنا کر کہ دوسرے نہیں محنوں کہیں اگرچہ خیر الامور

دوسرا نور

اوسطھا (بہترین کام میانہ روی ہے) کے اعتبار سے
زیادتی کسی کام میں درست نہیں مگر ذکر الہی میں اس کی اجازت اور چھوٹ ہے۔ حدیث شریف
میں آیا ہے کہ ذکر الہی کی کثرت کر دیہاں تک لوگ کہیں کہ یہ محنون ہے۔ یہ روایت بمعہ الطبری
اور الکبیر اور ابن السنی کی کتاب عمل الیوم واللیل میں حضرت معاذ بن جبل سے مڑی ہے۔

عبادت میں دکھا دانا کہ اس لئے کہ دکھا دے سے عمل

بر باد ہو جاتے ہیں کسی کے دیکھنے نہ دیکھنے کی طرف توجہ ہی

تیسرا نور

نہ دو۔ عبادت خدا کے لئے ہی کر دی ہے بارگاہ خداوندی میں قابل قبول ہے۔ نفعی عبادتیں سب کے سامنے نہ کرو بلکہ چھپ کر کرو۔

چوتھا نور اہل سلوک کیلئے راہ سلوک میں سات قسم کی غلطیاں ہو سکتی ہیں پہلی اعراض یعنی طلب کی

پر وہ مآ آجائے اور طالب مطلوب کو نہ دیکھے، تیسری تفاسل یعنی طالب و مطلوب کے درمیان جدائی، چوتھی سبب یعنی طالب کو مطلوب سے جو نسبت حاصل تھی اس میں کمی ہو جائے، پانچویں سلب قدیم یعنی نسبت سبب ہوتے غمہ گز چکا اور اب بھی گزر رہا ہے، چھٹی تسلی یعنی مطلوب کو طالب کی طلب کی کوئی پرواہ نہیں اور اس سے کوئی رشتہ نہ رہا۔ طلب کرے یا نہ کرے، ساتویں عداوت یعنی طالب و

مطلوب میں دشمنی پیدا ہو گئی اور مطلوب و طالب کی طلب کو برا جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس غضب اور محرمی سے پناہ اس عداوت کا کوئی علاج نہیں بلکہ ایمان کے سلب ہوتے کا ڈر ہے اور اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو ہوتے ہوتے آخر میں یہی نوبت آتی ہے تو ضروری ہے کہ پہلی بھول پر ہی ہوشیار ہو جائے تاکہ بعد والی غلطیاں نہ ہوں ورنہ دین و دنیا دونوں کا کھلا ہوا نقصان ہے۔ اللہ ہماری حفاظت کرے اللہ ہمیں محفوظ رکھ الہی ہمیں اپنی حفاظت میں لے۔

پانچواں نور آنے والے حالات کا اگر کشف ہو جائے تو جب تک وہ واقع نہ ہوں ہمیں، اُن پر نہ تو خود اعتبار کرے نہ مخلوق کو نہایت بھونک

وہ ذوق نہ ہونے کی صورت میں جھوٹا مشہور ہو جائے گا اس لئے کہ شان خداوندی ایک ہی نشان پر نہیں ہے بلکہ کئی یوم ہونی نشان (وہ ہر روز ایک ہی نشان میں ہے)۔ تو جس وقت وہ بات تجھے کشف سے معلوم ہوئی ہو سکتا ہے وہی صبح اور درست ہو اور اب شان پر درکار لطف سے قہر کی طرف یا قہر سے لطف کی طرف آگئی اور تیسرے علم کے خلاف ظاہر ہوا تو تو اس کے اظہار کی وجہ سے نادم اور شرمندہ ہو گا اور جھوٹا قرار پائے گا اور چھوٹے بڑے تجھ پر نہیں گئے۔ یہ نصیحت حضور غوث اعظم کی ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع و

والعاب۔

پھٹوال نور

اتنا کھاؤ کہ زندہ رہ کر عبادت کر سکو۔ اتنا نہ کھاؤ کہ بیمار ہو جاؤ۔
ایک قابل حکیم کسی شہر میں ایک سال رہا اس زمانہ میں کوئی
بیمار نہ ہوا۔ لاچار حکیم وطن واپس آگیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیوں لوٹ آئے؟ جواب دیا میں نے
وہاں قیام کرنے کی ضرورت نہ سمجھی اس لئے کہ وہاں کے آدمی خوب بھوک کا لحاظ رکھتے
ہیں یعنی جب بھوک غالب آتی ہے کھانا کھا لیتے ہیں اور تھوڑی سی بھوک باقی رہتی ہے تو
ہاتھ سمیٹ لیتے ہیں اس لئے وہ بیمار نہیں ہوتے۔ بعض تاریخ داں یہ واقعہ حضور سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روم کے کسی بادشاہ نے اس
حکیم حاذق کو صحابہ کرام سے علاج معالجہ کے لئے بطور نذرانہ روانہ کیا تھا، یہ حکیم تقریباً ایک
سال مقیم رہا لیکن وہاں کوئی بیمار ہی نہ ہوا تو یہ واپس روم چلا گیا اور صحابہ کرام کی یہ حالت اور
عادت بادشاہ کو بتائی تمام حاضرین دربار کو حیرت ہوئی اور سب نے اسلام کی خوبیوں کا
اعتراف کیا۔

ساقی نور

ہمیشہ یاد منور ہو تاکہ تمہاری روزی میں برکت ہو اور اگر ہمیشگی نہ
کر سکو تو اکثر اوقات یاد منور رہو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم
پانچوں دن تازہ دمنور داور اگر کسی بیماری کی وجہ سے یہ بھی نہ کر سکو تو اپنی طاقت اور کوشش
بجس ضرورت اس پر عمل کرو تاکہ رزق میں ترقی اور برکت کا باعث ہو۔

ٹھٹھوال نور

اس بات سے ہمیشہ ڈرتے رہو کہ خاتمہ برانہ ہو۔ خاتمہ کی برائی
دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ معاذ اللہ ایمان ہی سلب
ہو جائے اور دوسری یہ کہ دنیا کے خیال اور محبت میں مرجھاتے یعنی آخری وقت میں دنیا
کے مال و متاع، بیوی بچوں اور دوستوں کی محبت کا خیال ہو اور یہی دنیا ہے۔ یہ بھی خاتمہ
کی برائیوں سے ہے اور اس صبرت میں آدمی گنہگار مرتب ہے اور اس خیال کی وجہ سے

وہ کچھ سختی اٹھاتا ہے اور پھر نجات پا جاتا ہے۔ خدا کے خاص بندے اس برسے انجام سے ڈرتے ہیں تو تم کیا چیز ہو کہ بے فکر پڑے ہو۔ یا اللہ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا فوٹ اعظم کے طفیل دونوں برائیوں سے محفوظ رکھ۔

نواں نور

ابلیس لعین کی ذریت میں دو شیطان ہیں جب انسان بالغ ہوتا

ہے تو وہ دونوں آتے ہیں اور اس کے دل میں بس جاتے ہیں

ایک اس کے ایمان میں عقائدِ ایمانیہ کی طرف سے خدشے پیدا کرتا ہے اور اسے بہکا تا ہے کہ تو (آدمی) بن دیکھے خدا پر ایمان کیسے لایا کہ وہ ایک ہے، ہو سکتا ہے کہ دو یا زیادہ ہوں اور ہونا بھی چاہیے کہ اتنے وسیع عالم کے کام ایک خدا کیسے پورے کر سکتا ہے اور تو نے انبیاء کی بغیر دیکھے تصدیق کیسے کر دی، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی عظمت کی بنا پر یہ دعوئی کیا ہو اور

معجزات کوئی اہم چیز نہیں ایسے کام تو جادو گروں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں شاید یہ بھی اسی جنس سے ہوں اور تو نے بلا دیکھے فرشتوں پر کیسے یقین کر لیا۔ غرض اسی طرح کے خطرے اور دوسرے

اس کے اسلامی عقیدہ دل میں ڈالتا ہے اور دوسرا شیطان دین کی شاخوں نماز روزہ وغیرہ میں شک اور دوسوہ پیدا کرتا ہے کبھی کہتا ہے نماز ادا نہیں ہوتی فلاں رکن بھول گیا، وضو صحیح نہیں ہوا تو نے مسح نہیں کیا یا تعذہ کیوں کرتا ہے، یہ تو پہلی یا تیسری رکعت ہے، روزہ

میں تو نے نیت ہی نہیں کی یا پانی حلق سے اتر گیا اور اسی طرح کی دہی تباہی باتیں دل میں ڈالتا ہے اس لئے انسان دین سے دور جا پڑتا ہے یہاں تک کہ پاگل ہو سکتا ہے اور معاذ اللہ بعض

تو الحاد اور بد دینی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ ہمیں ان دونوں شیطانوں کے شر سے بچائے

آمین۔ تو انسان کو چاہیے کہ ان دونوں دشمنوں کی باتوں اور دوسوہوں پر عمل نہ کرے بلکہ اس کے خدائے عمل کیسے۔ اگر شیطان رات کہے تو یہ دن کہے اور اگر وہ دن کہے تو یہ رات کہے تاکہ وہ شرمندہ

ہو کر لوٹ جائیں۔ ان مردودوں کی یہ عادت ہے کہ ذرا ان کی طرف دھیان دیا یا غور کیا تو ان کی ہمت بڑھ جاتی ہے اور ان کی طرف سے لاپرواہی اختیار کر کے ذکر الہی کی طرف متوجہ ہوا

جائے تو یہ مجبور ہو کر بھاگ جاتے ہیں۔ تو جس وقت انسان کے دل میں کوئی دوسرا آئے تو یہ سمجھ لے کہ یہ میرے دل سے نہیں بلکہ دل میں کوئی اور آدھم کا ہے اور ایسا کہہ رہا ہے اور میں اس کو اللہ کی مدد کے بغیر دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ میں تو اپنے خدا کا ایمان دار اور فرماں بردار اور خدا کے آگے سر جھکانے والا بندہ ہوں جو پہلے تھا۔ اس خیال کی وجہ سے یہ اپنے دین پر مضبوط رہے گا۔ اور عبادت گزار رہے گا اور شیطانی دوسروں سے چھٹکارا پائے گا۔ بدی سے پھیرنے اور نیکی کی طرف رغبت دینے کی طاقت اور طاقت صرف اللہ کی طرف سے ملتی ہے جو بندگی اور عظمت والا ہے۔

دسواں اور رب عزوجل تک رسائی نہ خاص ذکر و شغل سے ہے نہ اس کا راستہ ذکر و شغل پر منحصر ہے۔ اللہ تک رسائی کی بہت سی راہیں ہیں

تو جس راہ سے خدا تک رسائی ہو جائے اور اس سے اطمینان ہو جائے وہی تیرے لئے ذکر اور شغل ہے اسی کو اللہ تک رسائی کا راستہ سمجھو اور اسی پر چلنی کرو۔ یہ وہ فیاض کرام فرماتے ہیں کہ خدا تک رسائی کے راستے مخلوق کی سانسوں کے برابر ہیں (یعنی بے شمار ہیں)۔ اگر کسی شخص کو یہ راستہ دینی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہو اور اسے اطمینان نصیب ہو تو اس شخص کے لئے یہی راستہ ذکر اور شغل ہے اور اگر کسی کو نیک بندوں کی صحبت سے نصیب ہو جائے تو یہی صحبت اس کے لئے ذکر اور شغل ہے چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ذکر کی فضیلت صرف تسبیح تہلیل میں منحصر نہیں بلکہ کسی کام میں رب عزوجل کی اطاعت کرنے والا ذکر ہے۔ میں نے یہ بات اپنے شیخ رضی اللہ عنہ کی تعلیم سے لکھی اور اس ولی (شاہ آل رسول) نے یہی ارشاد فرمایا۔

گیارہواں اور ہمارے مشائخ کا اس میں اختلاف ہے کہ قیام اور سفر میں کون بہتر ہے۔ ایک جماعت دھن میں قیام کو پسند کرتی ہے اور دوسرا گروہ سفر کو ترجیح دیتا ہے۔ اب اس میں حکمت کیا ہے تو ہمارے مشائخ رضی اللہ

اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ کچھ ہمارے قابو کی چیز نہیں بلکہ خدا کے حکم اور الہام خداوندی سے ہے اور حالات کے بدلنے سے اس بات میں اختلاف ہو جاتا ہے اگر مخلوق کی ہدایت اور ان کی بھلائی سفر میں ہو تو سفر، وطن کے قیام سے بہتر ہے اور اگر معاملہ برعکس ہو تو وطن میں رہنا سفر سے بہتر ہے اور اگر قیام کرنے اور سفر کرنے دونوں میں محسوس کی ہدایت برابر ہو تو بھی قیام کرنا، سفر سے بہتر ہے اس کے سفر کے مقابلے قیام کرنے میں سکون ہوتا ہے اسی لئے میرے مرشد و آقا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے میری مرضی کا اختیار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں تمہیں وطن میں قیام کرنے پر مجبور نہیں کرتا اور نہ اس معاملے میں تمہیں کسی پریشانی میں چھوڑتا ہوں بلکہ تمہارے کام پر تمہیں اختیار دیتا ہوں اس لئے کہ میں تمہارے قربتِ اولیٰ کا حال خوب جانتا ہوں ان میں کچھ تمہارے دشمن ہیں اور کچھ تم سے کینہ رکھتے ہیں۔ کسی کا حال ظاہر ہے اور کسی کا چھپا ہوا یاں ایک چھوٹی سی جماعت تمہارے موافق ہے ان کے علاوہ جو ہیں تو ان کی حالت یہ ہے کہ اگر تم وطن سے باہر رہو تو تم سے دشمنی رکھیں اور وطن میں رہو تو تمہیں تکلیف پہنچائیں اور تمہیں تمہارے شہر میں نہ رہنے دیں۔ اس حالت میں میں تمہیں وطن میں رہنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ تمہیں اقامت اور ترک اقامت کا اختیار دیتا ہوں۔

رات دن کے اوقات اس طرح مقرر کریں کہ جب رات کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو اٹھ بیٹھیں اور بات کے بغیر فوراً

بارہواں نور

کلمہ طیبہ پڑھیں اس لئے کہ مسلمان کا دل سونے سے اٹھنے کے بعد تمام نفسانی اور شیطانی باتوں سے پاک ہوتا ہے تو جب کلمہ کا ذکر اس پر نقش کیا جائیگا تو یہ نقش جسم جائیگا اور نہ کچھ ہی دیر میں ہی خطرہ دوبارہ دل میں داخل ہو جائیگا اور کلمہ کی تاثیر برباد ہوگی اور اس میں کلمہ کا نقش نہ ٹھہرے گا لہذا کلمہ طیبہ پڑھ کر بستر سے اٹھنا چاہیے تاکہ سالک کا دل یاد الہی سے روشن رہے۔ پھر اس کے بعد طہارت استنجا اور وضو سے فارغ ہو کر نماز تہجد ادا کرے یہ چھ سلام سے بارہ رکعتیں ہیں اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص تین تین بار پڑھیں اور اس کے بعد مرشد

کی تعلیم کے مطابق ذکر و شغل اور مراقبہ میں مشغول ہو جائیں یہاں تک کہ صبح صادق ظاہر ہو جائے
اب پھر دوبارہ طہارت وغیرہ کر کے فجر کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کر کے بات ذکر سے اور
اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو جائے یہاں تک کہ سورج ایک نیزہ بلند ہو جائے اب نماز اشرق
ادا کرے یہ چار رکعتیں دو سلام سے ہیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص
تین تین بار پڑھے، اس کے بعد اپنے خاندان کے زبانی معمولات اور وظائف اپنی قیام گاہ پر پڑھے
جب چوتھائی دن یعنی دن کا کچھ حصہ گزر جائے اس وقت نماز چاشت ادا کرے۔ یہ چار رکعت
دو سلام سے ہیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھے پھر درگاہ
معلیٰ میں حاضر ہو کر وہاں کچھ وظیفہ پڑھے اور اس کا ثواب بزرگوں کی روحوں کو نذر کرے اور اس
کے بعد دوسرے کاموں مثلاً پڑھنا پڑھانا، محنت مزدوری نوکری جو بطور حلال ہو ان کی طرف
متوجہ ہو اور جب دوپہر ہو جائے تو کچھ کھاپی کر سوجاتے تاکہ شب بیداری کی تھکن دور ہو جائے
اس کے بعد قیلول سے اٹھ کر طہارت اور وضو وغیرہ کر کے نماز ظہر باجماعت ادا کرے اور اب
قرآن عظیم کی تلاوت کم از کم سو پارہ کریں اور دلائل الخیرات اور حصن حصین پڑھیں اور اب کچھ دیر
کے لئے دینی علوم حدیث و تفسیر کے پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ دے۔ دنیاوی کوئی کام
باقی ہو تو اس سے پیٹ کر عصر کے وقت عصر کی نماز باجماعت پڑھ کر خاموش رہیں تاکہ عصر اور
مغرب کے درمیان کا وقت بیدار مغزی سے گزرے کہ عاشقوں کی عید یہی ہے اور اس عرصے
میں باطن کی طرف توجہ کرے قلب کی طرف توجہ کرے اور ذکر و شغل میں مصروف رہے یہاں
تک کہ آفتاب میں زردی آجائے اور غروب کے قریب ہو اس وقت اس دن کے اوقات صلوات
ہو جانے پر حسرت کرے اور کہے کہ پورا دن گزر گیا اور میں نے اللہ عزوجل کی کوئی فرمانبرداری
اور بندگی نہیں کی اور کیفیت طاری ہو نور سے اور کوشش کرے کہ روٹا بنا دینی نہ ہو اور اس میں
دکھادانہ ہو۔ اس کے بعد نماز خرب باجماعت ادا کر کے نماز ادایت چھ رکعت تین سلام سے
پڑھے۔ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد تین تین بار سورہ اخلاص اپنے مرشدان طریقت

کی ردتوں کو پدیرہ ثواب کی نیت سے ادا کرے اور اس کے بعد اپنے گھر آکر اپیل دعیاں کے ساتھ گزربکرے یہی عادت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ اب اگر وہ طالب علم ہے تو اپنی کتابیں کاملاً لے کرے۔ اس کے بعد نماز عشا باجماعت ادا کرے گزائے کے قابل کھائے پئے اور با وضو کمرہ اور درود شریف پڑھتے ہوئے سو جائے اور جب سوتے سے اٹھے تو اسی طرح عمل کرے اور باطن کی صفائی کے لئے ہمیشہ ان اوقات کا پابند رہے۔ یہ فقیر اپنے مرشد کے حکم سے نو سال کی عمر سے کامل دس برس تک ان اوقات کا پابند رہا ہے۔

تیسرا سوال نور
 نماز ظہر کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرے اور جن حصین حزب البحر اور دلائل الخیرات کی منزل ضرور ادا کرے ہمارے بزرگوں کی ان اوقات میں یہی عادت تھی۔ قرآن عظیم کی تلاوت کا کم از کم درجہ سو پانچ سو ہے اور حدیث و تفسیر وغیرہ کی کتابوں کی درس و تدریس بھی اسی وقت یعنی بعد ظہر ہمارا معمول ہے۔ اس کی عادت ڈالے۔

چودھواں سوال نور
 اپنے خاندان کے تمام شجرہوں کی فاتحہ خوانی خصوصاً وہ شجر جس میں مرید ہے اس کی عادت ڈالے کہ اول گیارہ بار درود غوثیہ اللہم صلی علی سیدنا محمد معدن الجود والکریم وآلہ وسلم پھر ایک ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، آیتہ الکرسی اور سورہ اخلاص تین یا سات بار مع بسم اللہ اور پھر وہی درود غوثیہ تین یا سات بار پڑھ کر اس قرأت کا ثواب نام بنام اپنے سلسلے کے مرشدوں کو پہنچا دے اس کے بعد اگر اپنا پیر زندہ ہو تو اس کی سلامتی کی دعا کرے ورنہ فاتحہ میں اس کا نام بھی شامل کر لے اور ان اولیاء کرام کے دیلے سے اپنے حق میں دعائے خیر مانگے۔ یہ فاتحہ فجر بخیر کے بعد یا مغرب کے بعد نماز ادا بین کا ثواب ملا کر ضرور پڑھنا ہے۔

پندرہواں سوال نور
 یہاں میں خاندان برکاتیہ کے بعض مخصوص اوراد و اشغال اور تسبیحات اس خاندان کے متلو سلین کے لئے لکھتا ہوں۔

ان پر عمل کرنا چاہئے کہ ان میں محنت کم اور فائدہ زیادہ ہے۔

سولہواں نور ان میں سے ایک پانچ گنج مغیرہ ہے۔ نماز فجر کے بعد یلَعَزِيزُ
یا اللہ۔ نماز ظہر کے بعد یا کَرِیمُ یا اللہ نماز عصر کے بعد
یا جَبَّارُ یا اللہ۔ نماز مغرب کے بعد یا سَتَّارُ یا اللہ اور نماز عشا کے بعد یا غَفَّارُ
یا اللہ ہر ایک سو مرتبہ۔

سترہواں نور دو سرا پانچ گنج کبیرہ ہے۔ بعد نماز فجر "یا حی یا قیوم لا الہ
الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین"۔
ایک سو گیارہ بار اول آخر درود شریف تین تین بار۔ اس کے بعد آیہ کریمہ "فاستجبنا لہ ونجینا
من الغم وکذا لک تنجی المومنین" گیارہ بار پڑھیں۔ بعد ظہر یا حی یا قیوم
برحمتک استغیث" ایک سو گیارہ بار اول آخر درود شریف تین تین بار۔ بعد ظہر
حسبنا اللہ ونعم الوکیل" ایک سو گیارہ بار اول آخر درود شریف تین تین بار بعد مغرب
"رب انی مسئنی الضر وانت ارحم الراحمین" ایک سو گیارہ بار اول آخر درود
شریف تین تین بار۔ بعد عشا "واخوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد"۔
ایک سو گیارہ بار درود شریف اول آخر تین تین بار۔

اٹھارہواں نور (تیرہ اوراد میں سے دس کا ذکر ہو چکا) اب ہم باقی تین کا ذکر
کرتے ہیں پہلا "ہَسْبُہُ اللہُ کل صعب بحرمتہ
سید الابراہیم" ایک سو گیارہ مرتبہ اول آخر درود شریف تین تین بار۔ دوسرا
"اللہ صمدی من عندک مددی وعلیک معتمدی" دس بار اور نادہلی
ایک سو دس بار۔ اول آخر درود شریف تین تین بار۔ اسی طرح "یا شیخ عبد القادر
شیخ اللہ" ایک سو گیارہ بار اول آخر درود شریف تین تین بار اور تیسرا درود غوثیہ اللہم
صل علی سیدنا محمد معدن الجود والکرہ والہ وسلم" تین بار اور

اسی وقت اسی طرح یہی درود شریف مع درود اولیہ ساٹھ بار پڑھیں درود اولیہ یہ ہے
 "اللہم صل علی سیدنا محمد بعد ما عندک من العدد فی کل لمحۃ
 من الازل الی الابد والک وسلم۔"

سوال نور جو تھے اُن میں سے اشغالِ فسر (یا پنج اشغال) ہیں اور وہ پنج
 پنجگانہ نمازوں کے بعد ہیں اور یہ سب ایسی سانس میں ہو کہ زبان
 کو اس کی خبر نہ ہو (یعنی صرف سانس سے ادا کیا جائے زبان شامل نہ ہو) یہ سب گیارہ مرتبہ کہا
 جاتے۔ اُن کے بعد سلام ہو، درمیان میں کوئی کلام نہ کیا جائے۔ پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو کھڑے
 ہو جاؤ۔ فجر کے بعد تم سیدہ ثانی کا نصف حصہ زور سے ادا کرو (یعنی لا الہ الا اللہ اس
 قدر بلند آواز سے کہو کہ قریب والے کو سناؤ دے سکے) قلب نیلفری سے ام المدوری تک تم
 اپنے سر کو اٹھاتے ہوئے ہو اور تم مثبت حصہ (الا اللہ) کو سانس نکالتے ہوئے پہلے کے برعکس
 اپنے سر کو جھکاتے ہوئے ہلکی سی ضرب لگاؤ فجر کی نماز کے بعد ظہر کی نماز کے بعد صرف اس کے مثبت
 حصہ (الا اللہ) کو اسی طرح تقسیم کرتے ہوئے۔ اول لام معروفہ ہے اور دوسرا لام اصل کلمے کے
 لام سے آخر تک اس کو ساکن کرتے ہوئے اور پیش کو ظاہر کرتے ہوئے پڑھو (اور بعد نماز
 عصر) صرف مقدس قلم (اللہ) اسی طرح تقسیم کرتے ہوئے معروف حالت میں اور معروف
 مذکورہ بالا طریقے یعنی ساکن کرتے ہوئے۔ بعد نماز مغرب اسی طرح مگر پیش کو ظاہر کرتے ہوئے۔
 بعد نماز عشا، فجر کی طرح ضمیر کو اسم ظاہر کی جگہ رکھتے ہوئے اور داؤ پر وقف کرتے ہوئے۔
 ہر فرض نماز کے بعد شجرہ چشتیہ کی رعایت سے گیارہ گیارہ بار
سوال نور نفی و اثبات دو ضربی کی ضربیں زور سے لگانی چاہئیں اس
 طرح کہ لا الہ ناف سے یہ آواز بلند اٹھائے اور دماغ تک لے جائے وہاں سے الا اللہ
 دوسرے سانس میں نیچے لاتے ہوئے بلند آواز اور پوری طاقت سے دل پر ضرب لگائے اس
 کے بعد دعا کرے۔ بزرگانِ مہرہ کا ان سب پر عمل تھا۔

ایک سوال نور

اشراق کے بعد ایک وقت عیوبی سجادگی میں دعائے حزیما فی ایک بار دعائے حزیب بنو ادرپر چہل اسماء بطور خسرہ کو بھی اپنے اوپر لازم جانیں اور درگاہ شریف میں بزرگوں کی ابرواح طیبہ کو ایصالِ ثواب کسے بچے بخسورہ اور ۹۹ سائے حسنی اور تراویح آیت الخروفت بھی مع سوکلات پڑھیں اور چہل اسماء کا درگاہ شریف میں پڑھنا بہت اچھا ہے اور درود و خوشیہ کلاں اور درود مستغاث بھی پڑھیں۔

بائیسواں نور

بیعت لینے اور طالب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی طالب سامنے آئے اور مرید ہونے کی التجا کرے تو پہلے یہ دیکھو کہ وہ بیعت کے قابل بھی ہے یا نہیں، اگر اس میں بیعت کی شرطیں پائی جائیں تو اس سے معلوم کریں کہ اس سے پہلے کسی کے ہاتھ پر بیعت تو نہیں کی، اگر وہ کہے کہ میں اب تک بیعت نہیں ہوا ہوں تو پھر اس کے باپ دادا کے بارے میں معلوم کریں کہ وہ کس خاندان میں بیعت ہوئے آئے ہیں پھر جو کچھ وہ بتائے اسی خاندان میں اگر اجازت ہو مرید کر لیں اور اگر خود کو اس خاندان کی اجازت نہ ہو تو اس سے غدر کر کے پوچھیں کہ مجھے اس خاندان کی اجازت نہیں البتہ فلاں فلاں خاندان کی اجازت رکھتا ہوں اب تم کس خاندان میں مرید ہونا چاہتے ہو اب وہ جس خاندان کو کہے اسی خاندان میں بیعت کر لیں۔ ایک شخص بیعت کے لئے ہمارے مرشد (شاہ آل رسول) کے پاس حاضر ہوا حضور نے اس سے مصافحہ کر کے فرمایا کہ میں تجھے مرید نہ کروں گا کہ تم خاندان صابریہ سے ہو اور مجھے اس خاندان کی اجازت نہیں اور حضرت مخدوم صابریہ سے مجھے اس کام میں حجاب آئے گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں حضور کے سوا کسی اور کا مرید نہ ہوں گا۔ آپ نے اسے ٹھہرا لیا اور تین روز کے بعد فرمایا کہ اس طالب کو لاؤ جب وہ حاضر ہوا تو فرمایا آداب تمہیں مرید کر لوں کہ مجھے حضرت مخدوم سے اجازت مل گئی۔ یہ حکایت میں نے اپنے دادا (شاہ آل رسول) سے سنی اور مجھے یہ یاد نہیں کہ آپ نے اسے کون سے سلسلے میں مرید فرمایا صابریہ میں یا قادریہ میں۔ بہر حال جب بیعت کرنا ہو تو اسے غسل کا حکم دیں اور وہ توبہ کی نیت سے دو رکعت

نفل پڑھے ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور اس کے بعد ختم بیعت تک کوئی بات نہ کرے اور جتنی مٹھائی کی اس کی حیثیت ہو پیر کے سامنے حاضر کرے اور صدق ارادت سے وہیں کھڑا ہو جائے۔ شیخ اس مٹھائی پر سلسلے کے بزرگوں کی فاتحہ پڑھ کر مرید کے حق میں استقامت کی دعا کرے اور اسے اپنے پاس بٹھا کر اس کے ہاتھ مہانہ کی طرح پکڑے اور بسم اللہ اور کلمہ طیبہ اور کلمہ استغفار اور یا اللہ اس طالب سے کہلاتے اور پھر طالب کی زبان سے اس کے گناہوں سے توبہ کرائے اس کے بعد قینچی سے اس کی پیشانی کے دو تین بال تراش لے کہ یہ بزرگوں کی رسم ہے اور اس کے بعد دوبار اپنے ہاتھ سے اسے مٹھائی دے اور تاکید کرے کہ اس مٹھائی کو وہ خود کھائے اور کسی کو اس میں سے کچھ نہ دے۔ یہ مرید کہتے کا طریقہ ہے۔

تیسواں نور

اگر کوئی شخص کسی اور پیر کا مرید ہو تو اسے مرید نہ کہے طالب کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور طالب بننے میں شریعت

اور نفل اور مصالحت ضروری نہیں ہے جس سلسلے میں طالب بتائے اس کی فاتحہ پڑھ کر اجازت دے کہ وہ سلسلہ کو پڑھے اور تبرک کے طور پر کلمہ طیبہ واستغفار اور یا اللہ کہلوائے اس کے بعد اس کی قابلیت کے مطابق نفی و اثبات اور اسم ذات کا ذکر اسے تعلیم کر کے یہی شروعات ہوتی ہے۔ نماز روزہ اور شریعت پر ڈٹے رہنے کی تعلیم مرید اور طالب دونوں کو بطور نصیحت دے۔ دوسری اور تیسری مرتبہ تجدید بیعت کا فائدہ جائز نہیں ہاں اگر سخت ضرورت آگئی تو خیر کوئی مضائقہ نہیں پہلے کے بزرگوں نے اس باب سے میں سختی سے منع کیا کہ بلا ضرورت کسی دوسرے شیخ کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ کتاب سلوک کی شرائط بیعت میں چھٹی شرط یہ ہے کہ پیر اپنے مریدوں کو دوسرے پیر کے پاس نہ بھیجے دے اور نہ وہ دوسرے پیر کے مریدوں کی صحبت میں رہیں، ممکن ہے کہ اس مرید کی خواہش اس ایک کے مخالف ہو اور پیروں پر لازم ہے کہ مرید کی خواہش کے خلاف چلائیں اور جب یہ ایک دوسرے کے

پس بیٹھیں گے اور رہیں گے اور ان کی خواہشیں مختلف ہیں اور ان کے شیخ کا حکم ان کی مرضی کے خلاف تو دوسرے پیر کا کوئی کام اپنی خواہش کے مطابق پا کر ہو سکتا ہے کہ اُدھر اس کی رغبت ہو جائے اور یہ رغبت اس گروہ کے نزدیک ارتداد معنوی ہے اور یہ ارتداد طریقت کے احکام کے مطابق دوری اور قطع نسبت کی وجہ ہے کہ جب اُس کی رغبت دوسرے شیخ کی طرف ہوگی تو اس کا اپنا شیخ اس کی نظر سے گر جائے گا اور دوسرے شیخ کی صحبت کی طرف اس کی رغبت بڑھے گی بلکہ وہ اپنے شیخ کو چھوڑ کر دوسرے شیخ کا ہو جائے گا اور اگر دوسرا شیخ حقیقت دانوں میں ہے تو اپنی پیری کے مقام کے مطابق اسی چیز کا حکم دے گا جو پہلے شیخ نے فرمائی تھی اور مرید جب دوسرے شیخ کے حکم کو اپنی خواہش کے خلاف پائے گا تو پھر اپنے پہلے شیخ کی طرف واپس ہوگا۔ تو اب معلوم ہوا کہ وہ مرید سچا نہیں تھا اور وہ مشہور کہاوت دھوئی کاکتاز گھر کا نہ گھاٹ کا، کا نمونہ ہو کر ذلیل و خوار اور پریشان ہوگا۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس فتنہ اور رسوائی سے۔

سوال :- دوسرے شیخ سے تجدید بیعت جائز ہے یا نہیں ؟
 جواب :- کسی شیخ کا مل سے بیعت کا نتیجہ اگر بخیر و خوبی انجام کو پہنچا تو دوسرے سے تجدید کی ضرورت نہیں یعنی اگر پہلے شیخ کی بیعت سے کامل سکون حاصل ہو گیا اور فتنہ و بقاء کا مرتبہ اسے حاصل ہو چکا تو کیا ضرورت ہے کہ تجدید کرے اور اگر ایسا نہیں تو تجدید بیعت کا اختیار اسے حاصل ہے۔

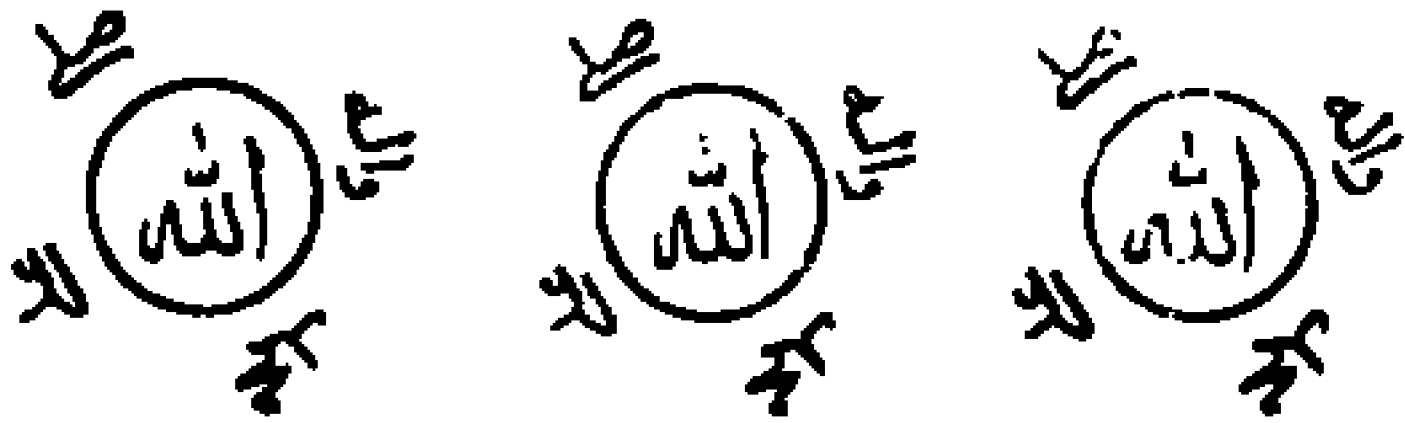
چوبیسواں نور
 پیر اور مرید اگر ایک جگہ بیٹھے ہوں تو مریدوں کو باادب رہنا چاہیے اور پیر کو بھی اپنا وقار یاد رکھنا چاہیے اور فضول اور فالتو باتیں اور بے تکلفی نہ کہے ورنہ پیر مریدوں کی نظر میں حقیر ہو جائے گا اور پیر کی عظمت و ہیبت اور بزرگی اور قدر و منزلت محفوظ نہ رہے گی۔ اس قسم کے مریدوں کو ایسے پیروں سے بے تکلفی کے باعث ہرگز فیض نصیب نہ ہوگا اس لئے کہتے ہیں کہ چونکہ شوہر کی نصیحت اس کی

بیوی کے حق میں کچھ خاص مفید نہیں ہوتی لہذا خورتیں اپنے شوہروں سے بیعت نہ کریں حالانکہ یہ کوئی شرط نہیں ہے۔

پچیسواں نور توجہ دینے میں خاندان قادریہ کا معمول یہ ہے کہ مرشدِ کلیۃً اپنی توجہ مرید کی طرف کرے اور مرید کو حکم دے کہ اپنے گھٹنے پکھا کر پیر کے گھٹنوں سے ملا لے اور اپنے دل کی طرف توجہ دے کہ اس کا منہ کھلا ہوا شیخ کے دل کے نیچے ہے اس کے علاوہ اپنے دل میں کوئی خطرہ نہ آنے دے اور بارگاہ الہی میں خشوع قلب سے التجا کرتا رہے یہاں تک کہ ذکر کی روشنی پیر کے دل میں جاگزیں ہو اور اس سے مرید کے دل میں ٹپکنے لگے پیر اپنی باطنی قوت سے مرید کا دل اپنی طرف کھینچا رکھے اور اول و آخر اس تصرف میں اپنے سلسلے کے مشائخ کی ردحوں سے فیض لینے کو تیار رہے۔ یہ فائدہ خاص حضورِ اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے دست مبارک سے لکھا اور میں نے دیں سے نقل کیا ہے۔

پچھیسواں نور اجنبی ثلوت بیعت سے محروم نہیں ہو جاتی۔ اس کے ساتھ دیکھے یا شیخ اس کا منہ دیکھے اس کا حکم دہی ہے جو غیر ثلوتوں کو دیکھنے کا ہے تو ہرگز یہ ایک دوسرے کا منہ نہ دیکھیں۔ یہاں تک کہ اگر تشغلِ برزخی "میں بھی اس کے تصور کی حاجت ہو تب بھی نہ دیکھیں" نہ اس کے چہرے کا عکس پانی یا آئینہ میں اور نہ اس کی تصویر۔ بلکہ اس کی تصویر اپنے خیال کے آئینہ میں یا پیاگے بھائی یا اپنے کسی اور محرم کے مشابہ تصور کر کے اپنے تشغلِ برزخ کو درست کرے یہی سلامتی کا راستہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ایک روز میں نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ مجھے اشغال وغیرہ آخری اشغال تک تعلیم فرمادیں تو ارشاد فرمایا کہ یہ دو تشغل اپنے درمیں رکھنا چاہئے کہ ہمارے مرشد (حضورِ اچھے میاں قدس سرہ) انہیں دو تشغلوں سے سلوک کے آخر مرتبہ تک پہنچے تھے ان میں پہلا یہ ہے کہ اللہم صل علی سیدنا محمد والدہ۔ عطف کو چھوڑ کر پہلا جملہ نیلوفری سے مدد دی تک لے جاؤ اور وہاں سے منوبی

ایک معطوف کے ساتھ نزول کرو اور اس پر ایک ہلکی سی ضرب لگاؤ۔ دوسرا شغل یہ ہے کہ تم اپنے دل میں ان دائروں کو سفید نورانی دائرے کی طرح نقش کرو اور اپنی نگاہوں کے سامنے یوں رکھو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔



سوال نور راہ سلوک میں اپنے دل کو مستقیم رکھنے کے لئے ہر فریضے کے بعد گیارہ مرتبہ پڑھے "یا اللہ یا رحمن یا رحیم حل ماراکن

مستقیم بحق ایاک نعبد و ایاک نستعین"۔ یہ حضرت مرشد کی خاص عنایت تھی کہ نصف النہار کے وقت حویلی سجادگی میں قبولہ کے لئے تشریف رکھتے تھے، میں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے کہ زبانی و طیفوں کی وجہ سے قلبی شغل میں کوئی حرج واقع نہ ہو اس وقت ۱۲۶۶ھ کے آخر یا ۱۲۶۷ھ کے شروع میں یہ دعا تعلیم فرمائی۔

اٹھائیسواں نور اس فقیر کے خاندان والوں میں اگر کسی کو توفیق الہی نصیب ہو اور اسے راہ سلوک پر چلنے کا شوق ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے

سلسلے اور خاندان میں، جو بحمدہ تعالیٰ نجات و کامیابی کا صحیح اور درست مسلک ہے، داخل

ہو کر اپنی تعلیم کے لئے حضرت میر سید محمد کاظمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ "عمل معمول" پر عمل کرے اور یوں ہی جد بزرگوار سیدنا شاہ حمزہ نور اللہ مرقدہ کی کتاب مستطاب "کاشف الاسرار"

شریف اور حضور صاحب البرکات قدس سرہ کے رسالہ "چہار انواع" اور "خوارق ہندی"

دیگرہ اور حضور سیدنا آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ "تربیت مریدان"

کا مطالعہ کرے اور راہ سلوک میں ان کے مطابق عمل کرے۔ بفضلہ تعالیٰ علم باطنی سے کافی حصہ

پائے گا اور کسی اور شیخ کی تلاش کی اسے حاجت نہ ہوگی۔ فقیر کی نصیحتوں میں سے نصیحت

بھی یاد رکھنے کے لائق ہے اسے بیکار نہ سمجھیں۔

انسوال نور

اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نوائے اور کسی بلند مرتبے تک پہنچائے

تو بندہ کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور اپنی چادر سے

زیادہ پاؤں نہ پھیلائے۔ مثل مشہور ہے کہ ایاز کو اپنی قدر خود پہچاننا چاہئے۔ مخلوق میں اپنے

اپ کو کسی خاص عزت اور نمائش کے لئے ظاہر نہ کرے بلکہ اس طرح رہے کہ مخلوق اسے ناکارہ

اور نہ سمجھے اسی وقت وہ بندہ بندہ کہے جانے کا مستحق ہوگا۔ یہاں اس بارے میں ایک

حکایت یاد آگئی کہ ایک درویش دوسرے درویش سے ملاقات کے لئے شیر پر سوار ہو کر چلا۔

جب اس درویش کی قیام گاہ آئی تو کہا السلام علیکم، اُس درویش نے جواب دیا وعلیکم السلام اے

شوخی ظالم۔ پہلے درویش نے پوچھا کہ تم نے مجھے شوخی اور ظالم کیوں کہا؟ دوسرے درویش نے جواب

دیا کہ تیرا ظلم یہ ہے کہ تو ایک حیوان کی پیٹھ پر جسے اللہ نے بوجھ سے آزادی دی ہے۔ پیٹھٹھا اور

بوجھ لادتا ہے اور تیری شوخی یہ ہے کہ تو مخلوق کو اپنی نمائش کراتا ہے۔

انسوال نور

شغل دو نیم جو ہمارے خاندان کا راز ہے، لکھے دیتا ہوں اگرچہ

میرادل اس کی اجازت نہیں دیتا کہ یہ شغل بہت نادر ہے اور

سوائے خاندان مارہرو کے کسی جگہ نہیں پایا جاتا، لیکن اس خیال سے کہ جلنے والے رخت

ہو گئے ایسا نہ ہو کہ اسے پوشیدہ رکھنے سے ضائع ہو جانے کا سبب بنے لہذا لوگ قلم پر لاتا

ہوں تاکہ فقیر کی یہ ایک یادگار رہ جائے۔ یقین کرو کہ اس شغل میں محنت کم اور فائدہ زیادہ ہے۔

اسے شغل دو نیم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فجر اور ظہر کے دونوں شغلوں اور عصر کے اشغال خسر میں سے

نصب سے مل کر بنا ہے۔ میرے دادا اور پیر سید شاہ آل رسول احمدی نور اللہ مرقدہ نے ہی

بتایا اور صورت اس کی یہ ہے کہ تم پہلے فجر ظہر اور عصر کا شغل پورا کرو اور تھک کر کو قطع کر دو

اسی وجہ سے یہ دو نیم ہے۔ اب کچھ حضرات تو صوبہ بری پر ضرب لگاتے ہیں حالانکہ درست

ترتیب ہے کہ یہ ضرب نیوفری پر ہوتا کہ اشغال خسر کے مطابق رہے اس لئے کہ وہی اس کی

اصل ہیں اور یہ انہیں اشغال سے ماخوذ ہے۔

سوال نور ایک روز حضرت فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار (سید
آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ) سے پوچھا کہ وہ کون
سی پانچ ترکیب ہیں جو ہمارے خاندان سے مخصوص ہیں؛ فرمایا پنج گنج صغیر و کبیر، اور آخر
اشغال غمر، شغل دو نیم اور نسخہ کیا کہ جب تین دن بغیر کھانے پانی کے گزر جائیں اس وقت
کیا تیار کرے اور اپنی گزر کے قابل حاصل کرے۔ تو میں نے چار اسرار اپنے ذہن میں محفوظ کیے
اور نسخہ کیا کو چھڑ دیا۔ میں نے نسخہ کیا سے پرہیز تو نہیں کیا لیکن نہ ہونے کے برابر اور فرہوش
سا کر یا اور پھر دوبارہ اس کا ذکر بھی نہ کیا اور نہ میرے والد ماجد نے اپنے آپ مجھے اس کی تعلیم
کا ارادہ کیا۔ ایک روز اس فقیر (ابوالحسن احمد نودی) نے اپنے مرشد سے پوچھا کہ ترکیبیں
بڑی التجاؤں خوشامد اور اشتیاق کے بعد تعلیم فرمائی جاتی ہیں اس کا کیا سبب ہے؛ فرمایا
کہ ایک وجہ تو یہی ہے کہ اس میں محنت کم اور فائدہ زیادہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ طالب
ان ترکیبوں کی تعلیم کے شوق میں کسب باطن کی طرف زیادہ توجہ دے اور یہ سوچ کر ذکر اور شغل
میں بڑی محنت کرے گا کہ آخر وہ کون سی نعمتیں ہیں جو اتنی چھپا کر رکھی جاتی ہیں۔ جن کو سچی طلب
تھی انہوں نے یہی کیا اور یہ کارروازہ نہیں چھوڑا۔ اس سے پیروں کا مطلب بھی حل ہوا کہ طالب
کی تعلیم اُسی طرح کی جیسی ہونا چاہئے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ کر تعلیم دی، اب نہ ایسے
طالب ہیں نہ ایسے پیر، تو جو کوئی پوچھے اُسے سکھاؤ کہ شاید وہ اسی کو آسان اور بلا مشقت حلا
سمجھ کر ذکر الہی کی طرف متوجہ ہو جائے اور ہوتے ہوتے مجاہدہ میں پڑ جائے۔

سوال نور پہلے کے بزرگ خلافت عطا کرنے میں بھی بہت تاخیر کرتے
تھے جب تک انہیں یقین نہ ہو جاتا کہ سلوک مکمل ہو گیا خلافت

نہ دیتے تھے اور اب بھی یہی کرنا بہتر ہے مگر کوئی منہ نہ کرے تو اسے سلوک کی تکمیل کا انتظار کئے بغیر
دے دینا چاہئے اس لئے کہ اب زمانہ کے حالات بگڑ گئے ہیں، ممکن ہے کہ وہ بد دل ہو کر تصوف

کو چھوڑ بیٹھے۔ پھر خلافت ملنے کے بعد کم از کم اتنا تو خیال کرے گا کہ میں فلاں کا خلیفہ ہوں اگر مجھ میں زیادہ لیاقت نہیں تو اپنا ظاہر تو شریعت کے مطابق کر لوں تاکہ مخلوق برا بھلا نہ کہے۔ تو گویا خلافت دینا اُسے ایک ذمہ داری دینا ہے اور یہ بھی فائدہ مند ہے۔ یہ سب گفتگو حضرت (شاہ آل رسول) اور اس فقیر کے درمیان سوال و جواب کی صورت میں ہوئی جسے میں نے لکھ دیا۔

چوتھا سوال نور فقیر کے بزرگ نماز فجر یا چاشت کے بعد مکان سجادگی میں نہانی اوراد

وغیرہ پڑھتے تھے پھر درگاہ شریف میں جا کر مزاروں پر فاتحہ خوانی کے بعد بخسورہ اور ۹۹ اسمائے حسنیٰ اور ۲۲ آیتیں اور حروف تہجی مع موکلات اور چہل اسماء اور درود غوثیہ کلاں اور درود مستغاث اور سیفی حریمانی کلاں خانقاہ میں پڑھتے تو ہمیں بھی انہیں بزرگوں کی پیروی کرنا چاہیے گو کہ ہم ناکارہ ہیں اور پنج سورہ سے فراغت کے بعد اس کا ثواب سلسلہ قادریہ اور چشتیہ اور بہروردیہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ اور مداریہ وغیرہ کے مشائخ رضی اللہ عنہم کی ارواح کو زندہ کرے اور مرشد اگر زندہ سلامت ہے تو اس کی سلامتی کی دعا کرے ورنہ اس کا نام بھی فاتحہ میں شامل کر کے اپنے حق میں دعائے خیر کرے۔

چوتھا سوال نور اس فقیر کو صفاتی قلب اور ترکیبہ اور اسمانی اور صفاتی تجلیوں کے حاصل کرنے کے لئے بعض اسموں اور دعاؤں کی دعوت کا کافی

اتفاق ہوا ہے۔ میں نے بیس سال کی عمر میں تنہائی اختیار کی اور تین سال تک اکثر غفلت ہی میں روزہ دار رہا۔ میں نے کبھی لمبی مدت کے لئے روزے نہیں چھوڑے اور اس دوران میں نے دو تین بار بلکہ اس سے زیادہ دعوت اسماء اور حسب ذیل دعائیں در دیں رکھیں۔ ۱۔ حزب البحر ۲۔ سورہ واقعہ۔ ۳۔ سورہ مزمل، ۴۔ اسماء اصحاب کہف، ۵۔ آیت اللہ لطیف بعبادہ ۶۔ دعوت چہل اسماء بطور خمسہ خاندان کی مختصر ترکیب کے مطابق، ۷۔ اسم بدوح سادہ، ۸۔ اسم بدشع یا موکل، ۹۔ آیہ کریمہ، ۱۰۔ اسم انہ ولی الایمان، ۱۱۔ اسم یا بدیع العجائب،

۱۰۰ اسم یا شیخ عبدالقادر شیا اللہ ۱۳۰ عمل شجرہ زرہ ۱۴۰ عمل دعائے حیدری اور عمل یا مقلب
القلوب۔ ان اسماء اور دعاؤں کو میں نے سالہا سال بار بار عامل کی شرطوں کی ادائیگی اور زکات
کے لئے معمول بنایا اور ان کی روحانیات اور تجلیات سے فیض پایا اور جلالی و جمالی فقاؤں اور
مکروہات کو ترک کیا اور روزہ نہیں چھوڑا اور گوشت نشین رہا اور ملوی روحوں پر غلبہ اور برتری
حاصل کی اور بارہ سال اسی طرح بسر کئے اور ان دعاؤں کے علاوہ حرزیمانی، دعائے بشتنج،
برہمتی، دافعہ قرشیہ، بابت العظمت، عمل چہار شنبہ، حروف تہجی معہ سوکلات، ۹۹ اسمائے
حسنا اور ۳۳ آیتیں برسوں سے ہر وقت ورد میں رکھتا ہوں اور اب کمزوری کی وجہ سے
ان میں سے چند چھوڑ دی ہیں ان کی جگہ ورد کبریت احمر و دلائل الخیرات اور حصن حصین بڑھاتا
ہوں۔ اور سینکڑوں مرتبہ قرآن شریف کا ختم کر چکا ہوں اور تحب نہیں کہ ایک ہزار مرتبہ سے
زیادہ کیا ہو۔ مجھے اس سے دینی اور دنیوی روزی ملی۔ دنیاوی روزی کا اندازہ پانچ سو روپیہ
سالانہ سے کم نہیں اسے اللہ تعالیٰ نے عمل شجرہ زرہ کی برکت سے اپنے خزانہ غیب سے پہنچایا
یہ عمل ۳۵ برس سے میرے اعمال میں شامل ہے کبھی ناغہ نہیں ہوتا میں نے ان سب کی ترکیب
"مجموعہ وظائف" میں لکھ دی ہے جو اس کا اہل ہول سے اجازت عام ہے۔ میں اذکار و اشغال
میں اور مراقبوں میں نو سال کی عمر سے بیس سال کی عمر تک مشغول رہا۔ ذکر جہر سے کلمہ طیبہ اور ذکر
نفی و اثبات بطور چار ضرعی، چھ ماہ خلوت میں سینکڑوں ضرب روزانہ کے حساب سے لاکھوں
مرتبیں لگا چکا ہوں اور علوم کی باریکیوں اور حقیقتوں سے واقف ہوا ہوں جسے میرا دل جانتا
ہے یا میں جانتا ہوں یا پھر میرا دل ہی جانتا ہے۔ نفی و اثبات کا شغل اور اسم ذات سانس
روک کے اور بلا سانس روکے پورا کر چکا ہوں۔ برنغ شیخ کی مشق اور آورد و برد، نزد و برد اور
خسرہ اور شغل در نیم برس کئے ہیں شغل آئینہ اور ملکوت و ملک اور جبروت و لاہوت چار
مقامات شغل اور کئے ہیں اور اسم ذات وغیرہ کے سراقے بھی کئے ہیں۔ جلالی اور جمالی ہر طرح کے عمل کئے ہیں۔
برنغ شیخ سے اس کی آخری سیر تک اپنی مرشدوں کی عنایت کر چکا ہوں اور اب حسن خاتمہ کی تمنا

دل میں ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر ہو، اس کے علاوہ مجھے کوئی فکر نہیں۔ اس تمام دولت اور نعمت کے باوجود میں نو سکھیوں سے بھی بلا بری کا دلوئی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس قابل کر دے کہ میں بندہ ہو جاؤں ابھی تو بندہ کہے جانے کی قابلیت بھی نہیں ہے۔ میں ہر وقت سو رہا ہوں کہ ڈر سے خوفزدہ اور گھبرایا رہتا ہوں کہ ابھی تو سنگ و خنجریر سے بدتر ہوں۔ اللہ ہی توفیق دینے والا اور اللہ پر ہی بھروسہ ہے۔ تمام اذکار و اشغال اور مراقبات جو "کشف القلوب" میں لکھے ہیں وہ اس فقیر کے تجربہ میں آپکے ہیں اب تو میں "لطیفہ غیبی" کا منتظر ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے ایمان پر اٹھائے۔ آمین۔

پہنت سوال نور

کسی دلی کے مزار سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر پہلے فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب

صاحب مزار کو ہدیہ کرے پھر قبلہ کی طرف بیٹھ جائے اور مزار کی طرف منہ کر کے ان کے سینے کے مقابل اپنی مادرِ یاد و زانو آنکھ بند کر کے بیٹھے اور اپنے دل کو ان بزرگ کی روح کے جو آفتاب کی طرح روشن ہے اسے ملنے کرے اور یہ خیال کرے کہ میرا دل ان بزرگ کی روح کے نیچے ہے اور اس سے فیض روحانی نور کے فائے یا سورج کی کرنوں یا بارش کے قطروں یا نسیم سحر کے جھونکوں کی شکل میں منتقل ہو کر میرے دل میں آ رہا ہے اور میرا دل اس روح کی ذاتی صفت لے رہا ہے۔ یہ تصور کر کے خاموش بیٹھ جائے اب شروع ریاضت میں خاموشی کے وقت دوسرے زیارہ آئیں تو اس وقت انہیں دور کرنے کی نیت سے دل کو اللہ اللہ کے شغل میں مصروف رکھے اب کچھ دیر بعد دل میں وہی کیفیت پیدا ہو جائے گی جس کا برزخ شیخ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر وہ روح کسی صاحب نسبت بزرگ کی ہے تو اس کے فیض سے اللہ جل جلالہ کا ذوق و شوق دل کبھر آنا اور سکون پیدا ہوگا۔ اگر ان بزرگ کو زندگی میں دیکھ چکا ہے تو دل کو روح سے ربط دیتے وقت اسی برزخ انسانی کا جو وہ دنیا میں دیکھ چکا ہے، تصور کرے اور اس کے بعد باقی ترکیب بدستور پوری کرے۔ انشاء اللہ فیض حاصل ہوگا۔ اولیاء کرام کے مزارات سے فیض حاصل

کرنے کا یہی طریقہ ہے اور اس کا بہترین وقت عصر اور مغرب کا درمیان وقت ہے یا پھر نماز فجر سے اشراق تک۔ درنہ جو وقت بھی میسر آئے۔

پچھتسوواں نور قبر میں میت پر عذاب یا ثواب پہنچانے کا طریقہ یہ ہے کہ بیٹھنے، آنکھیں بند کرنے اور روح کی طرف اپنا دل متوجہ کرنے میں وہی طریقہ اختیار کرے جو نور ۲۵ میں لکھا گیا ہے پھر کچھ خاموش رہے۔ کچھ دیر بعد اگر دل میں خوشی، مسرت، دل چسپی، فرحت، شگفتگی اور بشارت کے آثار دل میں موجڑ ہوں تو سمجھ لے کہ میت مرحوم و مغفور ہے اور نعمت و عشرت میں خوش اور سرور ہے اور اے کوئی عذاب، وبال یا تکلیف نہیں ہے اور اگر اس کے برخلاف بری کیفیت پیدا ہو اور فرحت و مسرت کے بجائے گھبراہٹ، خوف، ہیبت، دہشت اور تنگ دلی وغیرہ پیدا ہوں تو سمجھ لے کہ میت عذاب میں ہے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ یہ کیفیت کا آغاز ہے آئندہ اسی قاعدہ کی مشق سے عذاب اور ثواب کی تفصیل معلوم ہوگی۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے ایک دو روز میں معلوم ہو جاتا ہے۔ ہماری روح کو ان باتوں کی آگاہی دو جگہ سے ہوتی ہے پہلی جگہ تو خاص مقام برزخ ہے جو روح کا حقیقی مقام اور ٹھکانہ ہے، مگر یہاں سے آگاہی اقطاب کو ہوتی ہے جو اس مقام تک پہنچتے ہیں، ارواح کا دخل نہیں۔ دوسری جگہ عالم مثال ہے جس کا ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ وہاں ثواب یا عذاب برزخی اصلی کا پرتو نظر آتا ہے اور روحیں اس کا مشاہدہ کر کے معلوم کر لیتی ہیں۔ پہلا مقام عقل سے قریب ہے اور دوسرا اس سے کم، اس لئے کہ پہلے مقام والے فرد کامل ہیں، اگر میت کو عذاب میں دیکھے تو کسی سے اس کا ذکر نہ کرے۔ ہاں اگر میت کسی مشہور بد مذہب جماعت والے کی ہو تو اس وقت عذاب کا حال ظاہر کر دینا چاہیے تاکہ دوسرے لوگ ایسوں سے دور دور رہیں۔

سینتیسواں نور وہ انوار جو اذکار و اشغال میں پیدا ہوتے ہیں، کئی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دل کا نور نبی

سائل چاند کی طرح ہوتا ہے۔ وہ نور جو سفید آفتاب کی طرح ہوا اور جو دل میں تجلی ڈالے وہ روح کا نور ہے۔ دل کا نور روح کے نور سے تجلی حاصل کرتا ہے کہ چاند کی روشنی بھی تو سورج ہی سے فیض پاتی ہے۔ وہ نور جو قسبہ کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کا نور ہے اور سالک کی رہنمائی کرتا ہے۔ وہ نور جو دایئیں کا ندھے سے ظاہر ہوتا ہے اچھے کاموں کے لکھنے والے کا نور ہے اور بائیں کا ندھے سے ظاہر ہونے والا نور گناہوں کے لکھنے والے کا نور ہے۔ وہ نور جو دایئیں طرف گزرو گزرنے فاصلے پر نظر آتا ہے، سالک کے مرشد کی روح کا نور ہے جو سالک کو راستہ دکھاتا ہے۔ بائیں طرف ایک دو گز کے فاصلے پر جو نور ہوتا ہے وہ ابلیس لعین کہتا ہے جو سالک کو بہکا تا ہے اور شیطانی نور کے ظاہر ہونے کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ اس کے ظاہر ہونے سے دل میں گھبراہٹ، وحشت اور ڈر پیدا ہوتا ہے اور اس سے نفرت ہوتی ہے۔ وہ نور جو سینہ اور ناف کے سامنے دھویں اور آگ کی شکل میں ہوتا ہے خناس کا نور ہے۔ وہ نور جو کسی غلام طہر سے نہیں ہوتا بلکہ تمام کمزوریوں کو گھیرے ہوتا ہے اور اس کے ظاہر ہونے سے حضور نبی قلب، سرور اور انس پیدا ہوتا ہے اور اطمینان و سکون ظاہر ہوتا ہے اور ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ سالک آپے میں نہیں رہتا اور ذوق و شوق کا غلبہ ہو جاتا ہے، وہ نور کسی مخصوص سمت سے نہیں ہوتا بلکہ ہر سمت برابر ہوتا ہے۔ وہ نور احدی ہے۔ یہی نور سالک کا مقصد ہے اور سالک کو محبوب و مطلوب ہے اور احدی سے لکھے ہوئے تمام انوار سے پہلے نمودار ہوتا ہے جیسے چمکنے والی آسمانی بجلی جو کبھی روشن ہوتی ہے کبھی چھپ جاتی ہے یا پھر کبھی نور احدی شمع و قندیل اور چراغ یا آسمان کے تاروں کی طرح ہوتا ہے۔ عالم مثال کی شروعات میں سالک کی طہارتوں و منو و غسل وغیرہ یا عبادتوں روزہ نماز وغیرہ کا نور ہوتا ہے یا پھر ملاز اعلا کے فرشتوں کا نور ہوتا ہے۔ یہ وہ نور ہیں جو مجاہدہ قادریہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور باقی عمل کے وقت سالک کو خود بخود معلوم ہو جائیں گے۔ ان انوار کو خوب یاد کرے اور محفوظ کرے تاکہ ابلیس لعین کے بہکاوے سے نجات پائے۔

اُتسواں نور سماع کے وقت جو وجد کی حالت طاری ہوتی ہے وہ سننے والوں کی مختلف طبیعتوں کی وجہ سے مختلف حالت میں ہوتی

ہے۔ کسی کو رونا آتا ہے کسی کو ہنسی آتی ہے، کوئی خاموش رہتا ہے کوئی آہ آہ کرتا ہے۔ وجد کے معنی ہیں کہ دل پر جو خوشی یا غم ہو بلا تکلف سامنے آئے اور تواجد کے معنی ہیں کہ آدمی اس قسم کے اسباب پیدا کرے کہ وجدِ اصلی پیدا ہو جائے۔ یہ بھی درست ہے بشرطیکہ خیر کی نیت سے ہو کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ طالب پر اس حالت کے طاری ہونے کے وقت صرف یہ اس کی تعظیم لازمی جانتے ہیں اس لئے کہ دراصل ریاس تجلی کی تعظیم ہے اس شخص کی ذاتی تعظیم نہیں۔ اگر طالب کی یہ حالت مکاری سے ہے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں اور اگر حالتِ اصلی ہے اور کسی نے اس کی تعظیم نہیں کی تو اس کی نسبت سلب ہو جاتی ہے اور اسے بڑا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ بہر صورت تعظیم ضروری ہے اگرچہ وجدِ اصلی نہ ہو کیونکہ دل کی برائیوں کا حال صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ صرف اپنے خیال سے طالب کے وجد کو بے اصل نہ جانے کہ بدگمانی حرام ہے اور طریقت میں اور زیادہ حرام۔ "مسلمانوں سے نیک گمان رہو" اس پر عمل ہونا چاہیے۔

اُتسواں نور ابلیس لعین رات کو ایک بڑے دریا کے بیچ اپنے تخت پر بیٹھا اور اس کی تمام نسل جمع ہوئی اور اپنے اپنے کارنامے بیان کرنے

لگی کہ میں نے فلاں انسان کو چوری پر ابھارا اور فلاں کو زنا پر اور فلاں کو قتل پر، اسی طرح ہر ایک نے اپنی بدکرداری بیان کی۔ ان میں سے کوئی بولا کہ میں نے فلاں طالب علم کو سبق پڑھنے سے روک دیا یا میاں بیوی میں لڑائی کرادی تو یہ سنکر ابلیس اٹھا اور اسے چپٹا کر اپنے پاس بیٹھالیا۔ دوسرے شیطان بولے کہ یہ کون سا ایسا کام تھا جو اُس کی عزت افزائی کی گئی اور ہم نے ایسے بڑے بڑے گناہوں پر انسان کو آمادہ کیا مگر یہیں کوئی عزت نہ دی۔ ابلیس نے کہا تم نہیں جانتے اُس کا یہ کام تم جیسوں کے سیکڑوں کاموں سے بڑھکر ہے آؤ میں تمہیں اسکا راز بتاؤں پھر وہ انہیں ساتھ لے کر ایک عبادت گزار کے دروازے پر گیا اور غور سے گزار

سے کہا کہ میں جبریل ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا ہے کہ میں نے تیری عبادت قبول کر لی میرے پاس چلا آ۔ وہ بے چارہ سیدھا سادا جاہل باس جھوٹی ٹخبر سے خوش ہو گیا۔ ابلیس اس کی آنکھیں بند کر کے پیشاب پاخانہ کے گھوٹے پر لے گیا اور اسے وہاں چھوڑ کر خود غائب ہو گیا۔ اُس کے بعد ابلیس ایک عالم کے دروازے پر پہنچا انہیں آواز دی اور سلام کیا اور کہنے لگا کہ حضرت آپ کا درس دینا اور فتویٰ لکھنا بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوئے اب اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پاس بلا رہا ہے تاکہ آپ کو لباسِ قربت اور عزت سے سرفراز فرمائے اور عزت دے۔ عالم صاحب نے اپنے ہاتھ میں کچھ ہتھیار لیکر اس پر حملہ کیا اور کہا کہ اے بے حیا کیا تو نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معراج نہیں ہو سکتی جبریل یا کر کسی کو نہ لے گئے، تو شیطان ہے کہ مجھے ہلاکت کی طرف بلا رہا ہے یہ کہہ کر لا حول پڑھی شیطان نے اپنی ذریت سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا عالم کا معاملہ جاہل کے مقابلے میں کیسا ہے، اس کے بعد میاں بیوی میں لڑائی والی بات پھیر پھیر کر اس میں بھی بڑی مصلحتیں ہیں پہلی تو یہ کہ اولادِ آدم کی نسل جو ہماری دشمن ہے ختم ہوتی ہے دوسرے جب شہوت کی آگ بجھ کر رہتی ہے اور میاں بیوی میں لڑائی ہے تو وہ ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے لہذا حرام کاری کرینگے اور بھول النسب اولاد پیدا ہوگی اور ترکہ غیر مستحقوں کو پہنچے گا اور رحمت نازل نہیں ہوگی کیونکہ رحمت تو میں حبل سے نازل ہوتی ہے اور آدمی کی خیر و برکت ختم ہوگی اور بھی اسی طرح کے بہت سے فائدے ہیں جو تم نہیں جان سکتے۔ میں (ابو اکسین احمد ندوی) نے یہ حکایت اس لئے لکھی کہ آج کل دو باتیں زیادہ پھیل چکی ہیں پہلی تو یہ کہ لوگ علمِ دین حاصل کرنے کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے بلکہ بالکل نہیں پڑھتے اور دوسرے میاں بیوی میں لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ دینی بھائیوں کو خدا کی مرضی تلاش کرنا چاہیے۔ جو شیطان کے قابو میں آجاتے ہیں وہ صورت میں تو انسان کی طرح ہوتے ہیں مگر سیرت میں گدھے جیسے ہو جاتے ہیں۔

چالیسواں نور انبیاء و اولیاء اور علماء فضلاء اور شہداء و صالحین کے مزارات پر زیارت کو حاضر ہوتے وقت با وضو ہے اور ادب سے جائے اور اسی طرح حاضر ہو جیسے ان کی زندگی میں حاضر ہوتا تھا اور فاتحہ پڑھ کر ان کے وسیلے سے اپنے لئے دعا کرے تاکہ اپنی مراد کو پہنچے۔

اکتالیسواں نور فقیر کو یاد ہے کہ محرم ۱۲۸۰ھ کے شریع میں کانپور میں ایک شخص کو میرے دادا اور مرشد سید شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے سیرالی الشہ ختم ہو گئی اور ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی کبھی ہنستے تھے کبھی روتے تھے۔ ہر وقت شیخ کی صورت ان کے سامنے رہتی تھی اور ان کو تسلی دیتی تھی۔ ایک دوسرے بزرگ سید علی شاہ قادری فتحپوری مرحوم بھی حضرت (شاہ آل رسول) کی توجہ اور تصور میں مصروف تھے اور ان کو حضرت سے جو بے پناہ محبت تھی اس کی وجہ سے اس وقت کے کا ملین میں تھے۔ چونکہ اولیاء اللہ اپنے حال اور کرامات کا چھپانا واجب ہے۔ جہاں تک ممکن ہو ظاہر نہ کریں، مگر مجبور ہونے کی حالت میں چھوٹ ہے۔ اس کے برخلاف انبیاء علیہم السلام پر نبوت کا دعویٰ کرنا اور معجزات کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ اس مسئلہ کے خیال سے اب میں ان صاحب کا واقعہ لکھتا ہوں جس کی سیرالی الشہ ۱۲۸۰ھ میں بمقام کانپور ختم ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ان کی زندگی میں بیان کرنا مناسب نہیں تھا اب وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں لہذا دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے مقام سیرالی الشہ کی کچھ کیفیت لکھتا ہوں جب ان بھائی کی سیرالی الشہ ختم ہو گئی اور سیر فی اللہ شروع ہوئی تو میں نے اس مقام کے ختم ہونے کی کیفیت پوچھی کہ آپ کو کیا معلوم ہوا اور کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا کہ کس طرح بتاؤں؟ میں نے کہا مثالوں کے ذریعہ، بولے کوئی مثال اس کیفیت کے مطابق نہیں ملتی۔ میں نے کہا کہ جس قدر ہو سکے آتا بتائیے۔ وہ بولے اب میرا حال میرے نزدیک ایسا ہے کہ کسی کے دماغ سے کوئی ایسی ضروری چیز نکل جائے جس کی صورت خیال اور حافظہ میں بھی

محفوظ نہ رہے اور غور کرنے کے باوجود یاد نہ آئے۔ اسی طرح میری ذات مع سارے موجودات کے میرے شعور سے دور ہو چکی ہے اور ہر طرف ایک نور ہی نور پھیلا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اسی چیز میں اس میں گم ہیں یہاں تک کہ میری لرح دماغ پر بھی کوئی نقش نہیں ہے اور یہ کیفیت خواب کی طرح بھی نہیں ہے کیونکہ خواب کا واقعہ تو جاگنے کے بعد صرف نظر سے فائدہ ہوتا ہے اور ذہن میں باقی رہتا ہے مگر میری نظر اور ذہن میں خدا کے واحد کی ذات کے سوا کچھ موجود نہیں بس اسی ذات کی محبت پوری طرح دل پر غالب ہے جس طرح بھوکے کو کھانا، پیاسے کو پانی اور عاشق کو معشوق درکار ہوتا ہے کہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا ایسی ہی میری کیفیت ہے اسی لئے کبھی ہنستا ہوں کبھی روتا ہوں اور ایک عجیب طرح کی خوشی چھانی ہوتی ہے جسے میرا دل ہی جانتا ہے کہ ہر وقت امید بڑھتی جاتی ہے جس طرح پیاسا پانی تلاش کرے اور اسے پانی نہ ملے یا پانی مل گیا مگر ابھی پیاسہ نہیں ہے تو بھلا پانی دیکھ کر بھی وہ کیا خوش ہو گا۔ پانی کے سوا وہ کسی دوسری چیز کی طرف رغبت نہ کرے گا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ عاشق کو حالت جدائی میں بغیر کوشش کے لیکر ایک محبوب کا وصل ہو جائے تو اس وقت عاشق کا کیا حال ہو گا۔ غرض یہ کہ میں عجیب حیرت میں ہوں کہ کیا کروں یہاں تک کہ اپنے آپ کو اس کی ذات پر مستربان کر کے خود فنا ہو جاؤں بہر حال میرا حال دیوانے کی طرح ہے اس سے زیادہ کیفیت بیان نہیں کر سکتا کہ یہ ایسی بات ہے جو کہی نہیں جاسکتی۔ ان صاحب نے محرم ۱۲۹۴ھ کے شروع میں سیر الی اللہ شروع کی تھی اور محرم ۱۲۸۰ھ کے شروع میں یہ سیر ختم ہو کر آگاہی ہوئی پھر وہ آخر تک سیر فی اللہ میں ہے اور ماہ محرم الحرام ۱۲۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ خدا مغفرت فرمائے اور اعلیٰ مرتبے بخشے۔ بڑے خوش نصیب بزرگ تھے اس فقیر سے بہت محبت فرماتے تھے اور ملاقات کے وقت ہمیشہ اسی طرح کا تذکرہ کرتے تھے۔ ان کا حال ان کے وصال کے بعد میں نے مختصر طور پر ظاہر کیا ہے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو اتنا بھی نہ کہنے دیتے جب دانہ نہیں چھپ جاتا ہے تبھی باغ کی شادابی کے قابل ہوتا ہے۔

بیالیسواں نور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں دقت میں نے ریاضت شروع کی تو میرے مرشد نے فرمایا تمہاکا اشغال میں جو بھی غیبی کیفیت ظاہر ہو اسے میرے علاوہ کسی سے نہ کہنا کہ کہیں زائل نہ ہو جائے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دن اسم ذات کے شغل میں ایک کیفیت پیدا ہوئی کہ اپنی بھی خبر نہ رہی۔ یہ کیفیت صبح سے ظہر تک مسلسل رہی۔ میں نے خدمت عالی میں عرض کیا تو حضور نے فرمایا ٹھیک ہے اس کو "ہیمان" کہتے ہیں۔ ایک دن شیطانی دوسرے ظاہر ہوا جس کی تفصیل اس وقت یاد نہیں، میں نے خدمت عالی میں عرض کیا فرمایا شیطان دور ہوئے ہے جسے "ولہان" کہا جاتا ہے کسی سے ذکر نہ کرنا کہ کہیں پھر نہ آجائے۔ ایسا ہی ہوا کہ وہ دوسرے پھر کبھی نہیں آیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت شیخ کی برکت سے سب وہم دور ہو گئے۔

تیسرا بیالیسواں نور راہ سلوک میں بارہ عقبات (دشواریاں) ہیں جو سالک کی راہ میں رکاوٹ ڈالتی ہیں۔

(الف) عقبتہ شرک و کفر :- کہ جب تک ایمان نہ لائے اور شرک نہ چھوڑے معرفت کی دولت ہرگز نہیں پاسکتا۔ اس دشواری کا علاج اپنے ہاتھ میں ہے یعنی اسلام قبول کر کے شرک کو چھوڑ دینا۔

(ب) عقبتہ معصیت :- جب تک گناہ سے نہ بچے اور فرماں برداری نہ کرے اس نعمت سے محروم رہے اس دشواری کا علاج بھی اور خالص توبہ ہے۔

(ج) عقبتہ عدم بیعت :- یعنی جب تک کسی شیخ کامل و مکمل کے ہاتھ پر بیعت نہ ہو دولت عرفان حاصل نہیں ہو سکتی۔

(د) عقبتہ والدین :- ماں باپ کی محبت، محنت اور مجاہدہ سے رد کرتی ہے اس دشواری کا علاج یہ ہے کہ والدین کو راضی رکھے اور جس طرح بھی ہمسکے خلیہ مجاہدہ کرے۔

(ه) عقبتہ عدم اطمینان معیشت :- یعنی اگر سالک فکر معاش میں مبتلا ہے

تو دل کس طرح مطمئن ہو کر کسب باطنی میں مصروف ہو سکتا ہے؛ روزی کی پریشانی سے دل بھی پریشان رہتا ہے۔ اس پریشانی کا علاج یہ ہے کہ پہلے کوئی ہنر سیکھے کہ اس کے ذریعہ بقدر ضرورت حلال روزی کمائے یا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے کہ اس پریشانی سے محفوظ رہے۔

(د) عقبہ محبت دنیا :- یعنی عزت دولت اور بیوی بچوں کی محبت کہ ان کی فکر اور حفاظت میں انسان اتنا مصروف رہتا ہے کہ اسے کسی بات کی مدد بدھ نہیں رہتی اس پریشانی کا علاج یہ ہے کہ عزت و مرتبہ اور دنیاوی دولت حاصل کرنے کے بجائے صرف ضروری روزی پر اکتفا کرے، بیوی بچوں کی تیمارداری اور خبرگیری اس طرح کرے کہ ظاہری اعضا اہل و عیال کی خبرگیری میں رہیں اور دل خدا کی طرف لگا رہے۔

(نہ) عقبہ شہوت :- یہ دشواری جوانی میں ایسی غالب ہوتی ہے کہ کسی اور چیز کی پرواہ ہی نہیں ہوتی۔ اس کا علاج یہ ہے اگر ممکن ہو تو نکاح کر لے ورنہ زیادہ تر روزے رکھے اور کھانا تھوڑا کھائے۔

(ح) عقبہ مجاہدات بیقاعدہ :- یعنی اپنی مرضی سے شروع کے مجاہدات بعد میں اور بعد کے مجاہدات شروع میں اور صبح والے شام کو اور شام والے صبح کو بغیر شیخ کی تعلیم کے عمل میں لائے تو ان مجاہدات سے کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا اس پریشانی کا علاج یہ ہے کہ جو کچھ مرشد بتائے اسی پر عمل کریں اور اپنی طرف سے کوئی قدم نہ اٹھائے کیونکہ پیران طریقت اپنے مریدین کی طبیعت سے واقف ہوتے ہیں اس لئے وہ بے قاعدہ اور بے فائدہ علاج کبھی نہیں کریں گے۔

(ط) عقبہ رجوع خلق :- جب بندہ عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتا ہے تو لوگ اس کو دلی سمجھ کر گھیر لیتے ہیں اور اس کے وقت کو خراب کرتے ہیں اور یہ ان کی صحبت میں پڑ کر برباد ہو جاتا ہے۔ اس پریشانی کا علاج یہ ہے کہ یہ سوچے کہ میں اس سے پہلے

کیا تھا جب کوئی میری طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔ اب لوگوں کی رغبت کی وجہ میری اطاعت اور عبادت ہے تو مجھے لازم ہے کہ پوری طرح عبادت اور اطاعت کرتا ہوں اور لوگوں کی بھیڑ کو نہ دیکھوں۔

(۱) عقبہ خود بینی و غرور و تکبر۔ یہ عبادت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس پریشانی کو دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ تصور کرے کہ میں اس سے پہلے مشیت خاک اور ناپاک پانی کا قطرہ تھا یعنی کچھ نہیں تھا اور اب اطاعت و عبادت سے مجھے یہ بلند مرتبہ حاصل ہوا اس لئے بہتر ہی ہے کہ میں اطاعت اور عبادت کی کثرت کروں اور خدا کی عنایت کا شکر ادا کروں۔ یہ نہیں کہ غرور اور گھمنڈ میں گرفتار ہو جاؤں جو بربادی کا سبب ہے۔

(۲) عقبہ کشف و کرامات :- جب مالک مقام ملکوت میں ترقی کرتا ہے تو اس سے کشف و کرامات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ یہ کم عقل سمجھتا ہے کہ میں کامل ہو گیا اور مجاہدات کو بیکار کر بیٹھتا ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ ابھی دینی دور ہے۔ ابھی ولایت کہاں ولایت کے دروازے تک نہیں پہنچا ہوں۔ اس پریشانی کو دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ تصور کرے کہ یہ حالت عارضی ہے جو ملکوت کے مشاہدہ سے حاصل ہوئی ہے اور ملک ملکوت میں اصل مقصد نہیں ہے۔ مجھے تو اصل مراد کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، بچوں کی طرح اس تماشا گاہ میں نہ ٹھہرنا چاہیے۔

(۳) عقبہ ابلیس لعین :- یہ سب پریشانیوں سے بڑی پریشانی ہے بلکہ ساری پریشانیوں کی جڑ ہے جو ابلیس میں مالک کو بلندی سے جہنم کی گہرائی میں پہنچا دیتی ہے اور زندگی کو دوسری میں بدل دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔ اس پریشانی کا علاج صرف یہی ہے کہ اپنے مرشدان کرام سے مدد چاہے اور خدا سے جل شانہ کی بے پناہ قوت و طاقت کی پناہ مانگے۔

چو الیسواں نور اگر کسی شخص کا بہت زیادہ ذکر کرنے سے باوجود صوفیا کرام جیسا حال نہ ہو تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں کہ خوش

قسمتی صرف اس بات پر منحصر نہیں جب دل ذکر کے نور سے روشن ہو گیا تو وہ خوش قسمت بن گیا۔ جو کچھ اس جہاں میں ظاہر نہیں ہوا وہ موت کے بعد ظاہر ہو گا۔ اُسے چاہئے کہ ہمیشہ ذکر کرتا رہے اور اپنا دل قلم سے لگاتے رکھے اور کبھی غافل نہ ہو کہ لگاتار ذکر کرنے سے قرب الہی نصیب ہوتا ہے

سوال نور :- وہ کون سی نماز و تلاوت ہے جو ذکر و شغل میں داخل ہے اور مسلسل ذکر و شغل سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے؟

جواب :- وہ نماز و تلاوت جو حضور قلب سے ہو اور اگر دو دن حضور قلب سے ادا ہوں تو کسی ذکر و شغل کی حاجت نہ ہے صرف صفائی قلب کی وجہ سے وہی نماز و تلاوت کافی ہے حضور قلب کے بغیر ذکر و شغل بھی کچھ نہیں ہے کہ اس سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

چھالیسواں سوال نور جان لو کہ جسم میں کچھ مقامات ہیں جن میں سے ہر ایک حقائق و دقائق و سرائز کے ذکر و کشف کی ان ضربوں کا ٹھکانہ ہے جو اسی پر موقوف ہیں۔ ان میں سے پہلا قلب صنوبری ہے اور وہ گوشت کا ایک لوتھر ہے جو سینے کے الٹی طرف ہوتا ہے اور وہی روح کی اصل سواری ہے اور دوسرا قلب صدوری ہے اور وہ دماغ ہے۔ تیسرا نیلوفر ہے اور وہ ناف ہے تو اکثر ذکر کی ابتدا اس کی بائیں طرف سے کی جاتی ہے پھر اس کو دماغ تک چڑھا کر قلب تک اتارا جاتا ہے۔ اس کی ضرب اس پر لگائی جاتی ہے تو ملک و ملکوت اور جبروت و لاہوت کی چیزوں کی حقیقتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں :-

سیسواں سوال نور ذکر و شغل و مراقبہ ذکر سے مراد زبان کا فعل اور شغل سے مراد قلب کا فعل ہے۔ مراقبہ کسی چیز کے تصور کرنے اور اس کے خیال، ماندھنے کو کہتے ہیں :-

اگر تالیسواں نور کے سوا کچھ نہ مانگے، مجھے حیرت ہے کہ تو اس کا ہو کر اس سے غیر کو طلب کرتا ہے، جب خدا ہی بندہ کا ہو جائے گا تو ساری مخلوق اس کے حکم کو مانے گی جس کو خدا مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا۔ دوسرا جو کچھ بولے ادب سے بولے، زبان سے کوئی بے ادبی کی بات نہ نکلے کہ خدا اور محبوبان خدا کی تعظیم ہی ایمان ہے، تیسرا اپنے نفس کو خدا کی نعمتیں ظاہر کرنے سے بچائے یعنی قرب الہی سے جو مرتبہ فرائض اور نوافل کے ذریعہ حاصل ہو اس کو ظاہر نہ کرے بلکہ اس طرح پوشیدہ رکھے جیسے اس کا علم ہی نہیں رکھتا، چوتھا جس طرح حق تعالیٰ کی ذات کو اپنے ظاہری اور باطنی حال سے باخبر سمجھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطائے الہی ویسا ہی سمجھے تاکہ کوئی بات اور کوئی کام اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں نہ ہو۔ اپنے شیخ کو جو اللہ کی غنایت کا مظہر اور حضرات انبیاء علیہم السلام کا نائب ہے اپنے احوال کا اذنا دینا سمجھے تاکہ شیخ کے احکام کے خلاف نہ ہو۔ ان سب سے حیا پیدا ہوتی ہے اور حیا مکمل نیکی ہے۔ پانچواں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو عبادت، عادات، افعال و اقوال تمام حالات میں اپنے اوپر لازم قرار دے کر پورا کرے، چھٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے مقبولوں جیسے سادات کرام، مشائخ اور علماء اہل سنت کو حضور علیہ السلام کا وارث جان کر ان کی تعظیم و توقیر کرنے میں لگا رہے کبھی کسی طرح کسی حال میں ان حضرات کی توہین گوارہ نہ کرے، ساتواں اپنے پیر کو اپنے حق میں زلمے کے تمام پیروں سے فضل سمجھے اور اس کے حکم کو اپنے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تبلیغ شمار کرے اور پیر کے کسی قول و فعل کو حقیر نہ جانے اگر پیر کی کوئی بات اپنی عقل میں نہ آئے تو اسے اپنی ہی غلطی سمجھے، آٹھواں مرید کو چاہئے کہ اپنے اختیار کو اپنے مرشد ہی کے پیر دکر دے، پیر کے سامنے اس مردے کی طرح ہو جائے جو غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور ظاہر و باطن کا کوئی کام مرشد کے حکم کے بغیر نہ کرے۔ ہر کام میں جتنی اجازت

مرشد نے دی جو اس سے کم یا زیادہ نہ کرے کہ مرشد اپنے مرید کے حال سے واقف ہوتا ہے اور مرید کو خطروں اور دوسو سوں سے بچاتا ہے۔ خراب مادوں کو نکال باہر کرنا بھی مرشد کے اختیار میں ہوتا ہے۔ مرید کو اس بات کا یقین رکھنا چاہئے کہ مرشد ان کرام کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا یدِ قدرت ہے! لہٰذا جب کبھی تجلیات کے غلبہ سے باطنی جوش ابھرے جو عقل و دہم سے باہر ہے تو اپنے مقام کو نہ بھولے اور بزرگوں کی برابری نہ کرے۔ بہتر تو یہ ہے کہ اپنے کو ساری مخلوقات سے کم تر جانے یہاں تک کہ کتے اور سوسے بھی زیادہ ذلیل و خوار سمجھے اور یہ کمال انسانی کا وہ مرتبہ ہے جو امدادِ الہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سلطنتِ عظمیٰ اور خلافتِ کبریٰ اور خطابِ لولاک لما خلقت الدنیا (اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا) حاصل ہونے کے باوجود بھی بارگاہِ الہی میں مناجات فرماتے کہ یا اللہ مجھے مسکین رکھ کر زندہ رکھ اور بحالتِ مسکینی ہی موت دے اور گروہِ مساکین کے ساتھ ہی میرا حشر فرما۔ اسی سے اندازہ لگا لو کہ عاجزی کا مرتبہ کس قدر بلند و بالا ہے خلاصہ یہ ہے کہ سارے کاموں اور تمام اوقات میں اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا چاہیے اور کسی جگہ بھی غرور اور گھمنڈ ظاہر نہ کرنا چاہئے کہ یہ نفس کے ہرکانے سے ہوتا ہے جو دل اور روح کی ہلاکت کا سبب ہے، دسواں ظاہر ہیں خلق کے ساتھ ہے اور باطن میں ان سے دور رہ کر حق کے ساتھ رغبت رکھے، گیارہواں خلق سے تنہائی اور اپنے آپ سے گوشہ نشینی اختیار کرے یعنی خلق سے دور رہ کر اور اپنے آپ سے غرور کو اس طرح دور کرے کہ دسواں جو اس (پانچ ظاہری اور پانچ باطنی) کو جمع کر سکے۔ یہ سب تدبیریں کرنے سے دل کو سکون ملتے ہے پریشانی دور ہوتی ہے اور خدا سے واصل ہونے کے لئے مناسب ہے۔ بارہواں کھانے پینے، سونے اور بولنے میں جتنی بھی ہو سکے کمی کر دے کہ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔ پہلے کے بزرگوں نے عرصہ دراز تک کھانے پینے سے ترکِ تعلّق کر لیا تھا یہاں تک کہ نور باطن اور روحانی قوت کو ترقی دیکر فرشتہ صفت ہو گئے اور کھانے پینے کی ضرورت نہ رہی مگر سنت پر عمل

کرنے اور اپنے بندہ ہونے کے انحراف کو ظاہر کرنے کے لئے کچھ غذائے لیا کرتے تھے۔
 سلوک کے یہ بارہ آداب جو مختصر طور سے لکھے گئے ہیں، سالک کے لئے کافی ہیں، زیادہ
 ترمذی کے حکم کے مطابق عمل کرے تاکہ منزل مقصود تک پہنچے۔ ان جملہ آداب میں سے حسن ادب
 اور سچی خفیت کے ساتھ مرشد کی صحبت زیادہ فائدہ مند اور بہتر ہے اس لئے کہ مرشد کی خدمت
 میں حاضر رہنے سے ہزاروں دشواریاں اور لاکھوں رکاوٹیں ایک ہی مجلس میں دور ہو جاتی ہیں۔
انچاسواں نور فنا کے تین درجے ہیں جب تک تم ان کو حاصل نہ کرو گے سلوک
 میں کامیابی نہ ملے گی پہلا درجہ فنا فی الشیخ کا ہے یعنی اپنے
 مرشد کے تصور میں اپنے کو اس قدر محو کرے کہ اپنے نفس کو مرشد سے الگ نہ سمجھے اور اپنے اعضائے
 جسم سے جو حرکات و سکنات ظاہر ہوں تو سمجھے کہ یہ شیخ کے اعضاء ہیں اور یہ حرکت و سکون مرشد
 ہی کے افعال و اختیارات سے ہے اور اپنے آپ کو قطعاً موجود ہی نہ سمجھے نہ بطور حقیقت نہ بطور تصور
 دوسرا درجہ فنا فی الرسول کا ہے۔ فنا فی الشیخ والے مضمون کو حضور سرور عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے لئے سمجھے اور اپنے وجود کو ہرگز وہم و گمان میں بھی نہ لے لے تو فنا فی الرسول
 حاصل ہو جائے گی اس لئے کہ مرید اپنے شیخ میں فانی ہو گیا اور شیخ ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 میں فانی ہے تو اس طرح فنا فی الرسول بہ آسانی حاصل ہو جائے گی۔ تیسرا درجہ فنا فی اللہ
 کا ہے۔ یہ فنا جب اپنی حد تک پہنچ جاتی ہے تو بقا کی ابتدا ہوتی ہے۔ جب یہ فنا حضرت جنید علیہ
 الرحمہ کو حاصل ہوئی تو فرمایا کہ چالیس سال سے میں خدا سے باتیں کرتا ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ
 ان سے کلام کر رہا ہوں۔ اس قسم کے بہت سے اقوال بزرگوں سے منقول ہیں۔ یہ فنا حاصل ہو جانے
 کے بعد سالک موعود بالذات ہو جاتا ہے کہ شرک و جود بھی باقی نہیں رہتا۔

پچاسواں نور عارفین کے قلوب سجدوں کے حکم میں ہیں جیسا کہ مولا نادر دہلوی علیہ
 الرحمہ نے فرمایا کہ نادان لوگ سجد کی تعظیم کرتے ہیں، یہ اہل دل
 حضرات پر ظلم ہے۔ سجد تو اولیاء کرام کے دل کے اندر ہے، یہ وہ سجدہ گاہ ہے جہاں خداوند

ہمارے شیخ (شاہ آل رسول) کے معمولات میں تھا کہ حدیث
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جمعہ کی رات اور جمعہ کے

اکیا ونواں نور

دن میں ایک ایک بار سورہ کہف تلاوت فرماتے تھے اور عشا کے بعد آرام فرمانے سے پہلے
 سحاحات ستر سورہ حدید، سورہ حشر نصف، سورہ جمعہ، سورہ تغابن، سورہ اعلیٰ، سورہ التہ
 سجدہ، سورہ ملک، سورہ بنی اسرائیل اور سورہ زمر تلاوت فرماتے تھے اور زیادہ تر اوراد
 ماثورہ اور حصن حصین میں جو منگل کے دن چھٹی منزل لکھی ہے اس کو پڑھا کرتے تھے اور خاص طور
 سے سُبْحَانَ اللّٰہ و بِحَمْدِہ پڑھا کرتے تھے۔ جمعہ کی صبح پہلی اور دوسری رکعت میں
 سورہ الاحر سجدہ پڑھا کرتے تھے اور اکثر وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد
 سورہ اعلیٰ اور سورہ کافرون اور تیسری میں سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے اور وتر
 کے بعد دو نفل ادا فرماتے جس کی پہلی رکعت میں سورہ اذا زلزلت الارض اور دوسری
 میں سورہ کافرون اور رات کو سوتے وقت سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص
 پڑھنا حضرت کا معمول تھا کہ پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے پھر سو جایا کرتے تھے پھر گفتگو نہ
 فرماتے اور تہجد کے وقت جاگ جاتے تھے۔

ربیع الاول شریف ۱۲۶۷ھ کی سترہویں رات کو مرشد اعلیٰ
 سیدنا آل احمد عرف اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باونواں نور

کی فاتحہ سے فارغ ہو کر سیسہ داوا اور مرشد سیدنا شاہ آل رسول احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 مجھے مانتھ لیس کر سجادہ کے مقام پر تشریف لائے میری عمر اس وقت بارہ برس تھی، سجادہ پر تشریف
 لا کر مجھے مسند طریقت پر چار زانو بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت نے خود میرے سامنے
 وہ زانو بیٹھ کر ایک روپیہ بطور نذرانہ پیش فرمایا اور کہا کہ مبارک ہو۔ کم عمر ہونے کی وجہ سے
 میں اس راز کو نہ سمجھ سکا۔ روپیہ کو کمر بند میں رکھ کر بڑے دالان میں آرام کرنے کے لئے آگیا۔
 صبح کو جب اٹھا تو میں نے اپنی دادی جان سے عرض کیا کہ گزشتہ رات دادا اور مرشد

نے مکان سجادگی میں ایک روپیہ نذر فرمایا تھا وہ روپیہ نہیں مل رہا۔ دادی جان نے میری دودھ پلائی ماں کو تلاش کرنے کا حکم دیا وہ بہت ڈھونڈا گیا مگر نہ ملا۔ اس کے بعد جب بیس برس یا اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا تو حضرت نے ایک دن تنہائی میں وصیت فرمائی کہ اگر میرے پاس مریدین و متوسلین باادب بیٹھے ہوں تو اس وقت ایک طرف بیٹھنا چاہئے۔ اس وصیت کو کئی بار دہرایا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا فرمایا تھا اور نذر کے غائب ہو جانے کا راز یوں کھلا کہ دنیا کی دولت ہاتھ آتی ہے اور جلد چلی جاتی ہے باقی نہیں رہتی دنیا کی دولت جمع کرنے کی لزمت نہیں آتی اور نہ کبھی ضرورت ہی پیش آتی ہے۔ یا اللہ ہمیں اپنے کرم سے دنیا و مافیہا سے محفوظ رکھ۔

پانچواں لمحہ

مسائل فقہیہ کے بیان میں

پہلا نور

صرف ایک شخص کی خبر کا یقین نہ کرو اگرچہ وہ عادل ہی کیوں نہ ہو کیونکہ شریعت مطہرہ میں دو عداں گواہوں سے کم کی گواہی معتبر نہیں۔ اگر کوئی اللہ کا دلی بھی گواہی دے کہ زید کے عمر پر اتنے دامن باقی ہیں تو قاضی کو صرف اسی گواہی پر فیصلہ کر دینا جائز نہیں اگرچہ اس دلی کی سچائی کا دل کو یقین ہے۔ ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ ایک دن حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ حکم ابن عاص کا قصو میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے معاف کرادیا تھا اب میں چاہتا ہوں کہ اس کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت مل جائے۔ صدیق اکبر نے جواب میں فرمایا کہ آپ کے انصاف اور سچائی کا مجھے پورا یقین ہے لیکن قانون شریعت کے مطابق دوسری گواہی درکار ہے۔ عثمان غنی نے یہ عذر صحیح سنا اور خاموش ہو گئے۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو وہی درخواست سیدنا عثمان غنی نے پھر پیش کی اور پھر وہی جواب ملا۔ پھر جب خود سیدنا عثمان غنی کا دور خلافت آیا تو حکم بن عاص کو بلایا اور مدینہ منورہ میں آنے کی اجازت دے دی یہ اس لئے کہ وہ خود حکم کو معاف کراچکے تھے لہذا علم الیقین تھا اور گواہی کی کوئی ضرورت نہیں تھی تو کچھ لو کہ مختلف مند کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔

دوسرا نور

فاسق معتن کو پہلے سلام نہ کرے اور اس کے ساتھ نہ بیٹھے اور اس سے بات نہ کرے نہ اس سے رشتہ کرے اور اس کو اپنے سے دور رکھو چاہے وہ تمہارا عزیز ہی کیوں نہ ہو کہ یہ شریعت کا حکم ہے۔ افسوس کہ تو روزانہ ترک نماز میں پڑھتا ہے و نخلع و نترک من یجوزک (اور ہم چھوڑتے ہیں اور ترک تعلق کرتے ہیں اس سے جو تیرا فرمان ہے) اور پھر بھی غسل نہیں کرتا تو کیا روزانہ اپنے مالک کے سامنے جھوٹ بولنے کو آسان سمجھتا ہے۔ ارے بھائی اگر تم غسل کر دو گے تو جھوٹ سے محفوظ رہو ورنہ تم گمراہ ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ دوسرے تو اپنے برابر والوں سے جھوٹ بولتے ہیں اور تم خدا سے جھوٹ بولنا گوارہ کرتے ہو۔ تمہارے قول اور فعل میں کتنا فرق ہے۔ ہر کام اپنی طاقت کے مطابق کرو اگر تمہیں قدرت ہے تو فاسقوں کو نصیحت کرو اور جس قدر ممکن ہو ڈانٹ ڈپٹ کرو اور اگر یہ بھی ممکن نہیں تو انہیں اپنے دل سے گرا کر تعلقات ختم کر لو اور یہ ایمان کا کتر درجہ ہے۔

تیسرا نور

وضو کرتے وقت منہ اور ناک کو خوب صاف دپاک کرے اور پانچوں وقت مسواک کرے کہ میل اور بدبودور ہو جائے اور یہ سنت ہے کہ فرشتے پاکیزہ منہ سے محبت کرتے ہیں ورنہ وہ اور دوسرے انسان گندے منہ سے تکلیف پاتے اور نفرت کرتے ہیں۔

چوتھا نور

کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس گھر والوں کو سلام کرے آنے کی اجازت لے لو۔ اگر اپنا بھی گھر ہو تو اس میں اس طرح داخل ہو کہ گھر والے تمہاری آمد سے باخبر ہو جائیں پس اتنا کافی ہے۔ اس حکم میں بہت سے فائدے ہیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ گھر والے کس حال میں ہیں ہو سکتا ہے کہ اس وقت کوئی غسل کر رہا ہو یا کوئی بے پردہ بیٹھا ہو اور قرآن مجید میں بھی ہے یا ایہا الذی آمنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اہلہا ذالکم خیر لکم

لعلم تذکرون (اے ایمان والو اپنے گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے
لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔)

پانچواں نور
ماں باپ استاد اور پیر کو ان کے نام لے کر پکارنا بے
ادبی ہے۔ اسی طرح بیوی کو بھی اپنے شوہر کا نام لیکر پکارنا
ہمارے شہروں کے رواج کے مطابق شوہر کو بھی اپنی بیوی کا نام لیکر پکارنا بے حیاتی
سمجھا جاتا ہے اور ایسے کاموں میں رسم کی پابندی چھوڑی نہیں جاسکتی۔

چھٹا نور
ایسا مذاق نہ کرو جو فضول، بے ہودہ، بیکار اور بے فائدہ ہو غرض
طور سے ایسا مذاق ہرگز نہ کرو جس میں جھوٹ، تہمت، کسی
کی تکلیف رسانی اور بدتمیزی پائی جاتے۔ یہ حرام ہے لیکن ایسا مذاق جو کمزورتی، شرعیہ
سے پاک ہو کبھی کبھی اپنے دوستوں کا دل اور اپنی طبیعت خوش کرنے کے لئے ہو تو اس میں
حرج نہیں، مباح و جائز ہے مگر اس کی عادت نہ ڈالنے کے ہرل اور بے ہودہ گوئی سے
رعب و وقار کو ٹھیس لگتی ہے۔

ساتواں نور
واضح ہو کہ ہنسی تین طرح کی ہوتی ہے۔ ۱۔ تبسم، ۲۔ ضحک
اور ۳۔ قہقہہ۔ تبسم وہ ہے کہ نہ خود آواز سننے اور نہ دوسرا
بلکہ ہونٹوں میں ایک خفیف سی حرکت ہو جس سے دانتوں کی سپیدی چمک جائے، ضحک
وہ ہے کہ جس کی آواز صرف ہنسنے والا ہی سنے دوسرا نہ سن پائے۔ قہقہہ وہ ہے جس کی آواز
ہنسنے والا بھی سنے اور دوسرے بھی سنیں یہاں تک کہ پاس پڑوس والے بھی سنیں تو تبسم جائز
بلکہ سنوں ہے اور قہقہہ مکروہ ہے اور ضحک سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں
ہے کثرة الضحک یمیت القلب (ہنسی کی کثرت دل کی موت ہے)۔

آٹھواں نور
جو کچھ قرآن سے حفظ کیا ہے اس کو یاد رکھے ورنہ قیامت
کے دن اندھا اٹھے گا۔ قرآن بھول جانا بڑا گناہ ہے۔

نواں نور

واضح ہو کہ سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے پہلا سجدہ عبادت
دوسرا سجدہ تحیت یعنی سجدہ تعظیم و تکریم جو کسی کی بزرگی اور
بڑائی کے لئے بغیر عبادت کی نیت کے ہوتا ہے جیسا سیدنا یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین
اور بھائیوں نے کیا تھا یا وہ سجدہ جو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیا تھا لیکن
اب یہ شریعت محمدیہ میں حرام ہو گیا ہے۔ اسی طرح بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی چیز کا طواف
حرام ہے مگر یہ کہ یہ چیزیں بے خودی و بے ہوشی کی حالت میں واقع ہوں یعنی کسی پر کسی کی
ملاقات سے دفور شوق میں اضطرابی کیفیت طاری ہو جائے کہ ہوش ہی میں نہ رہے اور اس
حالت میں وہ سجدہ تحیت کر لے یا طواف کرے تو بے اختیار ہو جانے کی وجہ سے
مواخذہ نہ ہوگا جیسے دیوانوں کے افعال پر گرفت نہیں ہوتی۔ بادشاہ اس سے خرچ نہیں
لیتا جو برباد ہو جاتا ہے۔

دسواں نور

قرآن مجید جمع میں آہستہ آہستہ پڑھو خصوصاً اس وقت
جب سننے والے متوجہ نہ ہوں اور آیہ کریمہ واذا قرأت

القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم تفلحون سے ناواقف ہوں یا
غفلت میں ہوں یا جان بوجھ کر غفلت میں پڑے ہوں یا دنیا کی باتوں میں مشغول ہوں۔
اس صورت میں پڑھنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار ہوں گے لیکن قرآن مجید کو
سیکھنے سکھانے یا حفظ کرنے کی غرض سے، خصوصاً بچوں کو زور زور سے پڑھانے
میں حرج نہیں۔ تلاوت کرنے میں جہاں تک ممکن ہو احتیاط برتے۔ ایسے لوگوں سے
دور بیٹھے جن کے بارے میں قرآن ارشاد فرماتا ہے اولئک کا لانعام بل هم اضل
(وہ لوگ چوپالیوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ)۔ تنہائی میں بیٹھ کر پوسے ادب و
احترام کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔

گیارہواں نور

مشک مردوں اور غوثوں، کافر مردوں اور غوثوں اور فاسق معتن مردوں اور غوثوں اور ان عیسوں کی تعریف اور بھائی نہ کرے۔ جیسی کہ بے پروا جاہلوں کی عادت ہے کہ سماع حرام سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے کیا خوب قوالی سنی اور طوائف کی آواز بہت اچھی تھی اور بہتر گانے والی تھی۔ بعض بے حیا تو سبحان اللہ وغیرہ بھی شامل کر لیتے ہیں جو حد کفر تک پہنچتے ہیں اس گندی حرکت سے جو حرام ہے تو بے کرنا چاہتے اور معاذ اللہ بعض جگہ تو کفر کا اندیشہ ہے۔ ایسے نالائقوں کو برا کہنا چاہئے اور اپنی طاقت کے مطابق انہیں ان کے منہ پر ڈانٹنا چاہئے کہ شاید وہ شرمندہ ہوں مگر ان کے سامنے انہیں برا بھلا نہیں کہہ سکتے تو ان کے پیچھے کریں، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل میں کریں کہ یہ سب سے کم تردد جبہ ہے۔ اگر یہ بھی نہ کیا تو خود کا بھی انہیں نالائقوں کے گروہ میں شمار ہوگا اور انہیں کے ساتھ حشر ہوگا۔ اس سے خدا اپنی پناہ میں رکھے۔

بارہواں نور

اپنے نسب کو چھپانا اور دوسروں کے ساتھ نسبت گنہایت سخت ممنوع ہے۔ کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھو کیسی دشمن شیطان تجھے تکلیف پہنچانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے تباہ کر دے اور گناہ کبیرہ سے زد کر لے۔ ایک دن ابلیس لعین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے اور میری غلطی معاف فرمائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، حکم ہوا کہ آپ اس مرد دوسے کہیں کہ اب آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کر لے ابلیس نے جب اللہ کا یہ حکم موسیٰ علیہ السلام سے سنا تو پھر اپنی عیبت کی جفاقت کی وجہ سے انکار کر دیا اور بولا کہ اے موسیٰ جب میں نے آدم ہی کو سجدہ نہیں کیا تو اس کی قبر کو کیا کروں گا۔ میں اگرچہ اپنی بدقسمتی سے محروم رہا مگر مجھ پر تمہارا ایک حق ثابت ہو گیا۔ اس لئے تین

باتیں بتاتا ہوں جو تم اپنے امتیوں کو بتا دینا کہ تین موقعوں پر میں (ابلیس) ضرور آجاتا ہوں پہلا جب اجنبی مرد اور اجنبی عورت تنہائی میں ایک جگہ بیٹھیں دوسرا غصہ کے وقت تیسرا کافروں سے جنگ کے وقت تنہائی میں اجنبی مرد عورت پر ایسا غالب آتا ہوں کہ میری گرفت سے چھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے اور شاید ہی کوئی ایسا ہو جو میرے درغلانے سے دنیا میں مبتلا نہ ہو جائے یا زنا کے قریب نہ ہو جائے۔ غصہ کے وقت عقل زائل کر دیتا ہوں باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ سے الگ کر دیتا ہوں یہاں تک کہ مار پیٹ کی کی نوبت آجاتی ہے۔ کافروں سے جنگ کے وقت اس طرح بوی بچوں اور رشتہ داروں کی یاد دلاتا ہوں کہ لوگ بے چین ہو کر گھر بھاگ جاتے ہیں۔

چودھواں نور مسلمان کو کافر کہنا اس کے قتل کر دینے سے بھی زیادہ برا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الا بقاء بہ

احدھما یعنی کفران دونوں میں سے ایک پر ضرور واقع ہو گیا تو اس پر جسے کافر کہا گیا اور اگر وہ کافر نہیں ہے تو وہ کفر کہنے والے پر واقع ہو گا۔ اسی طرح مسلمان کو لعین کہنا بڑا سخت گناہ ہے خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

پندرہواں نور اپنی دو بیویوں کے درمیان انصاف کر دے، ورنہ دوسری بیوی کی خواہش نہ کر دے یہی قطعی حکم ہے۔

سولہواں نور فدا کے حرام کئے ہوئے کو حلال نہ جانا ورنہ کفر کی بلا میں پھنس جاؤ گے کیونکہ جس چیز کا حرام ہونا قطعی اور ضروری ہے اسکو حلال سمجھنا کھلا ہو اکفر ہے۔ گناہ کو حرام سمجھ کر بھی گناہ کرنا گناہ اور گناہ کو حلال سمجھ کر گناہ کرنا دہرا گناہ ہے کہ اس سے آدمی کفر کی طرف چلنے لگتا ہے۔

سترہواں نور سخی گواہی کو چھپانا اول کا گناہ ہے اور چھوٹی گواہی کفر و بت پستی کے ہم پہلو اور اس سے ملی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے لا تکتبوا الشهادة ومن یکتملها فانه اثم قلبه اور نہ فرمایا
فاجتنبوا الاوتان واجتنبوا قول الزور وحفظ الله (گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو
اس کو چھپائے تو بے شک وہ دل کا گناہ گار ہے۔ تو بتوں سے اجتناب کرو اور جھوٹی
بات سے بچو خالص اللہ کے ہو کر)۔

۹۔ شہادت کی ادائیگی قاضی مسلم و عادل کے سامنے واجب
اٹھارہواں نور ہے ورنہ نہیں۔

۱۰۔ نابالغوں اور غیر مکلفوں پر گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اگر ان سے
ان کے دلی کی لاپرواہی یا چشم پوشی یا اجازت سے جو کچھ گنا
سرزد ہوں تو وہ ان کے دلی پر لکھے جاتے ہیں مثلاً اگر کوئی دلی چھوٹے بچے کو شراب
پینے سے باز رکھے یا خود پلائے تو اس صورت میں گناہ بچے پر نہیں بلکہ اس کے دلی پر ہے۔
لہذا اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہئے کیونکہ اس زمانہ میں بے علمی کی وجہ سے اکثر ایسا ہوتا ہے۔ لوگ
سمجھتے ہیں کہ یہ تو بچے ہیں ان کے لئے معافی ہے جو چاہیں کریں روکنا نہیں چاہئے، بلکہ وہ دلی
خود ان بچوں سے گناہ کرتے ہیں مثلاً ناچ گانے کی محفلوں سے بچوں کو نہیں روکتے بلکہ
خوشی سے بچوں کو دہان بھیجتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بچوں پر کوئی گناہ نہیں ملے کیوں روکا جائے۔
اے نادانو اگرچہ یہ بات تو صحیح ہے کہ وہ بچے گناہ گار نہ ہوں گے مگر تمہارے لئے معافی
کہاں ہے آگئی۔ تم تو گنہگار ہو گے۔

۱۱۔ اولاد کی پرورش بالغ ہونے تک باپ پر فرض ہے اس
کے بعد نیکی اور احسان ہے۔

۱۲۔ شریعت مطہرہ نے عورت کو جو سر سے پاؤں تک مستور
(پوشیدہ) ہے، پردہ کا حکم دیا ہے۔ پردہ کی دو قسمیں ہیں

پہلی حجاب دوسری ستر۔ حجاب وہ ہے کہ گھر میں بیٹھے اور پوری طرح نامحرم کی نظر سے دور رہے

رہے۔ ستر وہ ہے کہ چہرہ کی گولائی اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا سارا جسم موٹے کپڑے سے چھپا رہے کہ بال کی نوک کے برابر بھی عورت کا جسم بے پردگی یا کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے ظاہر نہ ہو۔ یہ سلا یعنی حجاب وہ اہلبیت نبوت پر فرض تھا اور تمام مسلمان عورتوں پر مستحب اور دوسرا یعنی ستر وہ تمام آزاد مسلم خواتین پر فرض ہے لیکن علمائے شریعت نے زمانہ کے فساد کی وجہ سے ہر عورت کے لئے حجاب کو لازم قرار دیا ہے۔ ہمارے قرب و جوار کے شہروں میں باعزت اور شریف لوگوں میں یہ طریقہ بہت اچھا ہے کہ عورتوں کو بے پردہ گھڑوں سے نکلنے نہیں دیتے اس کے باوجود لباس اور پردے میں بے پردگی آتی جا رہی ہے جس نے فرماں برداری اور شرم و حیا دونوں کو برباد کر دیا ہے۔ عورتیں اپنے چچا زاد اور بھوپھی زاد اور خالہ زاد اور ماموں زاد بھائیوں، دیور، جیسٹھ، بہنوئیوں وغیرہ سے پردہ نہیں کرتیں۔ یہ سب نامحرم ہیں۔ ان کے سامنے بے پردہ بلکہ بے ستر آتی ہیں۔ چست اور باریک لباس پہنتی ہیں کہ پیٹھ، پیٹ، گلا اور سر کھلا رہتا ہے بلکہ پیٹ، پنڈلیاں، پہنچا، بازو اور گلا کھلا رہے تو اس کی پرداہ بھی نہیں کرتیں، یہ مقامات اکثر بالکل کھل جاتے ہیں۔ پیٹھ اگرچہ کھلی نہیں رکھتیں لیکن باریک لباس ہونے کی وجہ سے پردہ نہیں رہتا۔ دربانوں، نانیوں اور جلاہوں کی عورتیں ان شریفوں کی عورتوں سے اچھی حالت میں رہتی ہیں کہ اگرچہ وہ گھر سے باہر نکلتی ہیں اور بازاروں میں جاتی ہیں لیکن ان کا لباس میلا اور تنگ ہوتا ہے اور چھپانے کے سبب اعضا خوب چھپے رہتے ہیں، ان کا دوپٹہ اور غلال اتنا تنگ نہیں ہوتا کہ سر، پیٹھ اور پیٹ ظاہر ہونے ان کا پانچا مڑھیللا ہوتا ہے کہ پانچہ اوپنچا کرنے سے پنڈلی کھل جاتی اور نہ اتنا چست ہوتا ہے جو بدن سے چپک جاتے اور جسم کا موٹا پایا دبلا ہونا ظاہر ہو جاتے اور ان سے بھی اچھا ان غریب عورتوں کا طریقہ ہے جو خوف الہی رکھتی ہیں اور عزت و وقار والی ہیں۔ ان کا حال ایسا ہے جیسے جسم میں جان اور بدن میں دل نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ جب وہ باہر نکلتی ہیں تو برفع، دستاں اور موزہ پہن لیتی ہیں تو

ان کی نیکی خدا کے لئے ہے اور خدا تعالیٰ ہی ان کو ثواب دیتا ہے۔ ہم خدا سے معافی چاہتے ہیں اور بھلائی مانگتے ہیں۔

سوال نور عورت کو چاہئے کہ اپنی آواز بھی غیر مرد کو نہ سنائے کیونکہ عورت کی صورت اور آواز دونوں پوشیدہ رکھنے کی چیزیں ہیں۔

اس زمانہ میں ہندوستانی عورتیں نامحرموں سے باتیں کرتی ہیں اور بالکل نہیں ڈرتیں۔ اندھے آدمی کے سامنے بلا تکلف آجاتی ہیں۔ میں نے مانا کہ مرد اندھا ہے مگر کیا عورت بھی اندھی ہے جس طرح مرد غیر عورت کو نہیں دیکھ سکتا اسی طرح عورت غیر مرد کو نہیں دیکھ سکتی۔ دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ اسی طرح آواز کا حکم ہے کہ غیر کو اپنی آواز نہیں سنانی چاہئے۔ اگر دونوں اندھے ہوں تو وہاں آواز چھپانا ضروری ہے کہ نامحرم اندھے سے بات نہ کرے۔

سوال نور مسلمان عورت کے لئے حکم ہے کہ جس طرح غیر مردوں سے پردہ کرے اسی طرح کتابیہ، آتش پرست اور کافر عورتوں سے بھی

پردہ کرے جیسا درمختار وغیرہ فقہ کی کتابوں میں صاف صاف لکھا ہے۔ اسی طرح فاحشہ فاجرہ گانے والی عورتوں سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے تاکہ کفر، شرک اور فسق کے اثر سے جو ان کی بری صحبت سے پیدا ہوتا ہے، بچنا ضروری ہے۔ عضو تناسل کے ٹپے مرد اور عورتوں سے بھی پردے کا حکم ہے۔ عورت کو اپنے محرم سے پیٹ، پیٹھ اور ناف سے زانو تک چھپانا فرض ہے باقی اغصنا ظاہر کرنا جائز ہے۔ ننگے سر رہنا اور دوپٹے کا ندھوں پر ڈالے رہنا محرموں کے سامنے جائز ہے لیکن شرم و حیا کا یہ تقاضہ نہیں اور ان کے سامنے سینہ اور پستان ظاہر کرنا اور بھی برا ہے۔ ہندوستانی عورتوں کا یہ طریقہ کتنا اچھا ہے۔ کہ پستان کے چھپانے میں پوری کوشش کرتی ہیں۔ اگر ان کو پیٹھ اور پیٹ چھپانے کی بھی توفیق ہو جائے تو بہت اچھا ہو کہ محرموں سے ان کا چھپانا واجب ہے۔ جہالت تو دیکھو کہ رسم و رواج کی اتنی سختی سے پابند ہیں اور فرض کو کمتر سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر خوب سمجھ لو کہ محرم اس

کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اگر بھر کسی وجہ سے بھی نکاح حلال نہیں ہو سکتا، محرم تین طرح کے ہوتے ہیں پہلا محرم نسبی جیسے باپ بیٹا بھائی بھتیجا یا بھانجہ اور دوسرے محرم رضاعی کہ دودھ کے رشتے کی وجہ سے یہ سب تعلقات رکھتا ہے تیسرے محرم صہری جیسے خسر اور داماد۔ محرم نسبی سے پردہ نہیں کرنا چاہیے کہ ایسا کرنا قطع رحم ہے اور وہ جائز نہیں۔ محرم رضاعی اور محرم صہری سے جوان عورتوں کو ہمارے اس زمانہ میں پردہ کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی سلامتی کا طریقہ ہے، لیکن تا محرموں کے سامنے عورتیں ہرگز ہرگز بے پردہ نہ ہوں کہ یہ دہر قاتل ہے۔

چوبیسواں نور عورت کو دوسرے اجنبیوں کی طرح اپنے پیر طریقت سے بھی پردہ کرنا فرض ہے حالانکہ شیخ باپ کے حکم میں ہوتا ہے مگر یہ

بات اور ہے۔ جس طرح باپ جسم کی پرورش کرتا ہے پیر روح کی پرورش کرتا ہے اور دین میں اس کا احترام سکے باپ کا سا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام احکام میں پیر اور باپ برابر ہوں۔ یہ بے حیائی آج کل اکثر جاہلوں میں رائج ہو گئی ہے اس سے بچنا چاہیے۔ اسی طرح علم ظاہری کے استاد سے بھی پردہ فرض ہے۔

پچیسواں نور وہ جو مشہور ہے لانکھ بین العیدین یعنی دو عیدوں

کے بیچ نکاح نہیں، اس سے مراد نماز عید اور جمعہ ہے یعنی اگر عید الفطر یا عید الاضحیٰ بروز جمعہ واقع ہوں تو نکاح نماز جمعہ سے فارغ ہو کر کرنا چاہئے کیونکہ عید اور جمعہ کے درمیان وقت بہت کم ہوتا ہے، پھر اگر کوئی پوری پھرتی سے یہ کام کر سکے تو کوئی نہ بڑی ممانعت نہیں ہے۔

چھبیسواں نور شعر کہنے میں مرتبہ کا لحاظ رکھے یعنی اشعار کی مثالیں بیان کرنے میں ملائکہ، انبیاء اور اولیاء کی شان میں گستاخی نہ

ہونے پائے جیسے حسن کی تعریف میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن کی خامی اور عیب جوئی یا حکمت کی تعریف میں حضرت لقمان علیہ السلام کی شان میں اعتراض یا ذوالفقار

کی صفت میں یہ کہنا کہ اس سے حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے پر کاٹے گئے یا طب کی تعریف میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنا۔ اشعار میں اس طرح کی مثالیں نہیں ہونا چاہئیں۔ اسی طرح نعتیہ اشعار میں خیال رکھے کہ نعت، حمد کے دہے کو نہ پہنچ جاتے یعنی وہ وصف جو خالق عزوجل کی ذات کے ساتھ خاص ہیں مخلوق کے لئے ثابت نہ کرے جیسے الوہیت، معبودیت، خالقیت وغیرہ اللہ کے وصف ہیں یا صحابہ کرام، اہل بیت اور اولیاء کرام کی منقبت میں انبسیار کرام کی نعت کے مضامین بیان نہ کرے اور دنیا کے بادشاہوں اور امیروں کی تعریف اتنی بڑھا چڑھا کر بیان نہ کرے جو صحابہ کرام اور اہل بیت کی تعریف سے ٹکرا جائے۔ کسی امیر کے مکان اور باغ کی تعریف عرش و کسی اور جنت کے مکانوں اور باغات کی توہین نہ بن جائے۔ اسی طرح وہ اشعار جن کا مضمون بے ہودہ اور بے حیاتی کا ہو اور جس سے شہوت ابھرے، حرام و ممنوع ہے۔ شعروا لکل سماع کا حکم رکھتا ہے جس طرح سماع میں اہلیت ضروری ہے اسی طرح شعر میں بھی، اگر شعر کہنے اور شعر پڑھنے سے کسی کی شہوت جوش مارتی ہو تو ایسے شخص کے حق میں وہ ممنوع ہے۔ حمد، نعت، اولیاء اللہ کی تعریف، کفار کی توہین، بجا اور تذلیل کے اشعار جائز، مباح اور پسندیدہ ہیں۔ ایسے اشعار خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنے ہیں اور ترغیب دیکر کافروں کی مذمت بیان کرائی ہے۔ کسی کی موت پر سوگ منانا اور زینت (بناؤ سنگھار) ترک کرنا یا زیادہ کر دینا تین دن سے زیادہ جائز نہیں سوائے شوہر کی موت کے کہ اس کے لئے بیوی کو حکم ہے کہ چار ماہ دس دن تک اس کے غم میں بیٹھے اور اس مدت میں بناؤ سنگھار نہ کرے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعزیر داری جو ماہ محرم الحرام میں ہندوستانی جاہل کرتے ہیں کہ دس دن تک اور کچھ چالیس دن تک زینت اللہ شادی کی تقریبات ترک کر دیتے ہیں یہ رافضیوں کی نکالی ہوئی بدعت ہے اور ممنوع ہے۔

ہاں ان دنوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو ثواب پہنچانے کے لئے صدقہ اور خیرات کرنا اچھا ہے اور شرعاً مستحب ہے اور صحیح روایات سے ان کے حالات سن کر ان کی مصیبتوں پر افسوس کرنا بھی اہل ذمہ و مباح و مستحب ہے۔ تکلف اور بناوٹی رونا پیٹنا ماتم کرنا، منہ کھسوٹنا، حجامت نہ کرنا، غسل نہ کرنا، کپڑے نہ بدلنا، پان اور کھانا چھوڑ دینا، غورتوں کا چوڑیاں توڑ ڈالنا، سیاہ نیلا اور ہر الباس پہننا یہ سب حرام بدعت اور ممنوع ہے ہاں اگر ان کے مصائب کو یاد کر کے رونا آجالتے تو وہ رحمت و برکات کا سبب ہے۔

اٹھاسواں نور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں کی فاتحہ مال و اولاد میں برکت مقصد پورا ہونے اور مراد حاصل ہونے کے لئے خاص طور سے گیارہ ربیع الثانی کو جائز اور مستحب ہے کہ بزرگان دین کے تجربہ میں آچکی ہے اور اس میں کوئی مانع شرعی نہیں بشرطیکہ محفل ممنوعات شرعیہ جیسے ناچ گانا جھوٹی روایات سے پاک ہو بس یہی درود و کلمہ تلاوت قرآن مجید، سیدنا غوث اعظم کے پاکیزہ حالات اور ذکر و کرامات کا بیان ہو۔ گیارہویں شریف کی ایسی مجلس ہم قادیلوں کا عین ایمان ہے۔ خدا تعالیٰ قادیلوں کو توفیق دے کہ جاری رکھیں۔

اٹھاسواں نور محفل میلاد شریف جس دن بھی چاہیں خصوصاً ربیع الاول شریف کے مہینے میں پہلی سے بارہویں تاریخ تک اور خاص طور سے بارہویں کے دن اور رات میں تمام ممنوعات شرعیہ سے پاک ہو کر منعقد کرنا لاکھوں خیر و برکت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توفیق دے کہ اس راہ میں مردانہ دابر بڑھیں اور محبوب خدا علیہ السلام کی محبت میں جان و مال کی بازی لگائیں۔ ذکر و تلاوت شریفہ کے وقت قیام بھی جائز و درست اور شوق و محبت کی نشانی ہے اور اس نیک کام سے انکار کرنا بد بختی اور سنگ دلی کی علامت ہے۔ یاد رہے اس سے محفوظ رکھو جو اس ذکر خیر کا انکار کرے وہ آیہ خسرو الدنیا و الاخرۃ (اس نے دنیا اور آخرت دونوں میں

نقصان پایا) کا مصداق ہے۔

تیسواں نور

میت پر نوحہ کرنا حرام ہے۔ نوحہ وہ ہے کہ بلند آواز سے روئیں،
سینہ پیشیں۔ بال نوحہ میں ہتھ کھسویں اور میت کی خوبیاں اور طو

طریقے بلند آواز سے بیان کئے جاتیں۔ یہ سب ممنوع اور حرام اور بلائے عظیم ہے۔ ہندوستان
کے کچھ شہروں میں دیکھا گیا کہ ایک خورت جسے نانکھ کہتے ہیں جو دوم اور میراثی کی طرح ہوتی ہے،
وہ آکر بیٹھ جاتی اور اس کے پیچھے میت کے تمام رشتہ دار جمع ہو کر نماز کے مقتدیوں کی طرح
صفوں میں بیٹھ جاتے۔ نانکھ بلند آواز سے میت کے اوصاف جیسے عطا اور سخاوت وغیرہ بیان
کر کے نعرہ لگاتی اور سینہ پیشتی اور اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے تمام اعزہ اور اقارب اسی طرح سینہ
پیشتے اور گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد خاموش ہوتے پھر نانکھ میت کا دوسرا وصف بیان کرتی اور پھر
سب سینہ پیشتے۔ اسی طرح گھنٹوں ہوتا رہتا اور میت کے چالیسویں تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔
چالیسویں کے بعد نانکھ کو میت کے مال میں سے کچھ پیسہ اس سخت محنت کے بدلے دیا جاتا۔

یہ کفر و جہالت کے زمانہ کی سی بدعتِ مذمومہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری پیروی کرنے
والوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ جب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جعفر طیار کی شہادت
کی خبر ملی تو مسجد میں ان کی تعزیت کے لئے نشست فرمائی۔ حضور کے چہرہ انور سے رنج و
طلل کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت جعفر طیار کی گھر والیاں بلند آواز سے رو رہی تھیں کسی نے
آکر یہ بات حضور علیہ السلام کو بتائی۔ فرمایا ان کو رو کواد منع کرو وہ شخص گیا اور پھر واپس آکر بولا
کہ عورتوں نے نہیں مانا۔ فرمایا منع کرو وہ شخص تیسری بار آکر بولا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عورتیں ہم پر غالب آگئیں۔ فرمایا ان کے منہ میں خاک ڈال۔ اب یہ روایت صحت کو پہنچ گئی کہ سرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے اور دوسری دعید (سزا آج
کا دغہ) بھی اس بارے میں آپ کی ہے جس کا ذکر حدیث کی کتابوں میں تفصیل سے ہے۔

اکیسواں نور بیوہ غورتوں کا نکاح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس کو اختیار کرنا چاہئے۔ غورتوں کو ضرورت ہونے کے باوجود بیوہ رکھنا اور نکاح نہ کرنا منکرین ہند کا طریقہ ہے اس پر عمل نہ کریں ورنہ من تشبہ بقوم فہو منہم (جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے) کی حدیث اپنے اوپر لاگو کرتا ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

بیسواں نور بدعتیوں اور گمراہوں سے رشتہ نہ کریں کیونکہ ان کی صحبت میں کھلا ہوا نقصان ہے جو آنے والی نسل میں اثر کسے گا چنانچہ بارہا تجربہ میں آچکا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی صورتوں میں نکاح کے صحیح ہونے میں خلل اور فساد ہوتا ہے اور بہت سے مواقع پر تو نکاح مردود و باطل ہے جیسے خارجی، رافضی اور وہابی اور پٹنری وغیرہ بلکہ شیعہ اور تفیلیوں سے بھی نکاح بہتر نہیں ہے کہ تفصیل رخص میں ہے اور رخص کفر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ اگر اس نصیحت پر عمل نہ کرو گے تو دنیا میں بھی خرابی ہوگی اور بروز حشر بھی خدائے قہار کے سخت عذاب اور حساب میں گرفتار ہو گے۔ خبر شرط ہے۔

تیسواں نور دسویں محرم کی رات اور دن کو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس شریف، بزرگوں کے طریقہ کے مطابق کرنا چاہئے یعنی تمام رات عبادت، قرآن مجید کی تلاوت، حدیث شریف کی تلاوت، کلمہ شریف اور درود شریف پڑھنے میں گزاریں اور اس کا ایصال ثواب شہدا کی ارواح کو کریں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی روح پاک سے فیض حاصل کریں یعنی اپنے دل کو عالم بالا سے متصل کر کے حضور سیدنا امام حسین کی روح پاک سے رابطہ پیدا کریں اور وہ اس طرح کہ آنکھ بند کر کے تصور کریں کہ میرا دل اپنے پیروم شد کے واسطے سے حضور سیدنا امام حسین کی روح پاک سے ملا ہوا ہے

اور سیدنا امام حسین کی روح پاک کا فیض میرے دل میں

marfat.com

پہنچ رہا ہے کہ اس سے باطنی عروج اور ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح پوری رات اسی تصویر میں گزارے اور عاشورہ کی صبح جس قدر میسر ہو ثواب کی نیت سے مسکینوں اور فقیروں کو کھلائے۔ صوفیائے کرام کا طریقہ ہے۔ وہ اس کی برکت سے سال بھر تک قلبی ترقی حاصل کیا کرتے ہیں۔ اس رات کو بدعتوں میں نہیں گزارنا چاہئے کہ تعزیر بنانے اور دین کے خلاف کام کر کے ثواب کی جگہ عذاب میں گرفتار ہوں اور سیدنا امام حسین کی روح پاک کو بیزار کریں۔ ظاہر ہے کہ ایسے خراب کاموں سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے جد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیزار اور ناراض ہوں گے تو پھر ایسے کاموں سے حضرت امام کیسے راضی ہو سکتے ہیں! ذکر و عبادت کے بجائے تمام رات لہو و لعب کرنے، تماشے باجے بجانے، رونے چہنچہنے، سیدہ پیٹنے، بال نوچنے، منہ کھسوٹنے، بناوٹی رونا رونے میں گزار جاتی ہے۔ ان سب سے خدا کا عتاب و عذاب، غیظ و غضب نازل ہوگا اور امام عالی مقام کی روح پاک کو تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

چونتیسواں نور جنات کی امامت انسان کو جائز ہے کیونکہ دونوں مکلف ہیں مگر یہ امامت بہتر نہیں۔ فرشتے کی امامت جنات اور انسان کو فرضوں میں جائز نہیں کیونکہ فرشتہ مکلف نہیں ہے یعنی اس پر نماز فرض نہیں ہے نفل کے حکم میں ہے اور جنات و انسان پر فرض ہے اور وہ جو حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور تھے تو ان دونوں کی غلام سیدنا جبریل علیہ السلام پر بھی فرض تھی اور یہی بہتر ہے جیسا کہ مخطاوی اور ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پننیتسواں نور مباح کاموں میں والدین کی فرماں برداری واجب ہے اور خلاف شرع کاموں میں حرام و ممنوع۔ مثلاً باپ کہتا ہے کہ شراب پی اور نماز نہ پڑھ تو اس حکم میں باپ کی اطاعت نہیں مگر ادب کا تقاضا یہ ہے کہ سختی سے باپ کو جواب نہ دے بلکہ ایسی اچھی تدبیر کرے کہ اس خلاف شرع کام کے کرنے سے اپنے آپ

کو محفوظ رکھے۔ اگر باپ کہے کہ کل تو نفل روزہ نہ رکھنا تو اس کا یہ حکم مان لے کہ نفل روزہ واجب نہیں ہے اور غیر واجب امور میں باپ کے حکم سے ذیر بھی ہو جائے تو اس میں کوئی عوج نہیں ہے۔

مذنی جانوروں کو ایذا دینے سے پہلے مارد جیسے شیر، بھیڑیا،
پچھتیسواں نور ریچھ، سانپ، بکھو، کٹکھناکتا، پستو، جوں وغیرہ، اسی طرح فاسق

جانور جیسے چوہا، کوا، چیل اور بندر کہ ان کا مارنا حرم و احرام میں جائز ہے اور غیر موزی جانوروں کو اگر کھانے کے لئے یا دوا کے لئے یا بیچنے کے لئے مارا جائے تو جائز ہے ورنہ ناجائز، جیسے شکاری صرف تفریح طبع اور دل بہلانے کے لئے تیر بندوق وغیرہ سے شکار کرتے ہیں اور ان کو کھانے یا فروخت کرنے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، ایسا شکار بالاتفاق علما حرام ہے اور اسی طرح اس جانور کا مارنا جو نہ موزی ہو نہ فاسق، نہ اس کا کھانا حلال ہو اور نہ دوا کے لئے ضروری ہو، تو ایسے جانور کا مارنا ممنوع ہے کیونکہ بے فائدہ ہے۔ اسی طرح وہ جانور جو قدرتی چراگاہ کے جانور مشہور ہیں ان کا مارنا ممنوع ہے جس طرح شاہان ظاہری کی چراگاہ کے جانور کا شکار ممنوع ہوتا ہے۔ اگر قدرتی چراگاہ کے جانور کوئی نقصان کرتے ہوں جیسے گیدڑ جو کھیتی کو برباد کر ڈالتے ہیں ان کو جس طرح بھی ممکن ہو دفع کرنا ضروری ہے۔

ذی روح کی تصویر کھینچنا یا اس کے کھینچنے کا حکم دینا مطلقاً
سینتیسواں نور حرام ہے لیکن اپنے پاس یا اپنے گھر میں رکھنا چند شرائط کے ساتھ حرام ہے (الف) جاندار کی تصویر اس کی حیات کی حالت میں ہو یعنی اس کے اعضاء میں کچھ اتنی کمی نہ ہو گئی ہو کہ اس کی سے وہ زندہ نہ سمجھا جائے جیسے صرف چہرہ یا سینے تک یا کمر تک کے ایسے فوٹو رکھنا حرام نہیں کہ اتنے جسم سے زندہ نہیں سمجھا جاتا برخلاف اس کے اگر زانو تک ہو تو حرام ہے کہ پاؤں لگا ہوا زندہ رہ سکتا ہے۔ (ب) تصویر اتنی چھوٹی نہ ہو کہ زمین پر رکھ کر خود کھڑا ہو کر دیکھے تو اعضاء الگ الگ نہ پہچانے جائیں (ج) لوہن اور تذلیل کے لئے نہ رکھی گئی ہو جیسے فرش و تصویریں جو کام والوں کے قدموں سے پا مال ہوتی ہیں۔ جب یہ سب شرطیں جمع

ہو جائیں تو اس تصویر کا رکھنا بھی ناجائز و ممنوع ہو گا چاہے وہ تصویر سایہ دار ہو یا کاغذ پر نقش ہو یا دیوار پر بنی ہو سب ناجائز اور بے برکتی اور فرشتوں کو تکلیف دینے اور رحمت کے فرشتوں کے نہ آنے کا سبب ہیں کہ ایسی جگہ رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ ایسی جگہ نماز ادا کرنا جہاں پیر لکھی گئی شرطوں کے ساتھ جائز کی تصویر نمازی کے سامنے یا سر کے اوپر یا دائیں بائیں یا سجدہ کی جگہ ہو تو مکروہ ہے قبر کے برخلاف کہ نماز کے وقت نمازی کے دو طرف قبر ہونا ممنوع ہے اور اگر پہلو میں ہو تو ممنوع نہیں۔ کتوں کو گھر میں حفاظت کی غرض سے پالنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ورنہ اجر و ثواب میں نقصان کا باعث ہے (یعنی شوقیہ کتابا لانا) رحمت کے فرشتوں کو گھر میں آنے سے روکتا ہے۔ حفاظت کی غرض سے بھی کتابا لنے میں یہ احتیاط رکھے کہ ایک جگہ بندھا رہے۔ سارے مکان میں اس جانور کو نہ چھوڑے کہ جگہ جگہ گھومتا ہے اور کوئی جگہ بھی پاک نہ رہنے دے۔

ارتیسوال نور رہنے کے گھروں میں قبر بنانی چاہئیں کہ یہ انبیاء کرام

علیہم السلام کے خصوصیات میں سے ہے اس لئے کہ وہ موت کے بعد بھی حیات حقیقی اور دنیوی جسم کے ساتھ زندہ ہیں اور زندہ اپنے گھر میں رہا کرتے ہیں۔ دوسری وجہ کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انبیاء کرام کا ترکہ داروں میں تقسیم نہیں ہوتا کیونکہ ترکہ داروں کا تقسیم ہوتا ہے زندوں کا نہیں۔ اسی طرح انبیاء کرام کی ازواج مطہرات کا نکاح باقی رہتا ہے اور ان کے پاکیزہ جسموں کو کھانا زمین پر حرام ہے کہ زمین مودہ جسم کو کھاتی ہے زندہ جسم کو نہیں۔ تو انبیاء کرام کی موت کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص دنیوی زندگی میں سفر کرے تو سفر سے نہ اس کا نکاح ٹوٹے گا نہ اس کا ترکہ قابل تقسیم ہو گا۔ بہر حال انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موتیں اسی طرح کی آئی (ایک آن یا ایک لمحہ کے لئے) وعدہ الہی کو سچا بنانے کے لئے ہوا کرتی ہیں پھر مکان سے منتقل ہونا بھی زیادہ دیر کا نہیں پس اتنا بھوکہ جیسے مسافر سفر کو گیا اور آگیا۔

انسوال نور

میت کو دیں بے قبرستان میں دفن کرنا چاہتے جہاں اسے موت
آتی ہو، گھروں میں دفن نہ کر دے یہ انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے۔

مسلم قبرستانوں سے الگ تنہائی کی جگہ بھی دفن نہ کر دے میت کی غریب الوطنی اور دشت میں اضافہ
ہوگا بلکہ وہاں دفنائیں جہاں اور دوسرے مسلمان دفن ہیں۔ دفن کے لئے اتنا فاصلہ غالباً میل یا دو
میل سے زیادہ نہیں ہوتا جو ہونا بھی چاہئے اور اس سے زیادہ ممنوع ہے۔ اس لئے کہ زیادہ فاصلہ

ہونے سے دفن میں تاخیر ہوگی جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔ میت کی نماز کے لئے جمعہ کے
نمازیوں کے انتظار میں تاخیر کرنا منع ہے۔ علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اگر شہر کے دو قبرستان ہوں

ایک پلادب میں دوسرا کچھم میں تو میت کو وہاں دفن کرنا بہتر ہے جو اس سے قریب ہو کیا تمہیں
معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہیدوں کو احد کے دامن ہی میں دفن فرمادیا۔

اور قریب ہونے کے باوجود مدینہ طیبہ نہیں لے گئے۔ سیدنا عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق رضی

اللہ تعالیٰ عنہما نے مکہ معظمہ کے قریب مقام حبشی میں رحلت فرمائی، لوگوں نے ان کی نعش مبارک

کو فضیلت کی نیت سے مکہ معظمہ میں لا کر سپرد خاک کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جب ان کی زیارت کے لئے تشریف لائیں تو فرمایا کہ خدا کی قسم اگر میں آپ کی موت کے وقت موجود

ہوتی آپ کو دیں دفن کرتی جہاں آپ نے رحلت فرمائی۔ آج کل بہت سے نادانوں نے ایران

کے رافضیوں کا یہ براہین اپنا لیا ہے کہ دفن کی فضیلت یا کسی اور وجہ سے لاش کو تابوت میں رکھ

کر ایک معینہ مدت کے لئے کربلاتے معالیٰ جاکر وہاں کی زمین مبارک میں دفن کر دیتے ہیں اور پھر

وہاں سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ طریقہ بے فائدہ، یہودہ اور خلاف شریعت

مطہر ہے۔ دفن سے پہلے لاش منتقل کرنے کا حکم تو تم سن ہی چکے، دفن کے بعد نقل و حرکت کس

طرح جائز و مباح ہو جائے گی۔ یہ بالانفاق ممنوع ہے۔ یہ شیعہ فرقہ کی نکالی ہوئی بدعت ہے۔

بعض موقعوں پر شرعی ضرورت کی بنا پر شریعت مطہر نے
دفن کے بعد لاش نکالنے کی چھوٹ دی ہے۔ مثلاً میت

چالیسوال نور

کسی کی ہتھیائی ہوئی زمین میں دفن ہے یا کسی نے زمین کو حق شفع میں لے لیا ہو اور قبر کے باقی کھنے پر راضی نہ ہو یا کوئی ظالم کسی کی لاش کو ظلماً وجہاً قبر سے نکال دے، ایسی صورت میں لاش نکال کر دوسری جگہ دفن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ورنہ سخت منکر ہے۔ اگر دفن کرنے والوں کا کچھ مال قبر میں گر گیا اور دفن کے بعد یاد آیا تو قبر کو دوبارہ کھولنا جائز ہے۔ مال نکال کر پھر درجستہ کر دیں چاہے قبر مکمل ہو گئی ہو۔ اگر غلطی سے میت اسلٹ پہلو پر دفن کر دی یا قبور رو نہیں ہے تو جب تک مٹی نہ دی گئی ہو سنت کے مطابق عمل کریں اور دفن کے بعد قبر کھولنا منع ہے۔

اکتالیسواں سوال قبر کی وصیت واجب التعمیل نہیں ہے یعنی اگر کوئی وصیت کرے کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر فلاں جگہ بنانا، تو بہتر یہ ہے کہ وصیت کے مطابق عمل کریں بشرطیکہ کوئی مجبوری نہ ہو اور اگر وصیت کے خلاف عمل نہ کیا تو بھی کچھ حرج نہیں اس لئے کہ اس وصیت پر عمل کرنا واجب نہیں تھا۔

سیالیسواں سوال قبر کچی رکھنا اور اونٹ کے کوہان کی شکل پر بنانا سنت ہے قبر کی لمبائی میت کے قدم کے برابر، چوڑائی نصف قدم کے برابر اور گہرائی قدم کی مقدار رکھیں اور میت کو پیٹھ کے بل نہ لٹائیں بلکہ سیدھے پہلو پر لٹائیں اور اس کی پیٹھ پر مٹی کا پشتہ لگادیں تاکہ ہر پہلو قبور رو ہے۔ یہ طریقہ مسنون ہے جسے ہندوستان نے بالکل ترک کر دیا ہے مگر جسے اللہ چاہے۔ پھر لوگ یہ کرتے ہیں کہ میت کا منہ تو قبیلے کی طرف کرتے ہیں اور سارا جسم پیٹھ کے بل لٹا دیتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ افضل اور مسنون قبر تو وہ ہے جس کی چھت بھی زمین ہو، صندوق نہیں کہ جس کی چھت لکڑی یا پتھر کی ہوتی ہے اور پختہ اینٹ کی تو مکروہ ہے۔ ہمارے مرشد (شاہ آل رسول) کی بھی یہی وصیت تھی لیکن لوگ رواج اور وقت کی مصلحت کی وجہ سے عمل نہیں کرتے۔ لاش کے بغیر قبر بنانا منوع اور اس کی زیارت کرنا حرام ہے۔

تینتالیسواں سوال میرے دادا اور مرشد ماہ محرم الحرام میں شیعہ فرقہ کی بڑوں کی تعزیر داری اور مرثیہ خوانی کے ارکاب سے منع کرتے تھے اور

فرماتے تھے کہ ایک روز میں نے اپنے مرشد حضور اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے دلی میں اپنے استاد محترم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کو دیکھا ہے کہ ماہ محرم الحرام میں دس دن حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کا بیان فرماتے تھے اور دسویں دن صبح سے شہادت یعنی زوال کے وقت تک شہادت کے فضائل بیان کر کے کھانا تقسیم کیا کرتے تھے۔ حضور والا (حضور اچھے میاں رضی اللہ عنہ) نے سکرار شاد فرمایا کہ بہت اچھا اور بہتر کرتے تھے لیکن اگر ان کی کچھ سے ملاقات ہوتی تو میں ان سے کہتا کہ خاص اس مہینے میں ایسا اہتمام مناسب نہیں ہے بس مختصر سے کھانے پر فائقہ کر کے کسی دوسرے مہینے میں ایسا اہتمام وعظ وغیرہ کیا کریں اس لئے کہ اب اس طرح کی غفلیں منعقد کرنا رافضیوں کا طریقہ ہے اور اس ماہ میں زیادہ اہتمام کرنا رافضی کا دردناک کھولنا ہے آنے والی نسل اپنے بزرگوں کے حالات سن کر گمان کر سکتی ہے کہ وہ شیعہ تھے جو تقیہ کہتے ہوئے تھے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے دو فرقے ہیں ایک سنی دوسرا شیعہ اور ان میں کوئی بھی حضرات حسنین کریمین کی شہادت اور فضائل کا انکار نہیں کرتا لہذا ان اطراف میں اس وعظ کے اہتمام کی کوئی ضرورت نہیں ہے البتہ جہاں خارجیوں کا غلبہ ہو وہاں یہ اہتمام ضروری ہے اور خارجی یہاں ہیں نہیں۔ (یہاں تک حضور اچھے میاں کی تقریر ختم ہو گئی) تو میرے دادا حضرت (شاہ آل دہل) نے فرمایا کہ جس تاریخ سے یہ مسئلہ میں نے اپنے مرشد سے خود منا، خود بھی اس قسم کے کاموں کے اہتمام میں احتیاط برتی۔ چونکہ آج کل محرم میں یہ بدعات زیادہ ہوتی ہیں اس لئے اپنی پیروی کرنے والوں کے فائدے کے لئے میں نے بیان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق دے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ میرے دادا پیر (حضور اچھے میاں) نے میرے دادا جان کے علاقے (ماں کی طرف سے موہیلے) بھائی جماسیاں صاحب کے تعزیر کو جو انہوں نے خانقاہ میں بنایا تھا، خانقاہ سے نکال باہر کیا، حالانکہ حضور (اچھے میاں صاحب قدس سرہ) کبھی کوئی بات دہلوی کے ساتھ نہیں فرماتے تھے، لیکن اس وقت غصہ کی شدت میں اپنی داڑھی پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اے جماسی رافضی کو چاہے قبر کھود کر دیکھ لے اگر وہ انسان کے

بجائے سوزہ ہو تو فقیر کو فقیر نہ کہند

چوالیسواں نور

من تشبهه بقوم فهو منهم (جو کسی قوم سے مشابہت کریں وہ انہیں میں سے ہیں) اس حدیث شریف کا معنی سمجھ کر اس پر عمل کرے کہ یہ فتنہ اس زمانے میں بہت رائج ہو گیا ہے اس سے ضرور بچنا چاہیے تیسری جگہ واقع ہوتا ہے جہاں فعل خود ہی خلاف شرع ہو یا یہ شخص کافروں اور ناجوروں کی مشابہت کی نیت سے عمل میں لائے۔ دوسری مشابہت نہیں مثلاً کوئی ایسا کام جو دوسری شریعت میں مباح ہو اگر وہ مشابہت کا کام بلانیت اور بغیر مشابہت کے ارادے کے واقع ہو تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہے کہ وہ تشبیہ میں داخل ہی نہیں ہے مثلاً شلوار (پاجامہ) ایرانیوں کا لباس ہے اور عرب کا قدیم لباس نہیں ہے عرب میں اس کی جگہ تہمدا استعمال کیا جاتا تھا لیکن چونکہ شریعت مطہر نے شلوار کو منع بھی نہیں کیا بلکہ اس کے بارے میں نعم الستور (کیا خوب لباس ہے) آیا ہے تو اگر کوئی شخص شلوار پہنے اور ایرانیوں سے مشابہت بھی ہو جائے پھر بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ شریعت کی مخالفت نہیں ہے۔ اسی سے اندازہ لگائیں۔ وہ جو خلاف شرع ہے چاہے اس کے فعل سے واقع ہو یا نہ ہو اس سے پرہیز ضروری ہے مثلاً سر کے بالوں میں مانگ بائیں طرف نکالنا عیسائیوں کی عادت ہے اور شریعت کا اس بارے میں کوئی حکم نہیں بلکہ سر کے پیچ میں مانگ نکالنے کا حکم ہے تو اگر کوئی شخص بائیں طرف مانگ نکالتا ہے تو ضرور تشبیہ میں داخل ہوگا۔

پینتالیسواں نور

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے جائز ہے جیسا کہ در مختار میں ہے لیکن اگر عورتوں کی طرف سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو ان کو رد کیوں کیونکہ مصلحت سے زیادہ ضروری نساد کا مثالی ہے۔

چھیالیسواں نور

(سوال) وہ کن سا وقت ہے جب انسان شرعاً مکلف نہیں رہتا؟

(جواب) جس وقت عقل بالکل جاتی رہے وہ نہ نہیں۔

سینا لیسوال نور انسان کے علاج کی تین صورتیں ہیں (الف) قطعی و یقینی وہی

قطعی (ج) وہی نہ پہلی صورت کا چھوڑنے والا گنہگار ہوگا دوسری صورت کا چھوڑنے والا نہ گنہگار ہوگا نہ ثواب پائے گا اور تیسری صورت کو چھوڑنے والا ثواب

کا مستحق ہوگا پہلی صورت سے مراد وہ کھانا ہے جو یقینی طور پر تندرست بہنے اور زندگی برقرار رکھنے کے لئے مفید ہے اس کو چھوڑ دینے کی حالت میں گنہگار مرے گا۔ دوسری سے مراد دواؤں

کے ذریعہ علاج ہے کہ اس کا فائدہ قطعی ہے یقینی نہیں، تو اگر علاج نہ کرے تو اس پر کچھ دبا ہوا نہیں جواب طلب نہ ہوگا اور اگر علاج کرے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس صورت میں بھی ثواب نہ

ملے گا کیونکہ یہ بات مباح کے حکم میں ہے لافی فعلہ ثواب ولا فی ترکہ عقاب و عتاب کا حکم نہ اس کے کرنے میں ثواب ہے نہ چھوڑنے میں گناہ) مگر علاج کرنا سنت کی پیروی اور فرمان

نبویؐ کی بجا آؤدی ہے کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا ستاد و عباد اللہ (اے بندگانِ خدا علاج کرو)۔ اس میں اور اسی جیسی اور صورتوں میں اگر نیت کر لی ہوگی تو نیک نیتی پر ثواب پائے گا

جیسا کہ سبھی مباحات کا حال ہے کہ اچھی نیت سے ستم و تحین یا دوسری نیت سے اسارت کے حکم میں آجاتے ہیں وہ نہ اپنی مصل کے اعلیٰ بار سے نہ وہ اپنے ہی ذریعے تیسری یعنی وہی

سے مراد بھڑ پھونک اور جادو منتر کے ذریعہ علاج ہے کہ اس کا فائدہ وہم کا حکم رکھتا ہے جو اس کے کرنے سے توکل ختم ہوتا ہے اور اس کو چھوڑنے سے توکل پر قائم رہتا ہے۔ اسی لئے

اس کو چھوڑنے والا ثواب کا مستحق ہے اس مسئلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اولیت حاصل ہے کہ جب اس مفہوم کی حدیث انھوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو کھڑے ہو کر

فرمان کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی سے اس کا ترک میں نے اپنے اوپر لازم قرار دے لیا۔ اس کے بعد سے دوسروں سے بھی اسی طرح بیان فرماتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سبقت تو عثمانؓ سے ہی حاصل ہے۔ یہ سعادت اپنی قسمت میں تھی اسی

marfat.com

لئے دوسروں پر سبقت لے گئے۔ پھر ہوا جو کچھ ہوتا تھا۔

ارٹالیسواں نور

جاننا چاہئے کہ طلاق خدا کے نزدیک الْبُغْضُ الْأَشْيَاءِ

یعنی ہر چیز سے بدتر ہے اور غلام و کنیز کو آزاد کر دینا اس کی رضا

ہے۔ جہاں تک لکھن ہو مرد اپنی عورت کو طلاق نہ دے، مگر جب بہت مجبوری ہو جائے۔ مرد اور

عورت میں جدائی کی چند وجوہ ہیں (الف) بذریعہ طلاق یا اس چیز سے جو طلاق کے حکم میں

ہے (ب) موت سے (ج) دونوں میں سے کسی ایک کے دین اسلام کو چھوڑ دینے سے یعنی مرتد ہو جانے

سے خواہ مرد مرتد ہو جائے یا عورت۔ ان میں دو یعنی طلاق اور مرتد ہونا اختیاری ہوتے ہیں اور

تیسری موت اضطراری امر ہے، لیکن موت سے مرد اور عورت اجنبی ہو جاتے ہیں۔ ہاں دیکھنے

کا حق حاصل رہتا ہے۔ اسی لئے مرد کو اپنی مردہ بیوی کو غسل دلانے کی اجازت نہیں اور مرد کے

انتقال سے نکاح کا تعلق عورت کے حق میں مدت گزر جانے تک باقی رہتا ہے۔ شامت اٹال

اور کثرت جہالت کی وجہ سے ہندوستان میں جادو کے اعمال جو میاں بیوی کے درمیان جدائی

کا سبب ہیں، بہت جاری و ساری ہیں۔ جو لوگ ان عملیات کو کرتے ہیں وہ ناپاک دنیوی غرض سے

کفر و شرک کے گنہگار ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب اور تسخیر کے واسطے میں حلال اور حرام اعمال میں تمیز

نہیں کرتے۔ عورتیں اپنے مردوں کو قابو کرنے کے لئے ہر طرح کی جائز اور ناجائز تدابیر اختیار

کرتی ہیں اور عامل علوی و سفلی اور ساحر کسی کی پابند نہیں رہتیں۔ اسی طرح بچوں کی شفا اور دفر زندگی

بمذرازی اور اسی قسم کے دوسرے کاموں کے لئے جادو گر و اور شیطانوں کی طرف رجوع کرتی ہیں اور

اس معاملے میں وہ خوف نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ ہم خود نہیں کرتے، دوسرا کرتا ہے، ہم پر کیا

وبال ہے۔ وہ نہیں جانتی ہیں کہ من راضی بالكفر فهو ایضا منہم ای من زمرہ

الکفار (جو کفر سے راضی ہو تو وہ بھی کافروں میں سے ہے)۔ یہ فائدہ میں نے کس گناہ

کی آگاہی کے لئے بیان کیا ہے شاید کہ آئندہ پرہیز کریں۔ اس زمانہ میں اس کام کی اس قدر کثرت

ہے کہ شاید سو میں سے ایک ہی احتیاط کرتا ہو ورنہ بہت سے کافر ہو کر اپنا نکاح برباد کر

ہیں اور اولاد ولد الحرام پیدا ہوتی ہے اور ناحق باپ کا ترکہ پاتی ہے۔ ولد الحرام کو حرامی باپ کا ترکہ جائز نہیں۔ لے غلام کو بے کام کرنے سے محفوظ رکھ۔

انچا سوال نور
الشفق الی کی ذات کے سوا کسی کو مالک الملک یا ملک الملوک
کہنا منع ہے۔

چھٹا لمحہ

اخلاق اور نصائح کے بیان میں

اپنا راز کسی سے نہ کہو السراذاجا وزالاشین فشا یعنی
راز جب دو ہونٹوں سے تجاوڑ کر جاتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے

پہلا نور

راز نہیں رہتا۔

علم کے فعل کو نہ دیکھو بلکہ اس کے قول پر نظر کرو اس لئے کہ فعل
صرف اپنے لئے ہوتا ہے ممکن ہے کہ خلاف سنت بھی ہو۔ اور

دوسرا نور

قول دوسروں کے لئے ہوتا ہے۔ علمائے کرام کی دیانت داری سے اس کی توقع نہیں ہے کہ
ان کا قول خلاف سنت ہو، تو اگر فعل خلاف ہے تو اس پر عمل نہ کرو اور اگر موافق سنت ہے
تو عمل کرے۔ اسی طرح قول بھی ہے مگر قول کبھی خلاف نہیں ہوگا کہ وہ دوسروں کے لئے ہے۔

بزرگوں کی عادت اختیار نہ کرو کہ ان کی عادتیں انہیں کی ذات

تیسرا نور

کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں۔ ہاں ان جیسی عبادت اختیار کرو کہ وہ

ان کے اور دوسروں کے درمیان مشترک ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ عادت کی پیروی گمراہی اور عادت
کی تحقیق ہدایت ہے یعنی اس عادت کا سبب معلوم کرنا اور اس کی حقیقت کو سمجھنا عین ہدایت و
ایمان ہے اور بغیر اس کی کیفیت و ماہیت سمجھے تقلید و پیروی کرنا گمراہی و رسوائی ہے لیکن عبادت
کی پیروی جو مشترک ہے وہ درجوں کی ترقی کا باعث ہے۔ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما الصلوٰۃ

والسلام کا واقعہ اور اس پر عمل کرنا اس جگہ مناسب ہے اور وہ مشہور و معروف ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ کہف میں وارد ہے۔

بروں اور نافرمانوں کو نصیحت کر کے شائد وہ توبہ کر لیں اور کسی سے ان کا عیب بیان نہ کر دو کہ کہیں وہ ڈھیٹ نہ ہو جائیں۔

چوتھا نور

اپنے سے کمزوروں پر رحم کرنا کہ اپنے سے طاقتوروں کی طرف سے تم پر رحم ہو۔

پانچواں نور

کسی کو گالی نہ دو کہ وہ بھی تمہیں گالی دے۔ گالی گلوں سے دنیا میں بربادی اور آخرت میں گناہ ہے۔ گالی بکنے والوں کے لئے

چھٹا نور

وہ ذلت دہواری ہے جو کبھی دیکھی نہ ہو اور بدکلامی سے وہ کٹے گھونٹ اٹانے ہوں گے جو کبھی چکھے نہ ہوں۔ زبان کا نقصان صرف دنیا ہی تک محدود نہیں بلکہ آخرت میں اور زیادہ درشت و دشوار ہے

جو جانور تمہارے قابو میں ہیں ہاتھی سے لے کر کیوتر تک اور

ساتواں نور

گھوڑے سے لے کر کتے تک سب کے چائے اور پانی کی

دیکھ بھال رکھو کہ وہ بے زبان بے مددگار تمہارے محتاج ہیں تمہارا اور ان کا مالک حقیقی ایک ہی ہے۔ اس سے ڈرو کہ ان کے حال سے غفلت برتنے پر بدسلوکی کی سزا ملے گی۔ احادیث شریفہ میں اس بارے میں سخت تاکید آئی ہے۔

جس نے پانچواں کھڑے ہو کر پہنا اور غلام بیٹھ کر باندھا اس کو

آٹھواں نور

اللہ تعالیٰ ایسی مصیبت میں مبتلا فرمائے گا جو پھر ٹل

نہیں سکتی۔

حالت اختلاف کے علاوہ مسجد میں ضرورت سے زیادہ نہ

نواں نور

ہے کیونکہ زیادہ ٹھہرنے سے آداب مسجد کی حفاظت نہ ہو پائے

گی۔ مسجد نماز کے لئے ہے گھر بنانے کے نہیں، اور نماز میں بھی افضل یہ ہے کہ مسجد میں ذرائع ادا کرے۔
سُنّتیں اور نفلیں برکت کیلئے اپنے گھر میں ادا کرے۔ معاف کیلئے بھی واجب ہے کہ مسجد کے آداب کو پیش نظر رکھے۔

دسواں نور

ادب سے ہم کو بے ادبی سے بچو۔ اولیاء، اصفیاء، انقیاد،
علماء، فضلاء اور فقراء کے ادب و تعظیم میں کوتاہی نہ ہو۔ بقول

مولانا دوم خدا سے ہم ادب کی توفیق چاہتے ہیں کیونکہ بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہتا ہے
بے ادب صرف اپنے آپ کو ہی برا نہیں رکھتا بلکہ دنیا بھر میں آگ لگا دیتا ہے۔ اولیاء کرام کا انکار
دکر وہ خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے خداوند کریم اپنی پناہ میں رکھے۔

گیارہواں نور

کسی سے منافقانہ میل جول نہ رکھو منافقانہ دوستی سے کھلی دشمنی
بہتر ہے۔

بارہواں نور

دوسروں کے رائے کی کھوج میں نہ کرو۔ کسی کی بات چھپ کر نہ سنانو
کہ حرام و منکر ہے، اسی طرح کسی کا بند اور پوشیدہ خط دیکھنے

اور پڑھنے کی سخت ممانعت آتی ہے اور بری عادتوں میں یہ سب سے زیادہ بری عادت ہے۔

تیرہواں نور

جہاں تک ممکن ہو دشمن سے بدایہ نہ لو، صبر جمیل کرو تاکہ اجر عظیم
پاؤ۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ دشمنی سے پیش آئے اور جبراً تمہارا

حق چھینے کو پہلے عاجزی اور انکساری سے پیش آؤ اور اپنا سر اس کے قدموں پر رکھو اور اپنی
ٹوپی اس کے پاؤں پر ڈالو تاکہ تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے اور تمہارا حق چھوٹے اور تم پر رحم
کئے تو بہتر ہے تم اپنا حق یا ہی لو گے اور اس کا ارادہ بیکار ثابت ہو گا ورنہ بہ حالت مجبوری اس
کے ظلم کو دفع کرنے کی کوشش کر دے کہ اپنے کو اتنا ہی ستم میں ڈالو کہ اس کے ستم کا جواب
ہو جائے۔

چودہواں نور

اپنے اقرباء سے صلہ رحمی کا تعلق رکھو، ان سے دشمنی سے پیش
نہ آؤ اگرچہ وہ تم کو تکلیف پہنچائیں اور تم پر ظلم کو جائز قرار

دیں۔ برائی کا آسان بدلہ برائی ہوتا ہے۔ اگر تم مرد ہو تو اس کے ساتھ بھلائی کرو جو تمہارے ساتھ برائی سے پیش آئے، پھر اگر تم دیکھو کہ ترک تعلیق کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے تو پھر ترک تعلیق کر دو لیکن خوبصورتی کے ساتھ کرو آیہ کریمہ واصبر علی ما یقولون واھجر لھم لھجر اجمیلہ (اللہ آپ صبر کیجئے اس پر جو وہ کافر جو اس کرتے ہیں اودان کو اچھی طرح چھوڑ دیجئے)۔ اس وصیت کو خوب یاد رکھو کہ رحم کو ختم کرنے والوں پر سخت وعید آئی ہے۔

پندرہواں نور
اپنے چھوٹوں کے لئے یہ سوچ لیا کرو کہ چھوٹوں ہی سے خطا ہوتی ہے ابد بڑوں کے ساتھ یہ معاملہ رکھو کہ بڑوں کی غلطی پکڑنا بھی غلطی ہے۔

سولہواں نور
بزرگوں کی نصیحت سے غلگین نہ ہو اور چھوٹوں کو ادب رکھنے میں غفلت نہ برتو کہ یہ دونوں کام فائدے سے خالی نہیں ہیں۔

سترہواں نور
اپنے مسلمان بھائی کی اس کے سامنے بڑائی بیان نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس سرکشی کرے اور غرور، گھمنڈ اور انانیت اس کے دل میں پیدا ہو جائے۔ ایسی تعریف کو حدیث شریف میں بھی منع کیا گیا ہے۔

اٹھارہواں نور
اپنے پڑوسی کے ساتھ نیکی اور خوش اخلاقی سے پیش آؤ تاکہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جہاں تک ہو سکے پڑوسی کے حقوق کی حفاظت کر دو مثلاً اگر وہ تمہاری تھوڑی سی دیوار کو اپنے مصرف میں لانا چاہے اور اس میں تمہارا کوئی نقصان بھی نہ ہو اور پڑوسی کو آرام مل رہا ہو تو تم قرائع دلی سے پڑوسی کو اجازت دے دو اور اسی طرح دوسرے معاملات میں بھی کرو۔

انیسواں نور
عودتوں کی رات پر (آنکھ بند کر کے) عمل نہ کرو کیونکہ وہ نقل کی کچی ہوتی ہیں، مشورہ کی اہلیت نہیں رکھتیں۔ عودتوں کو حکومت نہ دینی والی نہ بناؤ کہ یہ ممنوع ہے۔

یسواں نور

بغصہ کے وقت اپنی حفاظت کرو کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے
ورنہ تم برباد ہو جاؤ گے شیطان غصہ نفس کے ابھار سے ہوتا

ہے اور رحمانی وہ ہے کہ خدا و رسول کے حکم کے مطابق ہو جیسے راہ خدا میں کافروں سے جہاد اور نظام
سے مظلوم کا بدلہ لینا۔ رحمانی غصہ پسندیدہ ہے اور شیطان قابل نفرت۔

اکیسواں نور

خدا سے ڈرو، اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرو تاکہ مخلوق
تم سے ڈرے اور تمہاری باتوں کو مانے۔

بائیسواں نور

کسی کی برائی کا پھپھانا ثواب کا کام ہے اور خدا کے خاص بندوں
کی عادت ہے۔ اگر نصیحت بھی کرو تو کھلم کھلا نہ کر دہنہائی میں

کرو جیسا بزرگان دین کا طریقہ ہے۔ اس صورت میں پردہ پوشی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ ستالی
کا پرتو بندہ پر پڑتا ہے جس سے مرتبہ میں بلندی حاصل ہوتی ہے۔

(سوال) بہتر دوست کون ہے؟

تیسواں نور

(جواب) وہ کہ جو لوگوں کے سامنے تعریف اور موافقت کے

اور تنہائی میں خامی اور غیب ظاہر کر کے نصیحت کرے لوگوں کے سامنے نصیحت بہت کڑی
دی جاتی ہے۔

ساتواں لمحہ

بعض متفرق فوائد کے بیان میں

پہلا نور ہر مہینے کی چاند رات کو جب نیا چاند دیکھے تو ایک ہزار بار کلمہ
عید پڑھے اور اکتالیس بار الحمد شریف اس طرح سے کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم کے آخری میم کو الحمد کے لام سے ملا کر پڑھے۔ ہر بار
اسی طرح کہ میں نے اپنے مرشد (شاہ آل رسول) سے سنا ہے کہ دادا مرشد (حضور اچھے
میاں علیہ الرحمہ) اس بارے میں سخت تاکید فرماتے تھے۔ اگر چاند رات میں شک ہو یا آسمان پر
ابر و غبار ہو تو اس ماہ میں دو شب یعنی دو بار پڑھے۔ ایک بار شک والی رات میں اور دوبارہ
دوسری رات کو تو وہ مہینہ اس پڑھنے والے پر بخیر و غایت گئے گا اور اس مہینے کے شر سے
محفوظ رہے گا اور رزق میں وسعت و برکت ہوگی۔ ناغہ نہیں کرنا چاہیئے۔

دوسرا نور جب فرض نماز سے فارغ ہو تو سیدھا ہاتھ سر پہ پھرے
اور پڑھے بسم اللہ الذی لا الہ الا هو الرحمن

الرحیم اذهب عنی الہم والحزن۔ یہ دعا حدیث میں آئی ہے۔ ہمارے شیخ کی
بھی عادت تھی اور کبھی ناغہ نہ فرماتے تھے۔ فقیر کو بعد وصال تسلیم فرمائی۔

تیسرا نور جنات کے عزائم کی دغوت اور اس کا پڑھنا اگرچہ سادہ بغیر
لفظوں کے معانی جانے بھی میں نے نہیں دی نہ کبھی بطور سادہ

میں نے پڑھی جب تک کہ دوسری بڑی اور علوی دعائیں ساتھ میں اس دُکوت پر غالب نہ ہوں جیسے
 حریمانی، چہل اسماء، حیدری، منزل اور بابت العظمۃ وغیرہ اس آتشی قوم (رجم) پر حکومت
 حاصل کر کے اسیب، جادو، رجعت، نظر اور دیگر امراض کے غفل کو غلطوں کی طرح لمبے عرصے تک
 دور کرتا رہا اور خدا کا شکر ہے کہ میں نے ہر قسم کا غفل دور کیا۔ اس کام میں بارہ برس لگا رہا پھر
 آہستہ آہستہ کم کرتا رہا یہاں تک کہ بالکل ختم کر دیا اس لئے کہ وقت ضائع ہونے کے علاوہ کوئی
 دینی فائدہ نہ ہوا جو اصل مقصود تھا۔ اس لئے میں نے اس مقصد کو ایک فائدہ مستقلہ میں
 الگ ہی لکھا ہے کہ میری مراد اس سے ایک نصیحت ہے جسے کان کھول کر سن لو اور ہمیشہ یاد رکھو۔
 یہ کام بہت سخت ہے کہ سخت مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ کا
 معنوں عالم میں جاری دساری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے سے زیادہ طاقت ور سے مقابلہ پڑ جائے
 اور اس جگہ کوئی بڑا نقصان ہو جائے۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ٹھوٹا الے کام
 کرنے والے (غفلوں) کا انجام خراب ہو کر ایمان جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ جب سے
 ابلیس لعین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے لکا لگیا اس وقت سے اب تک کوئی جن میں درجہ کمال کو
 نہیں پہنچ سکا۔ ان کی رسائی صرف اتنی ہے کہ کثرت اطاعت و عبادت سے ان کی گنتی صالحین
 میں ہوجاتی ہے۔ اس کے برخلاف ولایت خاص یعنی قرب الہی بدرجہ کمال صرف انسان کے
 لئے مخصوص ہے، تو جن انسان سے اتنا زیادہ پست ہے کہ اس مقام بلند (ولایت خاص) میں انسان
 کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو بھلا غالب کیا آئے گا۔ لیکن دوسرے مراتب میں جیسے تجلی، اسماء و تجلی
 صفاتی کا ترتیب حاصل کرنے میں اس گروہ کو اعمالان اعمال کہتے ہیں۔ اس میں یہ انسان سکم نہیں
 بلکہ ممکن ہے کہ ترقی کر جائے۔ تو اس عامل پر جو ولایت خاص کا مزاج نہیں جانتا جن کے گروہ کا غالب
 آجانا ممکن ہے قوت عملی کے ذریعہ سے جنوں کا گروہ غالب آسکتا ہے اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں
 کہ کسی کے اندر نہ قوت ولایت ہو نہ قوت عمل، تو وہ کچھ غلبہ نہیں کر پائے گا لیکن پھر بھی یہ
 اندیشہ ضرور ہے کہ ان جنوں کی عمر لمبی ہوتی ہے اور عمل کی فضیلت کسی کی ولایت تو ہے

نہیں کہ عامل کی اولاد بھی عامل ہی ہو، تو عامل کے مرجع کے بعد یہ جن اس عامل کی اولاد کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں اور دوسرے عزیزوں رشتہ داروں کو ستاتے اور پریشان کرتے ہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس کام (آسیب دور کرنے کا عمل) کو چھوڑ دے یعنی عامل کے قاعدوں کی طرف توجہ دکرے۔ برکت حاصل کرنے کے لئے کچھ اسمائے الہی میں سے لکھا گیا ہے۔ ایک دوسرا خاص قاعدہ جو فقیر نے ایجاد کیا ہے اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور مطلب بھی بخوبی حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت اس کام کا ضرورت مند عامل کے سامنے آئے تو عامل کو پہلے تکلیف رسائی کی وجہ معلوم کرنا چاہئے کہ وہ تکلیف دشمنی اور عداوت کی وجہ سے ہے یا عشق و محبت کے ذریعے سے، کیونکہ ان جنوں کا عشق بھی انسان کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے کیونکہ یہ قوم آتشی ہے۔ محبت کی وجہ سے ان کا انسان کے خاکی جسم میں حلول کرنا انسان کے اندرونی نظام جسمانی میں خرابیاں پیدا کر دیتا ہے جس سے تکلیف ہو جاتی ہے۔ اگر تکلیف کا سبب محبت کا تقاضہ ہو تو اس وقت دوقل کی محبت کو ختم کرنے والے اعمال کریں تاکہ اس سے نفرت پیدا ہو کر وہ آسیب جن اس سے جدا ہو جائے اور اگر تکلیف کا سبب غصہ اور دشمنی ہو جو انسان کی خطا و غلطی کی وجہ سے پیدا ہو گئی اور جن اسی غلطی کی وجہ سے پریشان کر دیا ہو تو اس وقت دوقل کی موافقت کے لئے عمل کرے تاکہ ایک دوسرے کی دشمنی کی آگ بجھ جائے اور اگر تکلیف کی وجہ جادو گر کے جادو کا عمل ہے تو اس وقت جہاں تک شریعت مطہرہ اجازت دے اس جادو گر سے کہہ سکتا اس کا عمل روک دے یا جادو گر کی طاقت چھین لے یا اسی قسم کی دوسری مناسب تدبیروں سے کام لے تاکہ چھٹکارا پائے کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، یا اس بلا کو جو سوار ہے کچھا بچھا کر راضی کر لے اور کوئی چیز جیسے پھول یا مٹھائی بطور ہدیہ دیکر اس سے چھٹکارا پانے کی راہ نکالے اور عہد و قرار لیکر مریض سے صلح کر دے۔ یہ تدبیر بھی تجربہ میں آچکی ہے۔ نظر اور مرض سے دفع کرنے میں کوئی خوف نہیں ہے کیوں کہ دونوں ذی عقل نہیں ہیں جس طرح بھی ممکن ہو دور کر دیں۔

چوتھ اور

قرآن مجید کی تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ چالیس دن سے زیادہ اور

تین دن سے کم میں ختم نہیں کرنا چاہئے۔ باقی اپنا اختیار ہے

کہ ہفتہ بھر میں ختم کرے یا مہینے بھر میں۔ ہفتہ بھر میں ختم کرنے کے لئے منزل "فی بشوق" مشہور ہے اور تین روز میں ختم کرنے کے لئے "فیل"۔ فی بشوق میں سورۃ فاتحہ سے سورۃ مائدہ تک پھر مائدہ سے سورۃ یونس تک پھر یونس سے سورۃ بنی اسرائیل تک پھر بنی اسرائیل سے شعرا تک اور شعرا سے

والصافات اور الصافات سے ق تک اور ق سے آخر قرآن تک۔ اور "فیل" میں سورۃ فاتحہ سے سورۃ یونس تک اور سورۃ یونس سے سورۃ لقمان تک اور سورۃ لقمان سے آخر قرآن تک۔ اور

بعض کے نزدیک اس کے خلاف ہے یعنی سورۃ فاتحہ سے یونس تک اور یونس سے سورۃ روم تک اور روم سے آخر قرآن تک۔ ایک دوسرا ہفتہ وار طریقہ بھی ہے جس کو احزاب کہتے ہیں۔ وہ جلالی ہے اور وہ یہ ہے کہ فاتحہ سے انعام تک اور انعام سے یونس تک اور یونس سے طہ تک اور طہ سے

عنکبوت تک عنکبوت سے زمر تک اور زمر سے الصافات تک اور الصافات سے آخر قرآن تک۔ اس کے حرف فل کا مجموعہ "خایططرو" ہے۔ اور ایک طریقہ یہ ہے کہ روزانہ سو پارہ پڑھے اور چوبیس دن میں ختم کرے۔ یہ طریقہ دینی و دنیوی حاجات کے پورا کرنے میں ماہرہ

شریف کے خاندان کا دستور اور سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ العزیز کا معمول تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اور ایک دوسرا طریقہ ہے جو فقیر پڑھا کرتا ہے کہ سورت سے سورت ہی پر ختم ہوتا ہے اور سو پارہ یومیہ پڑتا ہے اور وہ یہ ہے کہ

پہلے دن فاتحہ اور بقرہ دوسرے دن آل عمران تیسرے دن نسا چوتھے دن مائدہ پانچویں دن انعام چھٹے دن اعراف ساتویں دن انفال اور توبہ آٹھویں دن یونس تا ہود اور اسی طرح یوسف تا ابراہیم پھر حجر تا نخل اور بنی اسرائیل تا کہف اور مریم تا انبیا اور حج تا نور اور

فرقان تا نمل اور قصص تا روم اور لقمان تا سبا اور فاطر تا ص اور زمر تا سبح اور شعرا تا جاثیہ اور احقاف تا النجم اور قمر تا متحنہ اور صافات تا مدثر اور قیامت تا آخر قرآن۔

پانچواں نور

اگر تم مرنے کے احوال خیر اور احوال شر سے باخبر ہو تو اگر بن پر
خدا کی نعمت دیکھو تو خدا کا شکر ادا کرو اور اگر عذاب دیکھو تو

ان کے حق میں خدا سے مغفرت چاہو اور کسی سے ذکر نہ کرو کہ مناسب ہی ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے
عقل والے کو اشارہ ہی کافی ہوا کرتا ہے۔ اس لئے سوتے وقت یہ تسبیح پڑھ لیا کرو اور اس
کا ثواب میت کی روح کو بخش کر بلا گفتگو کے سو جایا کرو تو اس روح کا جو کچھ حال ہو گا وہ
تم سے کہہ دے گی۔ وہ تسبیحات یہ ہیں جمعرات کی رات یا اللہ جمعہ کی رات کلمہ تحمید
سینچو کی رات کلمہ طیبہ، اتوار کی رات یاسی یا قیوم، پیر کی رات درود شریف، منگل کی رات
لا حول، بدھ کی رات استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ ہر ایک ایک
ایک ہزار بار پڑھو۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان راتوں میں سے کسی ایک رات تم کو ان کا حال معلوم
ہو جائے گا اور اپنی تسبیحات سے زندہ شخص کے بالنسبت ہونے یا نہ ہونے کا حال معلوم ہو جاتا
ہے۔ چاہئے کہ ان تسبیحات کو کسی خاص شخص کا حال معلوم کرنے کی نیت سے پڑھیں۔ انشاء اللہ
تعالیٰ ان راتوں میں سے کسی ایک رات خواب میں معلوم ہو جائے گا۔

چھٹا نور

دوبی کا جھوٹا پاک ہے اور مومنین کا جھوٹا شفا ہے پانی بیٹھ کر
پیش لیکن وضو کا بچا ہو پانی اور آب زمزم شریف اور وہ

پانی بھی جو کسی مسلمان کے پینے کے بعد پیچ رہے، علما فرماتے ہیں کہ یہ تینوں پانی کھڑے ہو کر پیش
اور حکم یہ ہے کہ آب زمزم شریف خوب میسر ہو کر پیش یہاں تک کہ پسلیاں اور پیٹ اوپر ابھرائے

ساتواں نور

امام نور علیہ قدس سرہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ انسان
مخلوق کو نصیحت کرنے کے قابل کب ہوتا ہے؟ فرمایا جب

خدا تعالیٰ سے آگاہ ہو جائے۔ نقل ہے کہ ایک ن امام ابو الحسن نور علیہ قدس سرہ نے حضرت جنید
قدس سرہ کو برسر منبر ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ اے ابوالقاسم اللہ تعالیٰ کسی عالم کے علم سے اس وقت
تک ماضی نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو اس کے علم کے اندر نہ رکھے تو اگر آپ اپنے علم سے طلب الحق عمل

کہتے ہیں تو اس مقام پر قائم رہتے ورنہ منبر سے اتر گئے۔ حضرت جنید قدس سرہ فوراً اتر آئے یہاں تک کہ ایک ماہ تک فتنے سے بات بھی نہیں کی اور اپنے گھر سے باہر بھی نکلے۔ اس کے بعد پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر مجھے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک نہ پہنچی ہوتی کہ ارشاد فرمایا کہ آخر زمانے میں قوم کا پیشوا ان میں سے سب سے زیادہ ذلیل و خوار شخص ہوگا تو میں تم سے ہرگز کلام نہ کرتا۔ اس مقام پر اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ حضرت جنید قدس سرہ نے اپنی خامیوں کا اقرار فرمایا ہے یعنی حق علم کی ادائیگی کا تقاضہ تو یہی ہے کہ میں اس مقام رہبری کا اہل نہیں ہوں پھر بھی اپنی خامیوں کا اعتراف کرنے میں حق بجانب ہوں۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ

الا باللہ العلی العظیم من جمیع ما کثر اللہ قولا وفعلًا وظاہرًا و
باطنًا (اللہ پاک ہے، سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود و مقصود و موجود
نہیں ہے اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔ وہ اللہ
بلند و برتر ہے ہر اس چیز سے جسے از روئے قول و فعل و ظاہر و باطن مکروہ و ناپسند فرمائے۔)

- بارگاہ الوہیت کے تقدس اور احترام نبوت کا کا حقہ پاسدار
- نسلک الحبقت و جماعت اور سلف صالحین کا صحیح ترجمان
- قرآن پاک کا صحیح اور سب سے زیادہ مقبول ترجمہ
- کوثر انسیم سے دہلی ہرئی زبان

کنز الایمان

— ترجمہ قرآن (اردو) —

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز

- قاری محمد طہر احمد بن مفتی محمد مظفر احمد کی خوش الحان تلاوت قرآن پاک۔
- ۱۔ محترم سید محمد علی حمزہ گوہر کے منفرد انداز میں ترجمہ قرآن۔
- جدید ترین اسٹوڈیو میں ماہرین کی زیر نگرانی اسٹیریو ریکارڈنگ۔
- تین کیسٹوں پر مشتمل مکمل سیٹ۔ ہر پارہ علیحدہ کیسٹ میں۔

منجانب: ضیاء پب لائبریری
مین سٹورج: مسیح الدین گارڈن
پوسٹ بکس نمبر ۱۳۳۵-کراچی ۷
(۲۲۶۵۶۸۱۵)

تعاون: آن اسٹوڈیو۔ (آن ڈیکوریشن)۔ میٹھادر۔ کراچی